188831

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188831
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۴۵۹۷ Accession No. ۵۶۵۸

Author م - ت ممتاز علی

Title شیروں کے قصے

This book should be returned on or before the date last marked below

جملہ حقوق محفوظ

Checked 1975

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ

تذکرۃ الانبیاء

(یعنی)

نبیوں کے قصے

جسے

مولوی سید ممتاز علی صاحب نے

مسلمان بھائیوں کے فائدے کے لئے آسان عبارت میں لکھا۔ اور

دار الاشاعت پنجاب نے

سنہ ۱۹۱۶ء

باہتمام مصنف
یونین سٹیم پریس لاہور میں چھپوایا

Checked 1975

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے شمار حمد و ثنا خدا تعالےٰ کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کرکے علم و عقل سے سرفراز فرمایا۔ اور ہمارے لئے دنیا میں پیغمبروں کو بھیج کر چراغِ راہِ ہدایت بنایا۔ اور درود و ثنا محدود ہو حبیب خدا خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو تمام انبیا کے سرتاج ہوئے۔ اور سب ہادیان دین میں مفتخر و ممتاز + اس کے بعد خاکسار سید ممتاز علی دیوبندی سب برادرانِ دینی کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ کہ ہر مسلمان پر دین کی تعلیم حاصل کرنا فرض ہے۔ اور تعلیمِ دین میں نبیوں کے قصّے جاننے سب سے مقدم اور ضروری ہیں۔ لیکن اُردو میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی۔ جس سے کم عُمر اور کم استعداد لوگوں کو صاف طور پر انبیا کے صحیح صحیح حالات معلوم ہو سکیں۔ اُردو میں جتنی کتابیں قصصِ انبیا میں لکھی گئی ہیں اُن میں اوّل تو اکثر قصّے بے تحقیق لکھے گئے ہیں۔ دوسرے عام قصّے کہانیوں کی طرح ان میں بے جا مبالغہ کیا گیا ہے۔ تیسرے ایک ایک بات کے لئے کئی کئی روائتیں نقل کر رکھی ہیں۔ جن سے پڑھنے والا پریشان ہو جاتا ہے۔ اور وہ نہیں جان سکتا۔ کہ ان میں سے کس کو صحیح مانے۔ اور کس کو غلط جانے۔ اس لئے میں نے یہ مختصر کتاب صاف اور سلیس زبان میں لکھی ہے۔ جسے بچے تک آسانی سے سمجھ سکیں + اس کتاب میں میں نے نہ بیہودہ و بے جا مبالغے کو جگہ دی ہے۔ نہ کوئی قصہ بے تحقیق لکھا ہے + سب سے مقدم وہ قصے ہیں۔ جو قرآن مجید میں آئے ہیں۔ ان کے بیان میں جہاں تک ممکن ہوا ہے الفاظ

قرآنی کے ترجمے سے کام لیا گیا ہے۔ اور جو قصے کُتب بنی اسرائیل کے ہیں ان کی تحقیق توریت و صُحفِ انبیا و دیگر مذہبی کُتب بنی اسرائیل مثلاً تالمود دمِدراس وغیرہ سے کی گئی ہے۔ کیونکہ ان قصوں کا ماخذ یہی کُتب ہیں۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ ہٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰے صُحُفِ اِبْرٰاہِیْمَ وَ مُوْسٰے +

اس کتاب کی تالیف و ترتیب ماہ صفر ۱۳۳۴ھ میں مقام لاہور میں ختم ہوئی۔ دُعا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اس رسالے کو مقبول بنائے۔ اور مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے + جو صاحب اس کتاب کو پڑھیں۔ اور اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ وہ اس عاجز کو دُعاے خیر سے یاد فرمائیں +

غرض نقشے است کز ما یاد ماند　　کہ ہستی را نمے بینیم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت　　کند در کار ایں مسکیں دعائے

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰے عَلٰے خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ +

حضرت آدم علیہ السّلام

(ابتدائے آفرینش--۹۳۰)

جب خداوند تعالےٰ نے زمین و آسمان پیدا کر لئے۔ اور ان میں پانی۔ ہوا۔ سورج۔ چاند۔ ستارے اور تمام جاندار عالم وجود میں آچکے۔ تو جنابِ باری نے آدم کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ فرشتوں سے کہا۔ کہ دیکھو میں چاہتا ہوں۔ کہ زمین پر اپنا ایک نائب پیدا کروں۔ فرشتوں نے عرض کی۔ کہ بارِ الٰہا۔ کیا تو ایسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جو زمین پر فساد پھیلائے۔ اور خون بہائے۔ ہم تو دن رات تیری تقدیس و عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

خداوند تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ ہماری مصلحتوں اور حکمتوں کو تم نہیں جانتے۔ اس کے بعد خدا نے ہر قسم کی مٹی لے کر اس سے آدم کا پُتلا بنایا۔ اور اس میں رُوح پھُونک کر بولنا سکھایا۔ اُسے کمالِ ظاہری و باطنی سے آراستہ کیا۔ اُسے عزّت و بزرگی بخشی۔ اور دُنیا کی سب چیزوں کے نام سکھائے۔ فرشتوں کو حُکم دیا۔ کہ اس کے سامنے سجدہ کرو۔ تمام فرشتوں نے بے عُذر سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ خداوند تعالےٰ نے پُوچھا۔ کہ تُو نے اسے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اُس نے نہایت غرور اور شیخی سے جواب دیا۔ کہ مَیں اس سے اچھا ہوں۔ مجھے تُو نے نورانی آگ سے پیدا کیا اور اسے کالے سڑے گارے سے۔ پھر مَیں اسے سجدہ کس طرح کروں؟

خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر تیری شیخی کا یہ حال ہے۔ اور تُو ہمارا حکم نہیں مانتا۔ تو چل بہشت سے باہر نکل۔ اور ہمارے سامنے سے دُور ہو جا۔ تُو آج سے ہماری بارگاہِ عالی سے راندا گیا۔ قیامت تک تجھ پر لعنت کی بوچھاڑ برسا کرے گی + شیطان نے کہا۔ مجھے قیامت تک کی مُہلت دے۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔ جا تجھے قیامت تک کی مہلت ہے + شیطان نے کہا۔ مجھے بھی تیری عزّت و بزرگی کی قسم۔ کہ جس طرح تُو نے میرے ساتھ کیا۔ مَیں بھی تیرے نیک اور برگزیدہ بندوں کے سوا۔ کہ وہ میرے بہکانے میں نہیں آنے کے۔ اَور سب بنی آدم کو گُمراہ کر دوں۔ اور اِن کی جڑ کاٹ دوں۔ تو سہی + اللہ نے فرمایا۔ بے شک۔ تجُھ سے جہاں تک بن پڑے۔ اِنہیں بہکا۔ اور اِن پر اپنے شیاطین پیادے اور سوار چڑھا کر لا۔ اور اپنا سارا زور لگا۔ جو ہمارے سچّے بندے ہیں۔ اُن پر کبھی تیرا قابو نہیں چلنے کا۔ اور جو تیری پیروی کریں گے۔ وہ تیرے ساتھ جہنم میں جھونکے جائیں گے +

خداوند کریم نے آدم کو جنت کے خوشنما باغ میں بڑی عزّت و توقیر اور آرام سے رکھا۔ وہ بہشت کے آرام باغ میں رہتے۔ وہاں کے انواع و اقسام کے میوے کھاتے۔ اور خدا کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ وہاں ہر وقت ہر طرح کا آرام تھا۔ دُکھ تکلیف کا نام نہ تھا۔ ؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد۔ کسے را باکسے کارے نباشد + وہاں ہمیشہ بہار رہتی تھی۔ جو پھُول کھِلتا تھا وہ کبھی نہیں مُرجھاتا تھا۔ خوش الحان پرندے چہچہاتے۔ اور حمدِ خالق کے گیت گاتے تھے +

یہ خوشیاں تھیں۔ مگر پھر بھی ایک دن آدم کی طبیعت اُداس ہوئی۔ اور دل میں خواہش پیدا ہوئی۔ کہ کوئی ہم جنس مجھ سا ہو۔ تو اس سے دل بہلاؤں اور رفیقِ زندگی بناؤں + حضور باری تعالےٰ میں دُعا کی۔ آدم پر نیند کا غلبہ ہوا۔ اور خدا نے ان کی بائیں پسلی سے حوّا کو پیدا کیا + آدم بیدار ہوئے۔ تو دیکھا۔ کہ ایک خوبصورت عورت اُن کے پاس بیٹھی ہے۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ خداوند تعالےٰ نے ایک انیس محرم عطا کیا + خدا نے اِن دونو کا نکاح کر دیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے آدم۔ تم اور تمہاری جورو اس باغ بہشت میں رہو۔ اور جس چیز جس پھل کو طبیعت چاہے۔ مزے سے کھاؤ۔ اور ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے نزدیک نہ جانا۔ ورنہ تم گنہگار ہو جاؤ گے + یہ بھی سمجھا دیا۔ کہ شیطان تمہارا جانی دشمن ہے۔ اس کی چکنی چُپڑی باتوں میں نہ آجانا۔ اس کے مکر و فریب سے ہُشیار رہنا۔ وہ آپ تو نکلا ہی ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تمہیں بھی بہشت سے نکلوا دے +

آخر شیطان مکر کی چال چلا۔ وہ ایک سانپ کی مدد سے جنت میں پہنچا۔ اور جا کر آدم و حوّا سے کہا۔ کہ مَیں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ مَیں تمہیں ایک درخت بتاتا ہوں۔ اس کا پھل کھاؤ۔ تو ہمیشہ جیتے رہو گے۔ اور ایسے عیش کرو گے۔ جن کا کبھی خاتمہ نہ ہو + لالچ دے کر وُہی درخت بتایا۔ جس کا پھل کھانے سے خدا نے اُنہیں منع کیا تھا۔ اور کہا۔ کہ خدا نے تمہیں اس کے کھانے سے اسی لئے منع کیا ہے۔ کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ +

آدم و حوّا کو ان فریبوں کی کیا خبر تھی۔ وہ دونو شیطان کے جھانسے میں آ

آ گئے۔ اور انہوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا + پھل کا کھانا تھا۔ کہ بہشتی لباس ان کے بدن سے گر پڑا۔ اور انہیں معلوم ہوا۔ کہ ہم ننگے ہیں۔ جھٹ انجیر اور کیلے کے پتوں سے اپنا ستر ڈھانکنے لگے + یہ دیکھ کر حق تعالےٰ نے فرمایا ہم نے منع نہیں کر دیا تھا۔ کہ یہ پھل مت کھانا۔ اور تمہیں جتا نہیں دیا تھا۔ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اب تم لوگ بہشت میں رہنے کے قابل نہیں رہے + بس یہاں سے نکل جاؤ۔ اور زمین پر جا بسو۔ تمہاری اولاد اور تم سب وہیں رہو گے۔ وہیں جیو گے۔ وہیں مرو گے۔ وہیں سے قیامت کو زندہ ہو کر اُٹھو گے +

اس گناہ میں جو جو شریک تھے۔ ان سب کے لئے خداوند تعالےٰ نے سزائیں تجویز کیں + شیطان تو پہلے ہی سے سدا کا مردود ہو چکا تھا۔ سانپ کو یہ سزا ہوئی۔ کہ تیری خوراک مٹی ہوگی۔ تُو پیٹ اور سینے کے بل چلا کرے گا۔ آدم اور اُس کی اولاد تیرا سر کچلے گی۔ اور تُو اس کی ایڑی کو کاٹے گا۔ تجھ میں اور نسل آدم میں ہمیشہ کی دشمنی ڈال دی گئی +

عورت کو ارشاد ہوا۔ کہ تُو درد سے بچے جنے گی۔ اور خاوند کی اطاعت میں رہ کر روٹی کھائے گی۔ اور طرح طرح کی آلودگیوں میں رکھی جائے گی + آدمی کو یہ سزا ہوا۔ کہ تو ہمیشہ کے لئے محنت سے پسینہ بہائے اور مشقت سے روٹی کمائے گا۔ اور عورتوں اور بچوں کے کھانے پہننے اور پرورش کرنے کا بوجھ بھی تیری گردن پر رہے گا +

آدم مدت تک گریہ وزاری اور توبہ و استغفار میں مشغول رہے۔ اور اپنے کی معافی طلب کرتے رہے۔ آخر خداوند تعالےٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی۔

اور اُن کا گناہ معاف کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ زمین پر تم لوگوں کے پاس وقتاً فوقتاً ہماری طرف سے ہدایت آیا کرے گی۔ جو ہماری ہدایت مانے اور راہِ راست پر چلے گا۔ وہ ہلاکت سے بچے گا۔ اور جو اس سے مُنہ موڑے گا۔ وہ قیامت کے دن اوندھا کر کے اُٹھایا اور دوزخ میں گرایا جائے گا۔

اب آدم اور حوا دنیا میں رہنے لگے۔ خدا نے انہیں زراعت سے معاش پیدا کرنا سکھایا۔ اور وہ دونو ایک دوسرے کی مدد سے مل جُل کر گذارہ کرنے لگے۔ جب حوّا کو حمل رہتا۔ تو اُن کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی دونو ایک ساتھ پیدا ہوتے۔ خداوند تعالےٰ نے ان کی شریعت میں اجازت دے دی تھی۔ کہ ایک حمل کے بیٹے کا نکاح دُوسرے حمل کی بیٹی سے کر دیا جائے۔ اس طرح آدم کی اولاد زمین پر بڑھنی شروع ہوئی۔

ہابیل اور قابیل

حضرت آدم اور حوّا کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام ہابیل تھا۔ اور دوسرے کا قابیل۔ ہابیل بھیڑ اور بکری رکھتا اور چرواہے کا کام کرتا تھا۔ اور قابیل نے کھیتی باڑی کا پیشہ اختیار کیا۔ ہابیل بہت نیک دل آدمی تھا۔ مگر قابیل دل کا کھوٹا اور حاسد تھا۔ ایک دن ایسا ہوا۔ کہ قابیل نے اپنی زمین کی پیداوار میں سے کچھ پھل ترکاری اللہ کی نیاز کے لئے پیش کی۔ تاکہ اللہ اسے قبول فرمائے۔ اور اس کی پیداوار میں برکت دے۔ اسی طرح ہابیل بھی اللہ کی نیاز کے لئے ایک بکری کا بچہ لایا۔ ان دونو نیازوں میں سے اللہ کو جو نیاز دینے والوں کے

دلوں کا حال جانتا ہے ہابیل کی نیاز پسند آئی اور قابیل کی پسند نہ آئی - اس سے قابیل کو بہت غصہ آیا - اور اُس نے بہت بُرا مُنہ بنایا + اللہ نے فرمایا - اپنے بھائی کی نیاز قبول ہونے پر تجھے غصّہ کیوں آیا - اور تُو نے ایسا بُرا مُنہ کیوں بنایا ؟ اگر تیری نیاز صدق نیت سے ہوتی - تو وہ بھی قبول ہوتی +

پھر جب ہابیل اور قابیل دونو جنگل میں تھے - تو بے رحم قابیل نے اُٹھ کر اپنے بھائی کو جان سے مار ڈالا - مگر مارنے کے بعد ڈرا - کہ اگر باپ کو معلوم ہوا - تو مجھ سے قصاص لیا جائیگا - بہتر ہو - کہ اس لاش کو کہیں دُور پھینک دوں - مگر کچھ تجویز اس کی سمجھ میں نہ آئی +

ایک دن اس نے دیکھا - کہ دو کوّے آپس میں لڑ رہے ہیں - ایک نے دوسرے کو مار ڈالا - اس کے بعد زمین کو کرید کرید کر ایک گڑھا کھودا - اس میں دوسرے کوّے کی لاش رکھی - اور اس پر مٹی ڈال کر زمین کو برابر کر کے اُڑ گیا + قابیل نے اپنے دل میں کہا - کہ افسوس - مجھ میں کوّے کے برابر بھی عقل نہیں آخر اس نے بھی اسی طرح گڑھا کھود کر ہابیل کی لاش کو اس میں دفن کیا +

حضرت آدم کو ہابیل کے مر جانے کی خبر ہوئی - تو وہ نہایت غمگین ہوئے - کتابوں میں لکھا ہے - کہ انہوں نے سریانی زبان میں ہابیل کا مرثیہ بھی کہا + قابیل قصاص کے خوف سے آوارہ و سرگردان پھرتا رہا - آخر بھاگ کر کسی طرف نکل گیا اور خدا سے نافرمانی اختیار کی + اس کے بعد آدم کو خدا نے ایک اَور بیٹا دیا - جس کا نام انہوں نے شیث رکھا - جس کے آگے بہت سے بیٹے اور پڑپوتے ہوئے +

جب آدم کی وفات کا زمانہ قریب آیا - تو انہوں نے اپنی سب اولاد کو بُلا کر

انہیں نیکی اور صلح سے رہنے کی وصیت کی۔ اور فرمایا۔ کہ میرے بعد میرا بیٹا شیث میرا قائم مقام ہوگا۔ تم اُس کی فرماں برداری کرنا۔ اور اس کے کہے پر چلنا۔ اس کے بعد حضرت آدم نے ۹۳۰ برس کی عمر میں اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔

حضرت شیث علیہ السّلام

(۱۳۰- ۱۰۴۲ء عمر ۹۱۲ سال)

حضرت آدم کے بعد حضرت شیث کو نبوت عطا ہوئی۔ ان کے بھائی بند زراعت کا کام کرتے تھے۔ اور جب فصل کاٹنے کا وقت آتا۔ تو حضرت شیث کو ان کا حصہ پہنچا دیتے تھے۔ انہیں کھیتی باڑی کی تکلیف نہ دیتے تھے۔ شیث نے اپنی قوم کو راہِ راست پر چلایا۔ اور قابیل کی اولاد کو بھی تلقینِ ایمان کی۔ کچھ ان میں سے ایمان لائے۔ کچھ گمراہ ہی رہے۔ حضرت شیث ۹۱۲ برس کی عمر میں اس جہان سے رخصت ہوئے۔

آخر شیطان نے ان کی قوم کو بہکایا۔ اُنہوں نے شیث کا بُت بنا کر پُوجنا شروع کر دیا۔ اور سب گمراہ ہو گئے۔

حضرت ادریس علیہ السّلام

(۶۲۲-۹۸۷ء عمر ۳۶۵ سال)

جب حضرت شیث کی اولاد میں سخت گمراہی اور بدی پھیل گئی۔ تو انہیں کی نسل سے "اخنوع" پیدا ہوئے۔ چونکہ وہ اپنی قوم کو خدا کے صحیفے وغیرہ پڑھاتے

میں بہت مشغول رہتے تھے۔ اس لئے ان کو ادریس کہتے تھے۔ جس کے معنے ہیں درس دینے والا۔ یہ حضرت شیث کے پوتے کے پڑپوتے تھے۔ خدا نے ان کو نبوت عطا فرمائی۔ اور قوم کی رہنمائی کے لئے مقرر کیا۔ کہتے ہیں۔ درزی کا کام پہلے پہل خدا نے انہیں کو سکھایا۔ چنانچہ وہ کپڑے سی کر ہی اپنا گذارہ کرتے تھے۔ ان کے سمجھانے اور وعظ و نصیحت کرنے سے قابیل کی اولاد کے بہت سے لوگ ایمان لائے۔ اور حضرت شیث کی قوم جو بُت پرست تھی۔ وہ بھی نیکی کی راہ پر آئی۔ آخر جب حضرت ادریس کی عمر ۳۶۵ برس کی ہوئی۔ تو خدا تعالےٰ نے انہیں آسمان پر اُٹھالیا۔

حضرت نُوح علیہ السّلام

(۱۰۵۶-۲۰۰۶-عمر ۹۵۰ سال)

حضرت ادریس کی وفات کے بعد اُن کی قوم سخت گمراہ ہوگئی۔ اور سراسر بُت پرستی میں ڈوب گئی۔ اُن کے ہاں بے شمار بُتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ پانچ بُت خصوصیت سے مشہور تھے۔ جن کے نام قرآن مجید میں بھی آئے ہیں۔ یعنی وُد ۱۔ سُواع ۲۔ یغوث ۳۔ یعوق ۴۔ نسر ۵۔

خداوند تعالےٰ نے جب دیکھا۔ کہ زمین پر بدی بہت پھیل گئی۔ اور تمام مخلوق نافرمان و بدکردار ہوگئی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کو جو حضرت ادریس کے پڑپوتے تھے نبوت عطا فرمائی۔ تاکہ لوگوں کو راہِ راست پر لائیں۔

حضرت نوح خدا کے حکم سے ہر روز اُن گمراہوں کو سچائی کی طرف بُلاتے۔

اور بُت پرستی سے روکتے تھے۔ لیکن ایک عرصۂ دراز تک وعظ و نصیحت کرنے کے باوجود صرف اسّی شخص ایمان لائے۔ وہ بھی غریب غربا لوگ جن کی اپنی قوم میں کُچھ عزّت و وقعت نہ تھی ۔

لکھا ہے۔ کہ جب نوح اپنی قوم کو خدا پر ایمان لانے کے لئے کہتے۔ تو وہ ان پر ہنستے۔ اور انہیں یہ طعنہ دیا جاتا تھا۔ کہ تم پر صرف وہ لوگ ایمان لائے ہیں۔ جو نہایت ذلیل اوقات اور حقیر ہیں ۔ نوح علیہ السّلام انہیں یہ جواب دیتے۔ کہ مَیں تمہیں بھلائی کی بات بتاتا ہوں۔ اور بُرے کاموں کے عذابوں سے ڈراتا ہوں۔ مَیں اس بھلائی کے بدلے تم سے کوئی انعام نہیں مانگتا ہوں مَیں اپنا صلہ خدا سے لوں گا ۔ یاد رکھو۔ مَیں یہ دعوےٰ نہیں کرتا۔ کہ میرے پاس خدائی خزانے ہیں۔ نہ میرا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ مَیں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ نہ مَیں یہ کہتا ہوں۔ کہ مَیں فرشتہ ہوں۔ اور جن لوگوں کی نسبت تم حقارت کے لفظ استعمال کرتے ہو۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ فضلِ خدا سے محروم رہیں گے اگر مَیں یہ کہوں۔ تو بڑے ظلم کی بات ہوگی ۔

کافروں نے کہا۔ نوح۔ تمہیں جھگڑنا اور باتیں بنانا خوب آتا ہے۔ ہم تو یہ جانتے ہیں۔ کہ اگر تم سچّے ہو۔ تو جس عذاب سے ڈراتے ہو۔ لے آؤ ۔

اس قوم کی سرکشی یہاں تک پہنچی۔ کہ جب ان میں سے کوئی مرتا۔ تو اپنے بچّوں کو یہ وصیّت کرتا۔ کہ دیکھنا۔ نوح کی باتوں پر کان نہ دھرنا۔ یہ دیوانہ ہے اسے ہمیشہ ذلیل و خوار رکھنا ۔

ایک دفعہ بہت سے کفّار نے مل کر حضرت نوح کو ایسا سخت مارا۔ کہ ان کا

بدن لہولہان ہو گیا + آخر ان باتوں سے تنگ آکر اور نا اُمید ہو کر نوح نے بارگاہ الٰہی میں نہایت اضطرار کی حالت میں دُعا کی۔ کہ بارِ الٰہا۔ مَیں نے اپنی قوم کو ہر چند سمجھایا۔ اور رات دن ان کے پیچھے سر کھپایا۔ مگر جتنا انہیں بُلایا۔ اُتنا ہی وہ زیادہ بِدکے۔ جب کبھی مَیں نے اُنہیں سمجھانا چاہا۔ اُنہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیں۔ تاکہ میری آواز نہ سُن سکیں۔ مَیں اُنہیں سمجھاتا سمجھاتا تھک گیا۔ پر اُنہوں نے میرا کہا نہ مانا۔ یہ گمراہ قوم ایمان لانے والی نہیں۔ اب تُو اِنہیں ایسا تباہ کر۔ کہ زمین پر اِن کا نشان باقی نہ رہے۔ یہ زندہ رہی۔ تو اِن سے جو نسل چلے گی۔ وہ بھی کافر بدکار ہو گی ❊

خداوند تعالےٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ فرمایا۔ کہ بس جو ایمان لا چکے سو لا چکے۔ اب کوئی ایمان نہیں لانے کا۔ تُو ان باتوں سے کچھ رنج نہ کر۔ اور جس طرح ہم کہیں۔ ایک بہت بڑی کشتی بنا۔ مگر دیکھ۔ اِن نابکاروں کے بارے میں ہم سے کچھ عرض معروض نہ کرنا۔ کیونکہ ہم ان سب کو غرق کرنے والے ہیں ❊

حضرت نوح نے کشتی بنانی شروع کی۔ تب تو کافروں نے اَور بھی ہنسی اُڑائی۔ چنانچہ یہ جب اُدھر سے گزرتے۔ تو طرح طرح کے تمسخر کرتے۔ اور کہتے۔ کہ اب نوح کے دیوانہ ہونے میں کیا شک ہے۔ جب کہ وہ خشکی میں کشتی بنا رہا ہے۔ کیا اسے زمین پر چلائے گا؟

نوح ان باتوں کا کچھ خیال نہ کرتے۔ اور اپنے کام میں مشغول رہتے۔ اور کہتے تو صرف یہ کہتے۔ کہ جس طرح آج تم ہم پر ہنستے ہو۔ اسی طرح ایک دن ہم

تم پر ہنسیں گے + غرض کشتی بن کر طیار ہو گئی - توریت میں لکھا ہے - کہ یہ تین سو ہاتھ لمبی - پچاس ہاتھ چوڑی اور تیس ہاتھ اُونچی تھی - مگر بعض اور روائتوں سے معلوم ہوتا ہے - کہ اس سے بہت بڑی تھی +

اب وعدے کا وقت بھی آ پہنچا - اور غضب الٰہی کے تنور نے جوش مارا - آسمان سے الغاروں پانی برسنا شروع ہوا - گویا آسمان کے دروازے کُھل گئے ہیں - اور سمندر کے سوتے پُھوٹ نکلے +

خداوند تعالےٰ نے حکم دیا - کہ اے نوح - اپنے کنبے کے آدمیوں اور ایمانداروں کو کہہ دے - کہ وہ کشتی میں سوار ہو جائیں - اور اُن کے علاوہ ایک ایک جوڑا ہر قسم کے جانور کا اپنے ساتھ لے کر اُن کی خوراک اور اپنی پوشاک کا بندوبست کر کے کشتی میں سوار ہو جا - کیونکہ قہر خداوندی نازل ہونے کا وقت آن پہنچا ہے +

نوح نے باری تعالےٰ کے حکم کے مطابق عمل کیا - چنانچہ وہ اور اُن کی بیوی اور تینوں بیٹے سام - حام اور یافث اور اُن کی بیویاں اور دوسرے سب مومن اللہ کا نام لے کر کشتی میں سوار ہو گئے - اور اب کشتی طوفان میں چلنے لگی + نوح کا ایک بیٹا نافرمان اور بے دین تھا - وہ کشتی میں نہ آیا - نوح نے آواز دی - کہ بیٹا - آؤ - ہمارے ساتھ کشتی میں بیٹھ جاؤ + اس نے کہا - مَیں کشتی میں نہیں آتا - مَیں تیر کر کسی پہاڑ سے جا لگوں گا - پھر اس پر چڑھ کر بچ جاؤنگا باپ نے کہا - آہ - آج کوئی چیز خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکتی - آج تو اللہ کا رحم ہی بچا سکتا ہے + ابھی دونوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں - کہ ایک لہر اُٹھی

اور دونو کے درمیان آڑ ہو گئی ؛

نوح کے سینے میں محبت پدری نے جوش مارا۔ گڑگڑا کر خداوند کریم سے عرض کی۔ کہ تُو نے میرے گھر کے لوگوں کو بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ دیکھ۔ میرا بچہ غرق ہوا جاتا ہے + خداوند تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اے نوح۔ وہ خاص تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ نہ اس کے اعمال نیک ہیں۔ تُو صبر کر۔ اُس کی تقدیر میں یہی لکھا ہے۔ کہ کفر کی موت مرے۔ ؎

پسرِ نُوح بابداں بنشست خاندانِ نبوّتش گم شُد

غرض طوفان لحظہ بہ لحظہ بڑھنے لگا۔ چالیس دن اور چالیس رات برابر جھڑی لگی رہی۔ تمام دُنیا سمندر بن گئی۔ پانی کی لہریں اتنی اُونچی اُٹھتی تھیں۔ کہ گویا پہاڑ بہ رہے ہیں۔ اتنا پانی چڑھا۔ کہ اُونچے اُونچے پہاڑ بھی ڈوب گئے۔ اور اُن آدمیوں اور اُن جانوروں کے سوا جو کشتی میں تھے۔ اور دُنیا کے سب جاندار مر گئے۔ نُوح کا نافرمان بیٹا بھی ڈُوب کر مر گیا ؛

جب دُنیا میں زندگی کا نام و نشان نہ رہا۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ بس اے زمین اپنا پانی پی لے۔ اور اے آسمان تھم جا + یہ کہنا تھا۔ کہ زمین کے سوتے بند ہوئے۔ اور بارش بھی تھم گئی۔ پانی گھٹنا شروع ہوا + ساتویں مہینے نُوح کی کشتی جُودی پہاڑ کی چوٹی پر جسے آج کل کوہ ارارات کہتے ہیں۔ اور موصل کے قریب ہے۔ جا ٹکی ؛

نُوح نے کشتی کی کھڑکی کھولی۔ اور ایک کبوتری اُڑا دی + کبوتری اُڑی۔ مگر کہیں بیٹھنے کی جگہ نہ پائی۔ اس لئے واپس آئی + نوح نے سات روز اَور

صبر کیا۔ اس کے بعد پھر اُڑائی۔ وہ شام کے وقت واپس آئی۔ دیکھا۔ تو چونچ میں زیتون کی ایک تازہ پتی لئے ہوئے تھی۔ تب نُوح کو معلوم ہوا۔ کہ زمین پانی میں سے نکلنی شروع ہوئی + تب اُنہوں نے سات روز اَور صبر کیا۔ اور پھر تیسری دفعہ کبوتری کو اُڑایا۔ وہ پھر اس کے پاس واپس نہ آئی۔ غرض ایک سال کے بعد سارا پانی سُوکھ گیا۔ اور نُوح نے پھر زمین دیکھی ؛

خدا کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ اب سلامتی اور برکت کے ساتھ کشتی سے اُترو۔ تب نُوح نکلے۔ اور اپنے سب ہمراہیوں۔ جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کو بھی نکالا + خدا نے نوُح اور اُس کی اولاد کو برکت دی۔ اور انہیں کہا۔ پھلو بڑھو اور زمین کو آباد کرو ؛

جس وقت طوفان آیا۔ نوح کی عمر ۶۰۰ برس کی تھی۔ اس کے بعد ۳۵۰ برس زندہ رہے۔ اور وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ اس کے بعد فوت ہو گئے + وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ اور اُس وقت تک تمام زمین پر ایک ہی زبان بولی جاتی تھی ؛

حضرت ہُود علیہ السّلام

(۱۲۹۲ - ۱۷۵۶)

سام ابنِ نوح کا ایک پڑپوتا عاد تھا۔ اس کی اولاد ایک بڑی بھاری قوم بنی۔ اور اس نے عرب میں جاکر اس کے تمام اطراف جنوب و مشرق پر قبضہ کر لیا۔ یعنی علاقہ حضرموت و عمان وغیرہ کے میدانوں میں جو احقاف یعنی ریت کے

ٹیلوں کے نام سے مشہور تھے۔ جاہلی اور بڑی قوت حاصل کی + اس قوم کے لوگ بہت دراز قد اور دوسرے اہل عرب کی نسبت زیادہ تن و توش رکھتے تھے۔ اس قوم نے صنعت اور حرفت میں بھی بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اور اس صنعت کی عمارتیں بنائی تھیں۔ کہ جنہیں دیکھ کر عقل دنگ ہوتی تھی + ان کا دعوے تھا۔ کہ جہان بھر میں ہم سے زیادہ کوئی طاقت ور نہیں۔ مگر ان کی اس شہرت اور عظمت کو اس عیب نے برباد کر دیا۔ کہ وہ لوگ بُت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے+ اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے انہیں کی قوم سے حضرت ہود کو نبی بنا کر بھیجا۔ کہ وہ بھی سام کے پڑپوتے تھے +

حضرت ہُود نے اپنی قوم کو کیا نصیحت کی۔ اور ان کی قوم نے انہیں کیا جواب دیا۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں مفصّل آیا ہے + حضرت ہُود نے کہا۔ کہ مَیں خدا کی طرف سے پیغام لے کر آیا ہوں۔ کہ تم صرف خدائے واحد کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں۔ مَیں یہ وعظ و نصیحت تمہاری بھلائی کے لئے کہتا ہوں۔ تم سے مَیں اس کا کچھ بدلہ نہیں مانگتا ہوں۔ میرا اجر پروردگار خود عطا فرمائے گا + اے لوگو۔ کیا تم ہمیشہ اس دنیا میں رہو گے۔ کہ بلا ضرورت ایسی اُونچی اُونچی پختہ عمارتیں بناتے ہو۔ اور اپنا دل سراسر اسی کام میں لگا رکھا ہے تمہیں دین کا بھی خیال چاہیئے۔ خدا کے بنائے ہوئے راستے پر چلو۔ اور اس کا حکم مانو۔ تم خود جانتے ہو۔ اس نے تم پر کیا کیا احسان کئے ہیں۔ اس نے تمہیں اولاد بخشی۔ آرام اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے مال مویشی عطا کئے۔ سیر و تفریح کے لئے باغ اور چشمے دئے۔ تمہیں اللہ کے یہ سب احسان یاد رکھنے چاہئیں +

کافروں نے کہا۔ تم تو ہمیں بالکل احمق اور جھوٹے دکھائی دیتے ہو+ حضرت ہُود نے کہا مجھ میں حماقت کی بات کون سی ہے۔ مَیں تو خدا کا پیغام لایا ہوں۔ کیا خدا کا پیغام سنانا۔ اور تمہاری بھلائی چاہنا حماقت کی بات ہے؟ کیا تمہیں اس بات سے تعجب آتا ہے۔ کہ مَیں بھی تم جیسا آدمی ہوں۔ اور خدا نے مجھے پیغمبر بنا دیا ہے؟

اُنہوں نے کہا۔ تمہارا اصل مطلب یہ ہے۔ کہ جس معبود کو ہمارے بزرگ ہمیشہ سے پُوجتے آئے ہیں۔ ہم اُن کی پرستش چھوڑ دیں۔ اور تیرے خدا کی عبادت کرنے لگیں؟ یاد رکھو۔ یہ ہمارے معبودوں کی ہی مار تم پر پڑی ہے۔ کہ تمہاری عقل جاتی رہی ہے۔ اور ایسی بہکی باتیں کرتے ہو+ ہود نے کہا۔ بے شک میرا یہی مطلب ہے۔ اور تم میری نصیحت نہ مانو گے۔ اور اپنی بدکرداریوں سے باز نہ آؤ گے۔ تو تم پر خدا کا قہر نازل ہو گا+ انہوں نے کہا۔ کہ قہر کا ڈراوا تو ہمیشہ سے ہی سُنتے آئے ہیں۔ کسی نے نازل کر کے تو نہ دکھایا۔ تم ہی نازل کر کے دکھا دو+ غرض قومِ عاد نے اُن کی ایک نہ سُنی+ سرکشی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ آخر گُناہ کا پیالہ لبریز ہو گیا۔ اور قہرِ الٰہی آ پہنچا+ اوّل اللہ تعالےٰ نے اس قوم پر تین سال تک بارش بند رکھی۔ اور سخت قحط ڈالا۔ جس سے ہزاروں بھُوکے مر گئے+ اس کے بعد پہاڑوں کی طرف سے ایک سیاہ گھٹا اُٹھی جسے دیکھ کر وہ یہ سمجھے۔ کہ یہ بارانِ رحمت سے بھرے ہوئے بادل اُمڈے چلے آرہے ہیں۔ جو ہم پر خوب برسیں گے+ تھوڑی دیر میں وہ گھٹا سر پر آگئی۔ اور اس میں سے رعد کی آواز آئی+ اس کے بعد ایک بے انتہا سخت طوفان آندھی

کا چلا۔ اور سات رات اور آٹھ دن برابر جاری رہا۔ جس سے مکان محل اور عمارتیں گر پڑیں۔ اور جو لوگ عذاب کے آنے کا یقین نہیں کرتے تھے۔ سب فنا ہو گئے + تباہی اور ہلاکت کے بعد ان قد آوروں کی لاشیں زمین پر یوں بچھی پڑی تھیں۔ جس طرح آندھی سے کھجور کے تن آور درخت جنگل میں گر پڑے ہوں + خدا نے انہیں ناک کان آنکھیں اور ہوشمندی کے سب سامان دئے تھے۔ مگر کوئی کام نہ آیا۔ اور ہمیشہ کے لئے اُن کی جڑ کٹ گئی + اللہ نے اپنی رحمت سے حضرت ہُود اور اُن کے مومن رفیقوں کو اس عذاب سے بچا لیا + یہ واقعہ طوفانِ نوح سے کوئی سَو برس بعد ظہور میں آیا +

باغِ اِرم یعنی شدّاد کے بہشت کا قصّہ

قومِ عاد میں ایک سردار تھا۔ جس کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام شدّید اور دُوسرے کا شدّاد تھا + شدید تو دیر تک بادشاہی کر کے مر چکا تھا۔ شدّاد حضرت ہُود کے وقت میں موجود تھا + یہ بڑے دبدبے اور دولت والا بادشاہ تھا۔ رُوئے زمین کے تمام بادشاہوں نے اس کی اطاعت اختیار کر لی تھی + حضرت ہُود نے اس کی ہدایت کے لئے گئے۔ اور اسے کہا۔ کہ اے شدّاد۔ اللہ نے تجھے کتنی بڑی عمر عنایت کی۔ بے انتہا دولت کے خزانے تجھے دئے۔ اور بے شمار خوبصورت بیویاں تجھے عطا کیں۔ اس کے علاوہ فوج لشکر اور قسم قسم کی نعمتیں بخشیں۔ تجھے لازم ہے۔ کہ اُس پر ایمان لائے۔ اور اس کی عبادت کرے +

شدّاد نے جواب دیا۔ کہ جو کسی کی خدمت بجا لاتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ کسی مرتبے۔ عُہدے اور دولت کی ترقّی کے لئے کرتا ہے۔ جب یہ سب چیزیں مجھے پہلے ہی حاصل ہیں۔ تو مجھے کسی کی خدمت کرنے کی کیا حاجت ہے؟ حضرت ہُود نے کہا۔ ایمان لانے سے عاقبت میں بہشت ملے گا + اس نے کہا۔ کہ مَیں نے بہشت کی نسبت بہت کچھ سُنا ہے میرا ارادہ ہے۔ کہ رُوے زمین پر ہی ایک ایسا بہشت بناؤں جس کا وعدہ تمہارا خدا کرتا ہے۔ اس میں رات دن عیش منایا کروں گا ؞

شدّاد کا ملک نہایت وسیع تھا۔ اپنے ملک کے عالموں کے پاس قاصد بھیجے۔ کہ جس قدر سونا چاندی اور گراں بہا جواہر مل سکیں۔ لائیں +

چالیس فرسنگ زمین ہموار اور نہایت عمدہ تلاش کی گئی۔ اس پر ایک نہایت عالیشان محل تیار کرایا۔ اس کی بنیاد سنگ مرمر کی رکھی۔ اور دیواریں سونے چاندی کی اینٹوں سے اُٹھائی گئیں + عمدہ عمدہ میوہ دار درخت لگائے دودھ اور شہد کی نہریں اس میں جاری کی گئیں + سارے ملک کے خوبصورت لڑکے اور کنواری لڑکیاں جمع کر کے اس بہشت میں بطور حور و غلمان کے رکھی گئیں۔ اور جس طرح کا بہشت وہ چاہتا تھا۔ اور جیسا حضرت ہود نے اُس پر ظاہر کیا تھا۔ بہت سے سالوں میں بن کر تیار ہوا +

وہ دس برس تک اپنا بہشت دیکھنے کا قصد کرتا رہا۔ مگر کچھ ایسی رُکاوٹیں پیش آتی رہیں۔ کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا + آخر ایک دن چند سو غلام ساتھ لئے۔ اور باغ کے دیکھنے کو گیا + باغ کے دروازے پر پہنچا

گھوڑے سے اُترنے لگا۔ ایک پاؤں بہشت کے دروازے پر رکھا۔ دوسرا ابھی رکاب ہی میں تھا۔ کہ ملک الموت نے اس کی رُوح قبض کرلی۔ اور باغ ارم دیکھنے کی حسرت اس کے دل ہی میں رہ گئی +

اس کے مرنے کے بعد اس کی قوم اور اس کے تمام ساتھی عذاب الیم سے تباہ کر دئے گئے۔ اور جو بہشت خدا کے بہشتِ جاودانی کے مقابلے میں بنایا گیا تھا۔ اس کا نام و نشان دنیا سے مٹ گیا +

ہُود نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور جب ان کی عمر ۴۶۴ برس کی ہوئی۔ تو جہان فانی سے انتقال فرمایا +

حضرت صالح

قوم عاؔد کے بعد ثمود کی اولاد نے عرب میں بڑا نام پایا + ثمود حضرت نوح کے پڑپوتے کا بیٹا تھا۔ اس کی اولاد بھی ایک زبردست قوم ہوئی + یہ عرب کے اس حصے میں بستی تھی۔ جو الحجر کے نام سے مشہور ہے + مشرق میں میدان وادی القریٰ تک اِن کی بستیاں پھیلی ہوئی تھیں + یہ قوم سنگتراشی میں بہت مشہور تھی۔ اس ہنر سے پہاڑوں کو اندر سے کھود کر بڑے بڑے عالی شان مکان بناتے اور نقش و نگار سے آراستہ کرتے تھے۔ جو اثالیب کہلاتے تھے۔ اب تک وہ مکان حجاز اور شام کے درمیانی علاقے میں موجود ہیں۔ اور سیاح انہیں حیرت کی نظر سے دیکھتے ہیں +

کچھ مدت کے بعد یہ بدبخت قوم بھی بُت پرستی کے گڑھے میں گر پڑی۔

چنانچہ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالٰے نے حضرت صالح کو جو نوح کے پڑپوتے کے پڑپوتے ہوتے تھے۔ پیغمبر بناکر بھیجا۔ اور انہوں نے انہیں وعظ و نصیحت کرنا شروع کیا۔ اور بُت پرستی چھوڑنے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی تاکید کی + کافر ان کی ایک نہ سُنتے تھے۔ بلکہ پیغمبری کے دعوے میں اُنہیں جھُوٹا اور شیخی باز کہتے تھے۔ اور جو چند غریب غربا اُن پر ایمان لائے تھے۔ اُن پر بھی ہنستے اور مذاق کرکے پُوچھتے۔ کہ کیا سچ مچ یہ خدا کے رسول ہیں؟ پھر کہتے۔ کہ بھئی ایسے رسول کو تم ہی مانو۔ ہم تو مانتے نہیں +

قصّوں کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ قوم ثمود نے حضرت صالح سے کہا۔ کہ اچھا اگر تم خدا کے بھیجے ہوئے سچّے نبی ہو۔ تو ہمیں ایک معجزہ دکھاؤ وہ یہ کہ پہاڑ پھٹ کر ایک اونٹنی پیدا ہو۔ اور وہ پہاڑ سے نکلتے ہی ایک سُرخ بالوں کا بچّہ جنے۔ اور وہ بچّہ اُسی وقت ہمارے سامنے بڑی اُونٹنی کے برابر ہوکر دوڑتا پھرے۔ اور ہم اس اُونٹنی کا دودھ پیئیں۔ تب ہم ایمان لائیں گے + کہتے ہیں۔ خدا کے حکم سے اسی طرح اُونٹنی پیدا ہوئی اور کافروں نے جو جو کہا تھا۔ سب کچھ ہو گیا۔ پھر بھی وہ لوگ ایمان نہ لائے بلکہ وہ حضرت صالح کے اَور بھی زیادہ دشمن ہو گئے +

وہ زمانہ قحط کا تھا۔ چھوٹے چھوٹے چشموں اور تالابوں میں پانی بہت تھوڑا ہوتا تھا۔ وہ اُونٹنی پانی پیتی تھی۔ تو کافروں کو بہت غصّہ آتا تھا + وہ کہتے تھے۔ کہ اس اونٹنی سے ہمارے جانور بدک کر بھاگ جاتے

ہیں + اس لئے حضرت صالح نے پانی پینے کی باریاں مقرر کردیں۔ اور سمجھایا کہ اپنی اپنی باری پر پانی پلاؤ۔ اس بے زبان جانور پر ظلم نہ کرنا۔ ورنہ تم پر خدا کی طرف سے سخت عذاب نازل ہوگا +

یہ سُن کر کافر لوگ حضرت صالح کی جان کے لاگو بن گئے۔ اُن کی قوم کے ۹ چیدہ آدمی اس سازش کے سرغنے بنے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو اُن کی شرارت سے بچائے رکھا + جب ان لوگوں نے دیکھا۔ کہ صالح کے باب میں ہماری کچھ پیش نہ گئی۔ تو کسی دل چلے نے اس اُونٹنی کی پنڈلیاں کاٹ دیں۔ وہ گر پڑی اور مرگئی + حضرت صالح نے کہا۔ کہ اب بھی اللہ کے آگے توبہ کرو اور اپنے گناہ کی معافی مانگو۔ مگر وہ بدبخت کب توبہ کرنے والے تھے؟ حضرت صالح نے کہا۔ کہ اچھا۔ تین دن گھروں میں آور چین کرلو + چنانچہ چوتھے دن اس قوم کو آسمان سے ایسی ہولناک کڑک کی آواز سنائی دی۔ کہ بجلی کی کڑک بھی اس کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتی + کڑک کے سُنتے ہی اُن کی جان نکل گئی + صبح کو وہ لوگ اپنے مکانوں میں مُردہ اور سرنگوں پڑے ہوئے پائے گئے + اللہ تعالےٰ نے اپنے رحم سے حضرت صالح کو اور اُن لوگوں کو جو اُن پر ایمان لائے تھے۔ بچا لیا +

یہ واقعہ سدوم کی بربادی سے جس کا ذکر حضرت لوط کے قصے میں آئیگا تھوڑی سی مدت پہلے ہوا۔ یعنی حضرت مسیح کے پیدا ہونے سے ۱۹۰۰ برس قبل +

حضرت ابراہیم علیہ السّلام

(۲۱۸۳ - ۲۰۰۸)

بابل اور سواد عراق میں دریائے فرات کے کنارے اور بابل کے جنوب میں قدیم زمانے میں ایک شہر بستا تھا۔جس کا نام آور تھا۔ اس شہر کے کھنڈرات اب بھی ساحل بحر سے ۱۲۵ میل اُوپر کنارۂ دریا سے ۶ میل کے فاصلے پر پائے جاتے ہیں۔ جہاں اب قصبہ مغیر کی آبادی ہے + یہ اس مقام کے قریب ہے۔ جہاں دجلہ کی ایک شاخ جس کا نام شط الحی ہے دریائے فرات میں آکر شامل ہوتی ہے + اس شہر میں ایک شخص تارح رہتا تھا۔جس کا دادا حضرت نوح کے پڑپوتے کا پڑپوتا تھا + تارح کے دو بیٹے تھے - ایک کا نام حاران دوسرے کا ناحور تھا + حاران باپ کی زندگی میں ہی ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑ کر مر گیا تھا۔ بیٹے کا نام لوط اور بیٹی کا ملکہ تھا + تارح نمرود کے دربار میں جو اس ملک کا بادشاہ تھا۔ بڑا نامی گرامی امیر تھا + اس کے ہاں ستر برس کی عمر میں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام ابراہیم رکھا گیا۔ جس رات یہ بچّہ پیدا ہوا۔ اس رات تارح نے اس خوشی میں ایک جلسۂ دعوت کیا۔جس میں دربار شاہی کے اُمرا اور نجومیوں کو مدعو کیا - یہ لوگ عیش و عشرت میں رات گذار کر جب اپنے گھروں کو واپس چلے - تو صبح ہو چلی تھی۔ اس وقت وہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مشرق میں ایک بڑا اور روشن ستارہ طلوع ہوا - اور وہ آسمان کے چاروں کونوں کے چاروں ستاروں کو کھا گیا + نجومی یہ

حیرت ناک نظارہ دیکھ کر بہت سراسیمہ ہوئے - اور آپس میں بولے - کہ ہو نہ ہو - اس ستارے کا تعلق تارح کے بچّے سے ضرور ہے - یہ بچہ بڑا صاحب دولت و اقبال ہوگا - اور عزّت و حکومت حاصل کریگا - اور اس علاقے کی عنانِ حکومت اس کی اولاد کے ہاتھوں میں جائیگی ٭

اِن نجومیوں نے اس واقعہ کی خبر اور اس کی تعبیر بادشاہ سے بھی عرض کردی ٭ بادشاہ نے تارح سے وہ بچّہ طلب کیا - تارح نے اپنے بچّہ کے بدلے اپنے کسی غلام کا بچّہ کہ وہ بھی اسی رات کو پیدا ہوا تھا - بادشاہ کے حوالے کیا - چنانچہ ظالم بادشاہ نے اس بے گناہ معصوم کو اپنے ہاتھ سے قتل کردیا ٭ تارح نے اپنی بیوی بچّے اور اس کی انّا کو ایک غار میں چھپا کر جنگل میں رکھا - چنانچہ یہ لوگ دس برس تک اسی غار میں چھپے رہے - اور نمرود اتنی مدت میں اس بچّے کے معاملے کو بھول بھال گیا ٭ کتب بنی اسرائیل میں لکھا ہے - کہ دس برس کے بعد تارح نے انہیں اس غار سے تو نکالا - مگر اپنے گھر نہیں لایا - بلکہ انہیں حضرت نوح اور اُن کے بیٹے سام کے پاس بھجوا دیا تاکہ اُن کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہو - اور دینِ حق کی نیک تعلیم و تلقین حاصل کرے ٭

خدائے تعالےٰ نے اس بچّے کو ایامِ طفولیت سے ہی اعلےٰ درجے کا فہیم و ذکی بنایا تھا - اور وہ ہر بات پر غور کرنے اور اس کی تہ تک پہنچنے کا عادی تھا ٭ ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی • • می تافت ستارۂ بلندی

چنانچہ جب وہ رات کو غار سے نکلے۔ اور شاندار چاند اور چمکتے تاروں کا اَن گنت لشکر اس کے ساتھ دیکھا۔ تو بولے کہ ہو نہ ہو یہ خدا ہے۔ مجھے اس کی عبادت کرنی چاہیئے۔ مگر جب صبح کی روشنی سے چاند ماند پڑ گیا۔ اور تارے چھپ گئے۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ نہیں نہیں۔ یہ چھپنے اور ماند پڑنے والی چیزیں خدا نہیں ہوسکتیں + پھر جب دن میں آفتاب عالم تاب کا نور ہر طرف پھیلا دیکھا۔ تو سمجھے۔ کہ یہ چاند سے بھی بڑا اور زیادہ روشن ہے۔ ضرور یہ خدا ہے۔ اور اس کی عبادت کرنی چاہیئے۔ لیکن جب وہ بھی شام کو غروب ہو گیا۔ تو وہ بولے۔ کہ غروب ہو جانے والی چیزیں معبود نہیں ہوسکتی ہیں + خدا تو وہ پاک ذات ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ اور یہ سارا عالم رچایا۔ میں اُسی کی عبادت کرونگا۔ اور اسی کا بندہ ہو کر رہوں گا +

ابراہیم جب حضرت نوح کی صحبت میں رہ کر ایمان و نیکوکاری اور تقوے و پرہیزگاری میں ترقی اور قربِ الٰہی کے مدارج طے کر رہے تھے۔ نمرود اور اُس کی رعایا بدستور اپنی بدکرداریوں کے گہرے گڑھے میں گرتے اور گناہوں کے دلدل میں پھنستے جاتے تھے + تارح جسے آذر بھی کہتے تھے۔ خود پکا بُت پرست بن گیا تھا۔ اس کے گھر میں بارہ مہینوں کے بارہ بُت رکھے ہوئے تھے۔ جن کی وہ عبادت کرتا۔ اور اُن سے اپنی حاجتیں طلب کرتا تھا +

آخر جب ابراہیمؑ اپنی تعلیم و تلقین پوری کر کے اپنے باپ کے گھر آ گئے۔ اور اُنہوں نے اس گھر میں وہ بُت رکھے ہُوئے دیکھے۔ تو وہ رنج اور غصّے سے بیتاب ہو گئے۔ اور اپنے باپ سے کہا۔ افسوس۔ آپ ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ جو نہ سُن سکتی ہیں۔ اور نہ دیکھ سکتی ہیں۔ نہ کسی کام آسکتی ہیں۔ یہ تو شیطان کی پرستش ہے۔ اور

مجھے بہت ڈر ہے۔ کہ کہیں خدا کی طرف سے آپ پر عذاب نازل نہ ہو۔ میں آپ کو جو رستہ بتاؤں۔ آپ اس پر چلیں۔ مجھے خدا کی طرف سے ہدایت ہوئی ہے۔ اور میں دین حق کا سیدھا رستہ دکھاؤنگا + آذر نے کہا۔ ابراہیم تم ان باتوں سے باز آجاؤ ورنہ میں تم کو سنگسار کردونگا +

حضرت ابراہیم نے اپنی قوم سے بھی یہی کہا۔ کہ جن بتوں کی تم پرستش کرتے ہو۔ سوچو۔ وہ ہیں کیا چیز؟ لوگوں نے کہا۔ کچھ ہی ہوں۔ ہم نے اپنے بڑوں کو انہیں کی پرستش کرتے دیکھا ہے + حضرت ابراہیم نے کہا۔ کہ تم بھی گمراہ ہو۔ اور تمہارے بڑے بھی گمراہ تھے۔ جنہوں نے اتنا بھی نہ سمجھا۔ کہ یہ بت خدا کس طرح ہو سکتے ہیں۔ خدا تو وہ ہے۔ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے۔ اور جس نے ان پتھروں کو بھی پیدا کیا +

ایک دن حضرت ابراہیم نے اپنی ماں سے کہا۔ کہ اماں جان۔ والد کہتے ہیں کہ ہمارے اور زمین و آسمان کے خالق یہ بت ہیں۔ جو گھر میں رکھے ہوئے ہیں۔ پس تم آج ایک مینڈھا ذبح کرکے اُن کے لئے بہت عمدہ نیاز تیار کرو۔ تاکہ وہ اسے کھاکر خوش ہوں۔ ماں نے نیاز تیار کی۔ اور بتوں کے آگے رکھی +

جب بت خانہ خالی ہوا۔ ابراہیم ہاتھ میں ایک تبر لے کر اس میں گئے۔ اور بتوں کو جن کے آگے کھانا رکھا تھا۔ خطاب کرکے بولے۔ تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ اچھا کھاتے نہیں ہو۔ تو منہ سے تو کچھ بولو۔ جب وہ کچھ نہ بولے۔ تو تبر مار کر سب بتوں کو توڑ ڈالا۔ اور تبر ایک بڑے بت کے گلے میں لٹکا کر چلتے ہوئے + جب لوگوں نے آکر دیکھا۔ تو نہایت متاسف ہوئے + حضرت ابراہیم پر تو پہلے ہی شبہ تھا۔ نمرود کے پاس شکایت کی گئی + اس نے اُن کو بلایا۔ اور کہا۔ کیا یہ بت تو نے توڑے ہیں؟

آپ نے جواب دیا - کہ جو اُن سب میں سے بڑا ہے جس کے گلے میں تبر لٹک رہا ہے اس سے پُوچھو - وہ جو کچھ کہے گا - اس پر فیصلہ کرنا ٭

اس پر نمرود نے کہا - کہ بُت بھی کبھی بولا کرتے ہیں - آپ نے کہا - کہ جو بول بھی نہ سکے - اس کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ نمرود کو غصّہ آیا - اس نے حکم دیا - کہ اسے آگ میں ڈلوا دیا جائے ٭

باہر میدان میں بڑی آگ مشتعل کی گئی - اور تمام شہر کے لوگ - درباری - فوج اور خود نمرود دیکھنے آئے + حضرت ابراہیم کی مُشکیں باندھ کر اُس میں پھینک دیا گیا - خدا کی قدرت سے وہ آگ سرد ہو کر گلزار بن گئی - اور حضرت ابراہیمؑ اس میں سے بغیر کسی تکلیف کے نکل آئے ٭

نمرود خدا کی قدرتوں کا مُنکر تھا - ایک دفعہ ابراہیمؑ کی اس سے خوب بحث ہوئی + ابراہیمؑ نے کہا - خدا وہ ہے - جو لوگوں کو جِلاتا اور مارتا ہے + نمرود نے کہا - یہ کون سی بڑی بات ہے - مَیں بھی جِلا سکتا اور مار سکتا ہوں - چنانچہ اُس نے ایک خونی مجرم کو بُلا کر اُس کی جان بخشی کر دی - اور ایک بے گُناہ کو پکڑوا کر قتل کروا دیا + حضرت ابراہیم نے دیکھا - کہ یہ عجیب احمق آدمی ہے - جو مارنے اور جِلانے کے معنی بھی نہیں جانتا + انہوں نے اسے دوسری طرح سمجھایا - اور کہا - کہ خدا تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے - آپ ذرا مغرب سے تو نکال کر دکھائیے + یہ سُن کر کافر ہکّا بکّا رہ گیا - اور کچھ جواب نہ دے سکا ٭

اِن سب باتوں پر بھی بدبخت نمرود ایمان نہ لایا - تب حق تعالےٰ نے اُسکے عذاب کے لئے مچھّر بھیجے + اُن میں سے ایک مچھر نمرود کے مغز میں چڑھ گیا - اس سے

اس کا عیش تلخ ہوگیا۔جب وہ مچھر کلبلاتا تھا۔ تو اسے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ اس کا آرام بالکل جاتا رہا۔ آخر بہت دنوں تک یہ تکلیف اُٹھا اُٹھا کر نمرود مرگیا +

کسی وجہ سے جس کی کوئی تشریح کتب سیر میں نہیں ملتی تارح اپنے کنبے کو لیکر شہر حاران میں جابسا تھا۔ اور وہ اسی جگہ مرگیا +

حضرت ابراہیمؑ کا سفر کنعان

اس کے بعد خداتعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا۔ کہ تو اپنے قرابتیوں کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گھر سے نکل اور کنعان کو چلا جا۔ میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ اور تجھ کو مبارک اور تیرا نام بڑا کروں گا۔ اور جو تجھے برکت دیتے ہیں میں اُنہیں برکت دوں گا۔ دُنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پائیں گے +

ابراہیم حکم خداوندی کے موافق روانہ ہوئے۔ اور اپنے ہمراہ بیوی سارہ اور اپنے بھتیجے لوط اور اپنے سب مال مویشی کو بھی لے گئے۔ اور سب کے سب کنعان میں جا پہنچے + کچھ مدت وہاں گذری۔ پھر اس سرزمین میں ایسا سخت قحط پڑا۔ کہ تمام لوگ بھاگنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم کو بھی معاش تلاش کے لئے کہیں اَور جانے کی ضرورت ہوئی۔ اور انہوں نے لوط اور بی بی سارہ کو ساتھ لیا اور چلے + مصر میں پہنچے۔ وہاں کا بادشاہ نہایت ظالم اور سیاہ کار تھا۔ وہ جس شخص کے پاس خوبصورت عورت دیکھتا۔ اُسے مار ڈالتا۔ اور اس کی بیوی کو چھین کر اپنی بیوی بنا لیتا + حضرت ابراہیمؑ نے اس خوف سے بی بی سارہ سے کہا۔ کہ دیکھو۔ اگر یہاں کے لوگ تم سے پوچھیں۔ کہ تُو اس کی کون ہے۔ تو خبردار۔ یہ

نہ کہنا۔ کہ میں ان کی بیوی ہوں۔ بلکہ یہ کہ دینا۔ کہ مَیں ان کی بہن ہوں+ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سارہ فرعون کے گھر میں بھیجی گئیں۔ مگر ان کے گھر میں جاتے ہی فرعون پر کوئی ایسی آفت پڑی۔ کہ وہ خوف زدہ ہو گیا۔ اور اس پر یہ بات کُھل گئی۔ کہ ابراہیم خدا کے نبی ہیں۔ اور سارہ ان کی بی بی ہیں۔ تب اس نے ان کی بہت عزت کی اور اُن کو بہت سی بھیڑیں۔ بکریاں اور گائے بَیل اور لونڈی غلام دے کر رخصت کر دیا۔ ان لونڈیوں کے علاوہ اپنی ایک لڑکی بھی دی۔ جس کا نام ہاجرہ تھا+

ابراہیم اور اُن کے بھتیجے لوط اب تک اکٹھے تھے۔ دونو کے پاس گائے بَیل۔ بھیڑ بکریاں اور اُونٹ زیادہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ کنعان میں واپس آکر ایک دفعہ اُن کے چرواہوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ تب حضرت ابراہیم ڈرے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ جس طرح آج چرواہوں میں تکرار ہوئی۔ اسی طرح بھائیوں میں ہو جائے۔ بہتر ہو۔ کہ ہم جدا جدا رہیں+ لوط نے دریائے یردن کے پار کا ملک یعنی سدوم کا علاقہ پسند کیا۔ اور ابراہیم نے اس دریا کے اس طرف کا+ کچھ عرصے کے بعد سدوم کے آس پاس کے قبائل نے سدوم کے سردار پر حملہ کیا۔ اور وہ لوط اور اُن کے گھر کے بارہ آدمیوں کو بھی پکڑ کر لے گئے۔ ابراہیم کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو وہ فوراً اپنے ساتھ بڑی بھاری جمعیت لیکر لوط کی مدد کو پہنچے۔ اور دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے دمشق کے علاقے تک جا پہنچے۔ اور اپنے بھتیجے اور سب عزیزوں کو چُھڑا کر لائے۔ اور اُن کے دشمنوں کی خوب خبر لی+ ابراہیم لوط کو سدوم میں پہنچا کر پھر اپنے علاقے میں آ گئے۔ اور شہر یردن میں جو یروشلم سے بیس میل جنوب میں تھا رہنے لگے+

ابراہیم کی عمر اب اسّی برس سے زیادہ ہو گئی تھی۔ وہ اولاد کے نہ ہونے سے بہت اُداس اور غمگین رہتے تھے۔ اور اس کے لئے خدا کی درگاہ میں دُعا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور اولاد کا وعدہ دیا۔ اور کہا۔ کہ تیری اولاد آسمان کے تاروں کی طرح اَن گنت ہوگی + خدا نے ابراہیم کو خواب میں یہ خبر دی۔ کہ تیری اولاد ایک اجنبی ملک میں پردیسی بن کر رہیگی۔ اور وہاں کے لوگوں کی غلام بنے گی۔ وہ انہیں چار سو برس تک دُکھ دینگے۔ مگر میں آخر ان کو اس مصیبت سے نکال لاؤں گا۔ اور دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا ملک اُن کو دوں گا ٭

انہی ایام میں بی بی سارہ نے اولاد سے نا اُمید ہو کر اپنے شوہر کو یہ صلاح دی۔ کہ ہاجرہ سے نکاح کرلیں۔ شاید خدا انہیں اُن سے کوئی اولاد عطا فرمائے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے تھوڑے عرصے میں ہی ہاجرہ حاملہ ہوگئیں + سوکنوں کے جلاپے سے پیغمبروں کے گھر بھی خالی نہیں۔ بانو سارہ دعائیں مانگتی تھی۔ کہ کسی طرح بھی میرے شوہر کا گھر آباد ہو۔ مگر جب اس کی اُمید بندھی۔ تو وہ اپنے تئیں ہاجرہ کی نظروں میں حقیر پانے لگیں۔ اور اس بیچاری پر اس قدر سختی کی۔ کہ ہاجرہ اُن کا گھر چھوڑ کر کہیں چلی گئیں + وہ جنگل میں پانی کے ایک چشمے کے پاس اپنی مصیبت پر کُڑھ رہی تھیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ اور کہا۔ کہ اللہ نے تیرا دُکھ سُن لیا ہے۔ تُو جنگل میں نہ پھر۔ گھر کو واپس جا۔ تُو حمل سے ہے۔ اور بیٹا جنے گی۔ اُس کا نام اسمٰعیل رکھنا۔ یعنی اسمع ایل (سُن لیا اللہ نے) +

ہاجرہ واپس بی بی سارہ کے پاس جا کر رہنے لگیں۔ اور وقت مقررہ پر اُن کے

ہاں بیٹا ہوا۔ اور جیسا فرشتے نے کہا تھا۔ اس بچے کا نام اسمٰعیل رکھا گیا۔ اس وقت ابراہیم کی عمر چھیاسی برس کی تھی۔ اُن دنوں خدا ابراہیم کو نظر آیا۔ اور اُن سے یوں ہم کلام ہوا۔ کہ "میں تجھے نہایت بڑھاؤں گا۔ تو بہت سی قوموں کا باپ ہوگا۔ مَیں تیرا اور تیری بعد کی نسلوں کا خداوند ہوں گا۔ اور مَیں تجھ کو اور تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک دوں گا۔ آج سے تیرے ساتھ میرا یہ عہد بھی ہے۔ جسے تم ہمیشہ یاد رکھو۔ کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا جب وہ آٹھ روز کا ہو جائے۔ ختنہ کیا جائے"۔ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کا ختنہ کیا۔ اور وہ اس بچے کے لئے اللہ کی درگاہ میں بہت دُعائیں مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی دُعائیں قبول فرمائیں۔ اور فرمایا۔ کہ مَیں اسمٰعیل کو برکت دوں گا۔ اِسے برومند کروں گا۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے۔ مَیں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔

بچّے کی قُربانی

حضرت ابراہیم کی زندگی میں اُن کی عظمت۔ ایثار اور محبّت الٰہی ظاہر کرنے کی بے نظیر مثال بچّے کی قربانی کا واقعہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ پر خواب میں ظاہر ہو کر فرمایا۔ کہ ابراہیم اُٹھ اور فلاں پہاڑ پر جا کر اپنے بیٹے اسمٰعیل کو میرے لئے قربانی کر۔ حضرت ابراہیم تور کے تڑکے اُٹھے۔ اپنے بچے کو ساتھ لیا۔ اور اس پہاڑی کی طرف چلے۔ قربانی کے لئے لکڑیاں بیٹے کے کندھے پر رکھ دیں۔ اور آگ اور چھری خود اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے۔ ابراہیم نہایت خاموش تھے۔

بچے نے اس خاموشی کو توڑا اور باپ سے پوچھا۔ کہ ابّا جان آگ بھی ہے۔ لکڑیاں بھی۔ پر قربانی کا مینڈھا کہاں ہے؟ بیچارے باپ کیا جواب دیتے؟ فرمایا میرے بچے خدا تعالےٰ اس کا انتظام خود کر دیگا۔ پھر وہ دونو خاموشی سے چلتے چلتے پہاڑ پر آ پہنچے۔ تب حضرت ابراہیم نے وہاں ایک قربانگاہ بنائی۔ اور لکڑیاں چُنیں۔ اور اب بچے پر حکم ربی ظاہر کیا۔ بچے نے باپ کی طرف دیکھا۔ اور خدا جانے آنکھوں آنکھوں میں ہی کیا کہا۔ جھٹ چُنی ہوئی لکڑیوں پر لیٹنے کو تیار ہو گئے۔ اور کہا۔ کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو تو جان کیا چیز ہے؟

جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے۔ کہ حق ادا نہ ہوا

آخر باپ نے اپنے پیارے بچے کو باندھ کر ماتھے کے بل لٹایا۔ کہ کہیں چہرہ دیکھ کر ہاتھ لغزش نہ کھا جائے۔ اور اب اپنا ہاتھ بڑھا کر چھری اُٹھائی۔ کہ اُسے ذبح کرے اتنے میں فرشتے نے آواز دی۔ کہ ابراہیم تھم جا۔ اپنا ہاتھ روک لے۔ یہ تیرا صرف امتحان تھا۔ تُو پُورا نکلا۔ کہ اپنے پیارے بچے کو مجھ سے دریغ نہ کیا۔ لے تُو اس کے بدلے یہ مینڈھا ذبح کر۔

حضرت ابراہیم نے جو پیچھے پھر کر دیکھا۔ تو ایک مینڈھا کھڑا پایا۔ انہوں نے اسے ذبح کر کے قربانگاہ پر چڑھایا۔ اور خوشنودی حق تعالےٰ کی دُعا مانگی۔ اللہ اکبر حضرت ابراہیم خدائے پاک کے کیسے مخلص بندے تھے۔ کہ اس کی خوشنودی کے لئے اپنے جگر گوشے کے حلق پر یُوں چھُری پھیرنے کو تیار ہو گئے۔

خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کو تین بشارتیں دیں۔ جو جناب سرور انبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر پوری ہوئیں۔ اوّل اللہ نے یہ فرمایا۔ کہ میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤنگا۔

اور تجھ کو مبارک اور تیرا نام بڑا کر دوں گا۔ اور جو تجھے برکت دیتے ہیں۔ میں اُنہیں برکت دوں گا دُنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پائیں گے ٭ سب جانتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل ہے سوائے اُمت محمدی کے دُنیا میں اور کوئی اتنی بڑی قوم نہیں ہوئی۔ اور اسی قوم کو ہر نماز میں یہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ۔ یعنی تو محمدؐ پر برکت بھیج جس طرح تُونے ابراہیم اور اُن کی اولاد پر برکت بھیجی ٭

دوم۔ اللہ نے فرمایا۔ کہ میں تجھ کو اور تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک دوں گا۔ اور میرا یہ عہد ہے۔ کہ تمہارے ہر فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ یہ بشارت بھی اُمت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی صادق آتی ہے۔ کنعان کا تمام ملک اُن کے قبضے میں آیا۔ اور اب تک ہے۔ اور ان کے ہر لڑکے کا ختنہ بھی ہوتا ہے ٭

سوم حضرت اسمٰعیلؑ کے حق میں فرمایا گیا۔ کہ "میں اسے برومند کروں گا۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے"۔ یہ فرمودہ بھی اہل اسلام پر پورا ہوا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹے ہوئے۔ اور وہ سب عرب کے مختلف مقامات میں بسے۔ اور بہت بڑھے ٭

سدوم و عمورہ میں گناہ کی کثرت

ابراہیمؑ ایک دن گرمی کے وقت اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ تین آدمی چلے آرہے ہیں ٭ ابراہیمؑ مہمان نوازی میں مشہور تھے۔ لپک کر اُن سے ملنے کے لئے دوڑے۔ اور زمین تک جُھک کر اُنہیں سلام کیا۔ اور کہا۔ آپ ٹھیریے۔ میں آپ کے پاؤں دھونے کے لئے پانی لاتا ہوں۔ آپ ہاتھ پاؤں دھو کر درخت کے سائے میں آرام کیجئے۔ میں کھانا لاتا ہوں۔ وہ کھا کر اور تازہ دم ہو کر جہاں جانا ہو۔ جائیے ٭ ابراہیمؑ نے اپنی بی بی سے اُن کے لئے روٹی پکوائی۔ اور گلے میں سے ایک موٹا تازہ بچھڑا لا کر اُسے تیار کروایا۔ اور گھی اور دودھ بھی سامنے

رکھا۔ ان شخصوں نے کھانا کھایا۔ اور اُن کی بی بی کو بیٹے کی بشارت دی۔ بی بی سارہ نے سُنا۔ تو ہنسی۔ کہ مَیں بڑھیا اور میرا شوہر بھی بُڈھا سَو برس کا۔ اب بھلا میرے کیا اولاد ہوگی؟ اُنہوں نے کہا۔ خدا کے آگے کوئی بات مشکل نہیں ہے۔

تب وہ تینوں شخص سدوم کی طرف چلے۔ اور ابراہیم اُن کے رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دور ساتھ چلے۔ راہ میں اللہ تعالےٰ نے اُنہیں خبر دی۔ کہ سدوم اور عمورہ کے لوگوں کے گُناہ اِنتہائی درجے کو پہنچ گئے۔ اور ان کی ہلاکت کا وقت آن پہنچا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا۔ کہ اے خداوند۔ اچھوں میں بُرے اور بُروں میں اچھے بھی ہوتے ہیں۔ اگر سدوم میں پچاس ایمان دار بھی ہوئے۔ تو کیا تُو اُن پر رحم نہ فرمائے گا؟ اور سب کو یکساں ہلاک کر دے گا؟ نیک اور بد برابر ہو جائیں۔ یہ تیری ذات سے بالکل بعید ہے۔ خدا نے فرمایا۔ اگر اس شہر میں پچاس نیک بندے ہوئے۔ تو مَیں سارے شہر کو چھوڑ دوں گا۔ ابراہیمؑ نے نہایت عاجزی سے عرض کی اگر پچاس میں پانچ کم ہوئے۔ تو کیا تُو پانچ کی کمی سے سارے شہر کو ہلاک کر دے گا؟ خدا نے کہا۔ کہ اگر وہاں پینتالیس راست باز بھی نکلیں۔ تو مَیں سب کو چھوڑ دوں گا۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا۔ کہ پینتالیس نہیں۔ تو چالیس تو ضرور ایمان دار نکلیں گے۔ خدا نے فرمایا۔ کہ مَیں چالیس کی صورت میں بھی سب پر عذاب نازل نہ کروں گا۔ غرض یونہی اُترتے اُترتے اللہ تعالےٰ نے یہاں تک وعدہ فرمایا۔ کہ اگر تمام شہر میں دس بندے بھی ایمان دار نکلے۔ تو مَیں سارے شہر کو تباہی سے بچا لوں گا۔ ابراہیمؑ اپنے خداوند کی یہ باتیں سُن کر اپنے ڈیرے کو واپس آئے۔

سدوم و عمورہ کی بربادی

حضرت لوط شہر سدوم کی پھاٹک پر بیٹھے تھے۔ کہ شام کے وقت دو فرشتے ان کے پاس آئے۔ حضرت لوط استقبال کے لئے اُٹھے۔ اور جھک کر سلام کیا۔ اور اُن سے کہا۔ کہ خداوند! میرے گھر تشریف لے چلیئے۔ وہاں رات بھر آرام کیجئے۔ پھر جہاں کا قصد ہو۔ وہاں جائیے + حضرت لوطؑ کے اصرار پر وہ اُن کے گھر گئے۔ اور وہاں ہی کھانا کھایا + ابھی وہ سوئے نہیں تھے۔ کہ شہر میں اُن کے آنے کی خبر مشہور ہو گئی۔ اور وہاں کے شریر اور بدکار لوگوں نے اُن کا گھر آن کر گھیر لیا۔ اور ان مہمانوں کو پکڑنا چاہا + حضرت لوطؑ نے انہیں جھٹ مکان کے اندر بلا کر دروازے کی کُنڈی لگادی۔ تب وہ نابکار مشکل سے واپس گئے + تب اُن فرشتوں نے حضرت لوطؑ سے کہا۔ کہ ہمیں اللہ تعالےٰ نے اس شہر کو برباد کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ تُو اپنی بیٹیوں۔ دامادوں اور سب عزیزوں کو شہر میں سے بُلا کر راتوں رات نکل جا + دامادوں نے تو ہنسی اُڑائی۔ اور نہ آئے۔ مگر فرشتے حضرت لوطؑ کی بیٹیوں اور جورو کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے اور کہا۔ جلد بھاگ جاؤ۔ اور دیکھو پیچھے پھر کر نہ دیکھنا + لوطؑ اپنی بیٹیوں سمیت سورج نکلتے تک ایک گاؤں میں جا پہنچے۔ جس کا نام صُغر تھا۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ کہ رحم کر کے وقت پر بچا لیا۔ مگر ان کی بیوی نے غلطی کی۔ کہ حکم کے برخلاف پیچھے پھر کر دیکھا۔ اس لئے وہ گر پڑی اور ہلاک ہو گئی + اب خداوند تعالےٰ نے سدوم اور عمورہ پر آگ اور گندھک کا مینہ برسایا۔ اور اُن شہروں اور وہاں کے سب رہنے والوں کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ کوئی آدمی اُدھر جانے کی جرات نہیں کرتا تھا۔

دُور سے اس طرح دُھواں اُٹھتا نظر آتا تھا۔ جس طرح کسی بھٹے میں سے دھوئیں کے بادل اُٹھتے ہیں ٭

حضرت ابراہیمؑ اس نواح سے پھر جنوب کی طرف چلے۔ اور قادیش کے قریب جو حجاز کی سرحد پر ہے۔ کچھ عرصہ رہ کر پھر جبرون میں آرہے۔ اب خداوندتعالےٰ کا وہ وعدہ بھی جو بی بی سارہ سے تھا۔ پورا ہوا۔ یعنی جب حضرت ابراہیمؑ سَو برس کے ہوگئے۔ تو اُن کے ہاں بی بی سارہ سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ سارہ نے کہا۔ خدا نے مجھے ہنسایا۔ اور جو اس خبر کو سُنے گا۔ وہ ہنسے گا۔ اس لئے اُنہوں نے بچّے کا نام اضحاک رکھا۔ عبرانی زبان میں اس کے معنی ہیں ہنسانے والا۔ یہی لفظ عربی میں آکر اسحاق ہوگیا۔ آٹھویں روز بچّے کا ختنہ کیا گیا۔ اور جب وہ ذرا بڑا ہوگیا۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے دُودھ بڑھانے کا جلسہ بڑی دھوم دھام سے کیا ٭

بی بی ہاجرہ کی طرف سے بی بی سارہ کے دل میں اسمٰعیل کے پیدا ہونے کے بعد رنج بیٹھ گیا تھا۔ وہ اب اسحاق کے پیدا ہونے پر زیادہ بڑھ گیا۔ دُودھ چھُڑانے کے جلسے میں اتفاق سے اسمٰعیل اسحاق کی کسی بات پر کھلکھلا کر ہنسے۔ بی بی سارہ کو اس ہنسی پر بہت غصہ آیا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو مجبور کیا۔ کہ ہاجرہ کو اپنے گھر سے نکال دیں۔ آخر روز کی تکرار دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ نے بھی اُنہیں وہاں سے رخصت کر دینے کا قصد کر لیا۔ چنانچہ ایک روز فجر کے وقت اُٹھے۔ اور اسمٰعیل اور بی بی ہاجرہ کو ساتھ لیا۔ اور کچھ کھانے پینے کا سامان۔ اور ایک پانی کا مشکیزہ اُن کے کندھے پر رکھ کر رخصت کیا۔ یہ نہیں معلوم۔ کہ وہ کہاں تک اُن کے ساتھ گئے۔ لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ سفر کرتی اور منزلیں کاٹتی ہوئی

میں وہ بیچاری فاران کے جنگل میں اُس مقام پر جا پہنچیں۔ جو اب مکّہ معظمہ کے مقدّس کے نام سے موسوم ہے۔ اُس وقت وہ جنگل اُجاڑ جگہ تھی + راہ میں جہاں پانی ملتا تھا۔ وہ اپنا مشکیزہ بھر لیتی تھیں۔ اتفاق کی بات یہاں پہنچ کر اُن کے مشکیزے میں پانی نہ رہا۔ اور آس پاس بھی پانی کا نشان تک نظر نہ آیا + گرمی کا موسم۔ ریگستانی ملک۔ اکیلی عورت ذات۔ بچّے کا ساتھ عجب ابتلا کا وقت تھا۔ بچّہ پیاس سے بیتاب ہو رہا تھا۔ جگر کے ٹکڑے کو ایک جھاڑ کے سائے میں زمین پر رکھ کر دیوانہ وار۔ بے قرار۔ مضطربانہ ہر طرف دوڑی پھرتی تھیں۔ آخر مایوس ہو کر اور سر پکڑ کر بچّے سے بہت دُور جا کر بیٹھ گئیں۔ کہ اس کا مرنا اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں۔ اور اللہ کی جناب میں پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگیں ۔

اللہ مجیب الدعوات ہے۔ اُس نے اپنی بندی کی آہ و زاری سُنی۔ فوراً آسمان سے فرشتے کو بھیجا۔ اُس نے کہا۔ اے ہاجرہ۔ اُٹھ اور بچّے کو اُٹھا۔ اور اسے اپنے دہنے ہاتھ سے سنبھال۔ اللہ تعالےٰ نے اس بچّے کی آواز سُن لی ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ مَیں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ اپنی آنکھیں کھول اور دیکھ۔ کہ میٹھے پانی کا چشمہ بہ رہا ہے۔ خدا کی قدرت۔ واقعی پانی کا چشمہ موجود تھا۔ اور یہ وہ چشمہ تھا۔ جو بعد میں کنواں بن کر زمزم کہلایا۔ اور وہ جگہ جہاں بی بی ہاجرہ مضطربانہ دوڑی پھریں صفا اور مروہ کے درمیان وہ جگہ ہے۔ جہاں اُن کی بیقراری اور اضطراب کی یادگار میں آج تک سب حاجی جا کر دوڑتے ہیں + اس کے بعد جب اُور قبائل کو خبر لگی۔ کہ وہاں میٹھے پانی کا چشمہ ہے۔ تو بہت سے لوگوں خصوصاً قبیلہ جُرہم نے وہاں بود و باش اختیار [illegible] مکہ بسایا گیا۔ جو مسلمانانِ عالم کی مردمکِ چشم ہے + حضرت اسمٰعیلؑ نے

بڑے ہو کر بنی جرہم میں ہی اپنی شادی کرلی۔ اور مکّہ میں ہی رہنے لگے۔ کچھ عرصے کے بعد شام میں بی بی سارہ کا انتقال ہو گیا۔ اور بیٹے کی محبتِ پدری بڈھے باپ کو کنعان کی سرسبز و شاداب زمین سے فاران کے دشتِ غربت میں کھینچ لائی۔ مکّہ میں پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ بی بی ہاجرہ کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ مگر خیر حضرت اسمٰعیلؑ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ اور چند روز اُن کے پاس ٹھیر کر واپس شام کو چلے گئے۔ اور اس کے بعد کئی دفعہ آئے گئے۔ جب آپ سب سے اخیر دفعہ ان سے ملنے آئے۔ تو آپ نے ان کی تعلیم رُوحانی کی تکمیل کے لئے بیت اللہ کے نام سے ایک مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔

تعمیر بیت اللہ یعنی خانۂ کعبہ

حضرت ابراہیمؑ اول نبی ہیں۔ جنہوں نے سب سے اوّل خدا کی عبادت کے لئے ایک مکان مخصوص کیا۔ جب سے انہیں خدا تعالےٰ کے ساتھ ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اور وہ بموجب حکمِ خداوندی اپنا وطن چھوڑ کر حاران اور حاران سے شام کی طرف گئے۔ ان کے سینے میں عشق الٰہی کا جوش موجزن تھا۔ اور وہ چاہتے تھے۔ کہ زمین کا کوئی قطعہ اس کام کے لئے مقدس کیا جائے۔ چنانچہ پہلی مرتبہ جب خدا تعالےٰ ان پر ظاہر ہوا۔ تو اُنہوں نے اس کے پاک نام پر ایک مذبح بنایا۔ اور ایک پتھر کھڑا کر کے اسے اس مذبح کا نشان ٹھیرایا۔ اور بیتُ اللہ اس کا نام رکھا۔ پھر [illegible] شہر میں جہاں مدتوں حضرت ابراہیمؑ رہے اسی طرح ایک اور بیتُ اللہ بنایا۔ یہ بیتُ اللہ جو اُنہوں نے وقتاً فوقتاً بنائے۔ گویا نماز پڑھنے [illegible]

تھی جس طرح ہم جنگل میں نماز کے لئے کوئی جگہ صاف کرتے ہیں۔ اور اس خیال سے کہ نماز پڑھتے وقت کوئی شخص آگے سے نہ گزرے کوئی چیز آگے رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کرتے تھے۔ وہ اس جگہ ایک پتھر کھڑا کر لیتے تھے +

مگر خاص مستقل بیت اللہ بنائے جانے کا فخر سرزمین عرب کی قسمت میں تھا۔ اور اس عظیم الشان اور مبارک کام میں حضرت ابراہیمؑ کا ہاتھ بٹانے والے حضرت اسمٰعیلؑ تھے جن کو قضا و قدر نے اپنی عجیب حکمت سے وہاں بھیج دیا تھا + حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ بنانے کے لئے بوقبیس کی گھاٹی میں ایک جگہ پسند کی + معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے انہوں نے اس جگہ بھی ایک عارضی بیت اللہ بنایا تھا۔ جس طرح وہ سفر میں ہر جگہ نماز کے لئے بنا لیا کرتے تھے۔ اور اس کے نشان کے لئے ایک پتھر کھڑا کر دیا تھا + پھر جب ایک مستقل مکان بن گیا۔ تو پتھر کھڑا کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ مگر پھر بھی اسے بیت اللہ کے ایک کونے میں لگا دیا۔ اس غرض سے کہ ایک تو وہ یادگار رہے اس بات کی۔ کہ بیت اللہ کا آغاز اس سے ہوا تھا۔ دوسرے اس سے یہ کام لیا۔ کہ بیت اللہ کے گرد طواف کرتے تھے۔ تو اسے طواف کے شروع اور ختم کرنے کا مقام ٹھیرایا +

یہ بیت اللہ اوّل اوّل کیسا بنایا گیا۔ اس کے باب میں یہ لکھا ہے۔ کہ صرف چار دیواروں کا ایک خالی احاطہ تھا جس کی ایک دیوار لمبائی میں ۳۱ گز تھی۔ اور اس کے سامنے کی ۳۲ گز۔ اور عرض ایک طرف گز تھا۔ اور دوسری طرف ۲۲ گز۔ اور چھت ندارد۔ ایک دروازہ بھی تھا۔ مگر یوں ہی صرف کھلا راستہ تھا۔ کوئی چوکھٹ باکواڑ نہیں لگائے گئے تھے۔ اور احاطے کے اندر دروازے کے دہنے ہاتھ ایک گڑ

کھرا ایک گڑھا کھودا گیا۔ کہ اللہ کے نام اگر کچھ نذر نیاز آئے۔ تو اس میں رکھی جائے۔
بس یہ تھا حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا بیت اللہ۔ اللہ اکبر کیا سادگی تھی۔ اور کیا
صدق نیت۔ اتنی بھی پروا نہیں کی۔ کہ آمنے سامنے کی دیواریں ٹھیک برابر کر
لی جائیں۔ اصل یہ ہے۔ کہ یہ کام کسی ہنرمندی دکھانے کے لئے نہیں کیا گیا تھا۔
بلکہ سراسر خلوص۔ عقیدت اور محبّت الٰہی کے جوش سے کیا گیا تھا۔ تعمیر کعبہ کے وقت
حضرت ابراہیمؑ کے دل کی کیا کیفیت تھی۔ یہ قرآن مجید سے خوب ظاہر ہوتی ہے۔ لکھا
ہے۔ کہ جب وہ اور اُن کے بیٹے خانہ کعبہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔ تو ساتھ دُعائیں
مانگتے جاتے تھے۔ کہ اے ہمارے پروردگار تُو ہم عاجزوں کی دُعائیں سُننے والا
اور دلوں کی نیتیں جاننے والا ہے۔ ہماری یہ خدمت قبول فرما۔ اور ہمیں اپنا سچّا
فرماں بردار بندہ بنا۔ اور ہمیں اولاد صالح عطا کر جو تیری فرماں بردار ہو۔ ہمیں اپنی
عبادت کا طریق بتا۔ اور ہمارے گناہوں سے درگزر فرما۔ اے ہمارے پروردگار انہی
میں سے ان کے پاس ایک رسول بھیج۔ جو انہیں تیرا کلام پڑھ کر سُنائے۔ اور کتاب و
دانش کی باتیں سکھائے اور ان کو پاک نفس بنائے۔ تیرے آگے یہ کیا مشکل ہے
تُو سب کچھ جانتا اور سب کچھ کر سکتا ہے۔ اے ہمارے پروردگار شہر مکّہ کو امن کی
جگہ بنا۔ اور مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی کی گمراہی سے بچا۔ جس میں اکثر لوگ گرے
ہیں۔ اے ہمارے پروردگار میں نے اس اُجاڑ جنگل میں جہاں کھیتی کا نام و نشان
نہیں ہے۔ اپنی اولاد کو تیرے مقدّس گھر کے پاس لا کر بسایا ہے۔ تاکہ یہ نماز پڑھتے
رہیں۔ اے ہمارے پروردگار تُو ایسا کر۔ کہ لوگوں کے دل ان کی طرف جُھکیں۔ تُو
انہیں دوسرے ملکوں کی پیداوار سے رزق عطا فرما۔ کہ وہ تیرے شکرگزار رہیں۔

نیتوں کو اور ہمارے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے - زمین و آسمان میں کون سی چیز ہے جو تجھ پر چھپی ہوئی ہے۔ خدا کے لئے حمد ہو۔ جس نے اس بڑھاپے میں مجھے اسمٰعیل اور اسحٰق دو بیٹے عنایت فرمائے - بے شک وہ ہماری دُعائیں سُنتا ہے۔ اے میرے پروردگار۔ مجھے اور میری اولاد کو توفیق دے - کہ ہم نماز پڑھتے رہیں۔ یہ ہماری دُعا قبول فرما - اور جس دن ہمارے اعمال کا حساب ہونے لگے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو بخش دیجو ۔

یہ ان کے پاک دل کی کیسی مؤثر کیفیت ہے جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں نماز کس طرح پڑھی جاتی تھی - اس کا ذکر توریت میں کہیں نہیں ہے - لیکن خانہ کعبہ کے طواف سے جو قدیم زمانے سے چلا آتا ہے - معلوم ہوتا ہے - کہ اس وقت عبادت کا یہی طریق تھا - کہ لوگ مقدس بیت اللہ کے گرد پھرتے تھے - اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے جاتے تھے ۔

مدّت تک کعبہ یوں ہی بے چھت اور اس کی دیواریں ننگی رہیں - مگر مسیح سے چھ سو برس پہلے یمن کے بادشاہ اسعد حمیری نے خواب میں دیکھا - کہ میں کعبے کو غلاف چڑھا رہا ہوں - تب اُس نے نہایت بیش قیمت کپڑے کا غلاف کعبے کو پہنایا - اور تب سے ہر سال غلاف چڑھانے کی رسم قائم ہوئی ۔

کعبہ کی عمارت میں کئی دفعہ ردو بدل ہوا - تین دفعہ پہاڑی نالوں کی طغیانی سے کعبہ کی دیواریں ڈھے گئیں - لوگوں نے ابراہیمی بنیادوں پر انہیں پھر بنا لیا - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں جب آپ کی عمر بارہ برس کی تھی - کعبہ چوتھی مرتبہ از سرِ نو قدیم بنیاد پر بنایا گیا تھا - اور اس دفعہ کی تعمیر میں آنحضرت بھی اینٹیں ڈھوتے رہے تھے - ان دنوں اتفاق سے رومی مسائیوں کا ایک جہاز مکّہ کے بندرگاہ میں آکر ٹوٹ گیا تھا - اور قریش نے اس کی لکڑی خرید

لی تھی۔ اس جہاز کے مسافروں میں اتفاق سے ایک انجنیر بھی تھا۔ قریش نے اس سے از سرِ نو کعبے کی عمارت بنوائی۔ اس خیال سے کہ پہاڑی نالے اسے بار بار بہالے جاتے ہیں۔ اس دفعہ کعبہ کو چار گز ایک بالشت کی کرسی دیکر اونچا بنایا۔ اور بلندی پہلے سے دُگنی کر دی۔ اس دفعہ کی تعمیر میں بیت اللہ پر چھت بھی ڈالی گئی۔ لیکن شاید لکڑی زیادہ لمبی نہ ملی۔ اس لئے اس مکان کے بیچ میں دو قطاروں میں تین تین پائے کھڑے کرکے ان پر چھت ڈالی گئی۔ لکڑی کی کمی سے ہی کعبہ کی دیواریں لمبائی میں چھ گز ایک بالشت کم کر دی گئیں۔ اور چوڑائی میں ایک نئی بنیاد کھود کر دیوار بنائی۔

۶۴؁ ہجری میں جب یزید کی فوج نے واقعۂ کربلا کے بعد حضرت عبد اللہ ابن زبیر سے لڑنے کے لئے مکّہ پر چڑھائی کی۔ تو ایک خیمے کو آگ لگ گئی۔ اور وہ آگ بڑھتے بڑھتے غلافِ کعبہ تک پہنچ گئی۔ جس سے کعبہ جل گیا۔ اور اس کی دیواریں اس قدر بوسیدہ ہوگئیں۔ کہ ان کے گر پڑنے کا خوف تھا۔ اس لئے ابنِ زبیر نے مکّہ کے ذی وجاہت اور شریف لوگوں کو بلایا۔ اور کعبہ کی مرمت کے باب میں مشورہ کیا۔ آخر یہ فیصلہ ہوا۔ کہ کعبہ ڈھا کر از سرِ نو تعمیر کیا جائے۔ مگر لوگوں کو اس کے ڈھانے میں طرح طرح کے وہم پیدا ہوئے۔ اور کسی کو حوصلہ نہ ہوا۔ کہ ڈھانے میں پہل کرے۔ تب ابنِ زبیر کدال لیکر خود اُوپر چڑھ گئے۔ اور ڈھانا شروع کر دیا۔ جب لوگوں نے دیکھا۔ کہ ابنِ زبیر پر کوئی آفت نہیں پڑی۔ تو اُن کا خوف بھی جاتا رہا۔ اور سب چڑھ گئے اور ڈھانے لگے۔ جب کعبہ ڈھایا جاتا تھا۔ تو ابنِ زبیر نے چاروں طرف تختے کھڑے کر دئے تھے۔ اور اس پر کپڑا منڈھ دیا۔ اندر اندر کام ہوتا رہا۔ تختے کی دیوار کے گرد طواف کیا گئے اور نماز پڑھا کئے۔ جب سب کعبہ ڈھے چکا۔ تو اب اسے ابراہیمؑ کی بنا پر تعمیر کرنا چاہا۔ یہ بھی تجویز کی۔ کہ کعبے کے دو دروازے رکھے جائیں۔ ایک جانب شرق جو قدیم سے تھا۔ اور دوسرا جانب غرب۔ تاکہ جو لوگ شرقی دروازے سے کعبے میں داخل ہوں۔ وہ غربی دروازے نکل جاویں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اور جو کرسی قریش نے رکھی تھی۔ وہ بھی توڑ دی۔ اور چوکھٹ زمین کے برابر قایم کی۔ مگر بلندی قریش کی بلندی سے بھی بڑھا دی۔ یعنی ستائیس گز کر دی قریش نے دو قطاروں میں تین تین ستون قائم کئے تھے۔ ابنِ زبیر نے صرف تین ستون قائم کئے۔

ابنِ زبیر کی حکومت جلد ختم ہوگئی۔ کیونکہ عبد الملک ابنِ مروان نے خلیفہ ہوتے ہی حجاج ابن یوسف کو ابنِ زبیر سے مقابلہ کرنے کو بھیجا۔ چنانچہ ابنِ زبیر شہید ہوئے۔ اور جو جو تبدیلی انہوں نے قریش کی بنائی ہوئی عمارت میں کی تھی۔ اسے حجاج نے دور کرنا چاہا۔ چنانچہ طول میں چھ گز ایک بالشت جو انہوں نے

ابراہیمی بنا پر بنا لیا تھا۔ اسے پھر گرا دیا۔ اور قریش کی بنیاد پر دیواریں بنادیں۔ اور نیا دروازہ بھی بند کر دیا۔ اور پھر پہلی کُرسی کی برابر اندر بھرتی کر کے۔ دروازہ زمین سے چار گز ایک بالشت کی بلندی پر کھڑا کیا۔ اور چھت کے اوپر جانے کے لئے اندر کی طرف ایک زینہ لگایا۔ اور دو روشن دان نکلوائے +

پس اب جو کعبہ ہے۔ وہ ابن زبیر کا بنایا ہوا ہے۔ جس میں حجاج ابن یوسف کی ترمیم کی ہوئی ہے +

مدت مدید گزرنے کے بعد عرب میں حضرت ابراہیمؑ کا دین مٹ گیا۔ اور بُت پرستی نے اُس کی جگہ لے لی۔ تب بُت پرستوں نے خانہ کعبہ کے اندر بُت رکھ کر خدائے واحد کے گھر کو بُت خانہ بنا لیا۔ اور رات دن۔ ہاں بُتوں کی پُوجا ہونے لگی + آخر خدا تعالےٰ نے خاتم الانبیا محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دُنیا میں دین ابراہیمی کے بحال کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے پھر خالص اسلام کی ہدایت کی اور خانہ کعبہ کو بُتوں سے خالی کر کے پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص کیا +

حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کی وہ دُعا جو انہوں نے مکّہ کے لئے کی تھی۔ کیسی حرف بحرف پوری ہوئی ہے۔ مکہ معظمہ کی مسجد الحرام سب کے لئے جائے امن قرار پائی ہے۔ اور اگرچہ وہ ویران جنگل اور اُجاڑ جگہ ہے۔ جہاں کھیتی باڑی کچھ نہیں ہوتی۔ مگر جہان بھر کی پیداوار اور طرح طرح کے پھل۔ میوے۔ ترکاریاں وہاں پہنچتی ہیں +

خانہ کعبہ کا سطحی خاکہ

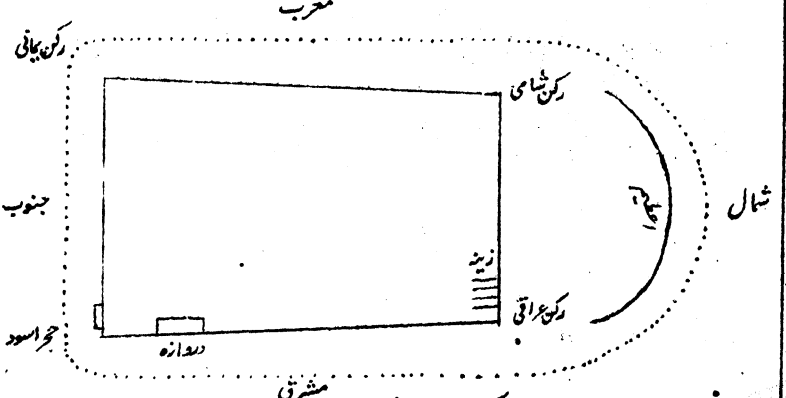

یادداشت۔ نقطہ دار خط حاجیوں کے طواف کرنے کا راستہ ہے +

حضرت اسحٰق کی شادی

جب حضرت ابراہیمؑ بہت بوڑھے ہو گئے۔ تو ایک دن انہوں نے اپنے ایک نوکر کو بلایا۔ جو نہایت وفادار اور اُن کے گھر میں سب چیزوں کا مختار تھا۔ اس سے کہا۔ کہ کہیں میرا بیٹا کسی کنعانی لڑکی سے شادی نہ کر لے۔ تو میرے وطن اور خاندان میں جا۔ اور میرے بیٹے کے لئے کوئی اچھی سی دلھن لا۔ تب اُن کے نوکر نے اُن کے اونٹوں میں سے دس اونٹ اور کچھ ہمراہی اپنے ہمراہ لئے۔ اور بہت سا زیور اور سوغات کی چیزیں لیں۔ اور سفر کرتا کرتا حاران تک جا پہنچا۔ وہ شہر کے باہر ایک کنوئیں کے پاس جا کر اُترا۔ وہ اپنے دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ کیا اچھا ہو۔ کہ کوئی چھوکری آئے۔ میں اس سے کہوں۔ کہ اپنا گھڑا اُتار کے مجھے پانی پلا دے۔ اور وہ کہے۔ کہ پیجیئے صاحب۔ بلکہ میں تیرے اونٹوں کو بھی پلاؤں گی"۔ پھر وُہی لڑکی اسحٰق کی دلھن ٹھہرے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ جو جو باتیں یہ شخص چاہتا تھا۔ بالکل اسی طرح ہوئیں۔ ایک نوعمر لڑکی وہاں آئی۔ اور اپنا گھڑا بھر کر گھر کو جانے لگی۔ اس آدمی نے بڑی عاجزی سے اس سے کہا۔ کہ بی لڑکی میں پیاسا ہوں۔ مجھے تھوڑا سا پانی پلا دے۔ اُس نے کہا پیجیئے صاحب۔ یہ کہہ اُس نے جھٹ گھڑا سر سے اُتارا۔ اور اُسے پانی پلایا۔ اسے پانی پلا کر وہ لڑکی بولی۔ کہ میں تیرے اونٹوں کے لئے بھی پانی بھر جاؤں گی۔ چنانچہ اس نے اپنا گھڑا چہبچے میں اُلٹ دیا۔ اور بہت سا پانی اونٹوں کے لئے اس میں اور بھرا۔ جب اس کے سب اونٹ پانی پی چکے۔ تو وہ شخص بہت خوش

ہوا۔ اور ایک سونے کی نتھ اور دو کڑے اس کے لئے نکالے۔ اور اس سے پُوچھا۔ کہ
تُو کس کی بیٹی ہے؟ اور کیا تیرے باپ کے گھر ہمارے اُترنے کی جگہ ہے؟ اُس
نے کہا۔ مَیں بتویل کی بیٹی ہوں۔ جو ناحور کے بیٹے ہیں۔ میری ماں کا نام مِلکہ ہے۔
ہمارے ہاں ٹھیرنے کی بہت سی جگہ ہے۔ اور ہمارے ہاں گھاس چارہ بھی بہت سا
ہے + تب اس شخص نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ وہ اپنے آقا کے گھر پہنچ گیا +

یہ لڑکی جس کا نام رِبقہ تھا۔ اپنی ماں کے پاس دوڑی گئی۔ اور سب حال
سنایا۔ اور وہ نتھ اور کڑے پہنے ہوئے دکھائے + اس لڑکی کا ماموں لابان اس
مرد کو دیکھنے کنوئیں پر گیا۔ اور اُسے بلا لایا۔ اور اس کے اُونٹوں کو گھاس چارہ۔ اور
اس کے ہمراہیوں کے پاؤں دھونے کو پانی دیا۔ اور کھانا کھلایا + پھر اس مسافر
نے بتایا۔ کہ مَیں حضرت ابراہیمؑ کا نوکر ہوں۔ اور اُن کے بیٹے کے لئے دُلھن ڈھونڈنے
آیا ہوں۔ وہ بہت آسودہ حال آدمی ہیں۔ اُن کے پاس بھیڑ بکریاں۔ گائے بیل۔
سونا چاندی۔ لونڈی غلام۔ اُونٹ۔ گدھے سب کچھ ہیں + یوں تو وہاں کنعانیوں
کی لڑکیاں بہت ہیں۔ مگر انہیں وہ پسند نہیں۔ اُنہوں نے مجھے اس لئے بھیجا
ہے۔ کہ میں ان کے یہاں ان کے خاندان میں سے کوئی اچھی سی دُلھن پسند کروں۔
سو مجھے ربقہ بہت پسند آئی ہے + جو جو خُوبیاں میں ڈھونڈھتا تھا وہ اس میں سب
موجود ہیں + سو تم اگر میرے آقا کے بیٹے سے اس کا رشتہ پسند کرو۔ تو بہت اچھی
بات ہو + غرض آپس میں گفتگو ہو کر بات ٹھیر گئی۔ اور نوکر نے چاندی سونے کے
برتن اور جوڑے نکالے۔ اور سب سامان ربقہ کے آگے رکھ دیا۔ اور اس کے
بھائی اور ماں کو بھی قیمتی تحائف دئے۔ اور اگلے دن ربقہ کی ماں نے اسے اس کی

دوا کے ساتھ رخصت کیا۔ اور دعا دی۔ کہ تو لاکھوں کی ماں ہو۔ اور تیری نسل پھولے پھلے۔ غرض ربقہ اور اُس کی دوا اور اس کی چھوکریاں اونٹوں پر چڑھیں اور اس مرد کے پیچھے ہولیں۔ سفر طے کرتے کرتے یہ قافلہ کنعان میں جا پہنچا۔ حضرت اسحاق شام کے وقت باہر میدان میں کھڑے ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ کہ دور سے اونٹ آتے دکھائی دئے۔ نزدیک آئے۔ تو ربقہ کجاوے سے نکلی۔ اور جب نوکر سے سنا۔ کہ سامنے جو جوان کھڑا ہے وہ اسحاق ہے۔ تو اُس نے جھٹ شرما کر نقاب چہرے پر ڈال لیا۔ تب نوکر نے حاران پہنچنے اور دلھن پسند کرنے کا سب ماجرا سنایا۔ اور پھر ربقہ اور اسحاق کا بیاہ ہوگیا۔ اور وہ دونو بہت محبت اور خوشی سے رہنے سہنے لگے۔ حضرت ابراہیم بھی جو اب بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ انہیں دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ آخر ۱۷۵ برس کی عمر میں جبکہ حضرت اسمٰعیل بھی اُن کے پاس آپہنچے تھے۔ حق پرستی کی ہدائتیں فرما کر آپ نے انتقال کیا۔ اور حبرون میں دفن ہوئے

حضرت اسحٰق کی اولاد

حضرت عیص اور حضرت یعقوب

حضرت اسحاق کے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ جو پہلے ہوا۔ اُس کا نام عیص رکھا۔ اور جو پیچھے ہوا۔ اس کا یعقوب رکھا۔ جب یہ بچے پیدا ہوئے اسحاق کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔ ان دونو بچوں میں یعقوب بہت نازک اور خوبصورت تھے۔ اور خیمے میں ہی رہتے تھے۔ عیص جنگلوں میں کھیلتے کودتے پھرتے اور سخت مزاج تھے۔ جب عیص جوان ہوئے وہ جنگل سے شکار لایا کرتے اور اپنے باپ کو شوق سے

کھلاتے حضرت اسحاق عیص کو بہت پیار کرتے تھے۔ اور ماں یعقوب کو ؛

ایک دن عیص جنگل سے بہت تھکے ماندے ہو کر آئے۔ اور مارے بھوک کے بے حال ہو رہے تھے ؛ یعقوب نے اس روز اپنے لئے کچھ لپسی پکائی تھی عیص بھوک سے بے تاب تھے۔ اُن سے اپنے لئے کچھ لپسی مانگی ؛ یعقوب نے کہا۔ کہ تم شریعت کے بموجب بڑے ہونے کی وجہ سے مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہو۔ اگر تم اپنے پہلوٹھے ہونے کا حق مجھے دیدو۔ تو میں لپسی تمہیں دوں گا ؛ عیص نے پہلوٹھے ہونے کا حق یعقوب کو دیدیا۔ تب اُنہوں نے اُن کو لپسی اور مسور کی دال اور روٹی کھلائی ؛

جب حضرت اسحاق بہت بُڈھے ہو گئے۔ اور اُن کی آنکھیں دُھندلائیں۔ ایسی کہ وہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ تو انہوں نے ایک دن اپنے بڑے بیٹے عیص کو بلایا۔ اور کہا اے میرے بیٹے اب میں بہت بُوڑھا ہو گیا ہوں۔ خدا جانے کس روز میرا دم نکل جائے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تُو اپنی تیر کمان لیکر جنگل کو جائے۔ اور شکار لاکر مجھے لذیذ کھانا کھلائے۔ تاکہ میں خوش ہو کر تجھے جی سے برکت بخشوں ؛

جب حضرت اسحاق عیص سے یہ باتیں کر رہے تھے۔ تو ربقہ نے بھی سُن لیں۔ اُنہوں نے یعقوب سے یہ بات کہی۔ اور جھٹ دو بکری کے بچے ذبح کر کے حضرت اسحاق کی پسند کا بہت لذیذ کھانا پکایا۔ اور یعقوب سے کہا۔ کہ تُو اپنے باپ کے آگے لے جا۔ وہ تجھے برکت دیں گے ؛ تب یعقوب نے کہا۔ کہ میرے بھائی کے بدن پر بال ہیں اور میرا بدن صاف ہے۔ اگر باپ نے مجھے چھُوا تو میں جھُوٹا ٹھیرونگا۔ تب ربقہ نے یعقوب کو عیص کا لباس پہنایا۔ اور گردن اور ہاتھوں پر جہاں عیص کے بال تھے۔ بکری کے بچے کی کھال لپیٹی۔ تب یعقوب وہ کھانا لیکر باپ کے پاس گئے ؛

حضرت اسحٰق نے اُنہیں پاس بُلاکر پیار کیا + جب ہاتھ لگایا۔ اور گردن اور ہاتھو پر بال دیکھے۔ تو کہا۔ کہ آواز یعقوب کی سی ہے۔ پر ہاتھ عیص کے سے ہیں + خیر اُنہوں نے شکار کھایا۔ پھر خوش ہوکر اُنہیں برکت دی۔ اور اُن کی نسل کے لئے دُعا کی +

جوں ہی یعقوب برکت پاکر باہر نکلے۔ اُن کے بھائی عیص شکار لیکر جنگل سے آئے۔ اور لذیذ کھانا باپ کے آگے لائے۔ اور انہیں کہا۔ اُٹھئے۔ شکار حاضر ہے + اُنہوں نے کہا تُو کون ہے؟ بیٹے نے کہا میں عیص ہوں + باپ نے حیران ہوکر پُوچھا۔ تو وہ کون تھا۔ جو ابھی مُجھے شکار کھلا کر اور مُجھ سے برکت پاکر گیا ہے؟ تب عیص اپنے بھائی کی کارستانی سمجھ گئے۔ اور اپنی محرومی پر بہت رنج کیا + تب اُنہوں نے باپ سے کہا۔ کہ کیا آپ کے پاس اَور برکت اور دُعا نہیں ہے۔ جو مجھے بھی ملے؟ اُنہوں نے کہا۔ کہ میں نے اس کے لئے یہ دُعا کی تھی۔ کہ وہ اپنے سب بھائیوں کا سردار ہووے۔ اور سب بھائی اُس کی فرماں برداری کریں۔ پس اب تُو اُن کی چاکری سے باہر نہیں نکل سکتا + یہ سُن کر عیص اپنی بدقسمتی پر پھُوٹ پھُوٹ کر روئے۔ کہ میرے بھائی نے مجھ سے پہلوٹھے پن کا حق بھی چھینا۔ اور برکت سے بھی محروم رکھا + اس دن سے عیص اپنے دل میں یعقوب کی طرف سے سخت کینہ رکھنے لگے۔ اور بدلہ لینے کے درپے ہوگئے۔ مگر ڈرتے تھے۔ کہ اگر میں اس سے ابھی بدلہ لوں۔ تو باپ کو جو بہت ضعیف ہیں۔ سخت صدمہ پہنچے گا۔ مگر وہ بیچارے چند روز کے مہمان ہیں۔ ان کے بعد میں اپنا بدلہ لوں گا +

ربقہ کو بیٹے کے اس ارادے کی خبر مل گئی۔ اُنہوں نے یعقوب سے کہا۔ کہ بیٹے تُو یہاں مت ٹھہر۔ ورنہ تیری خیر نہیں۔ تو حاران میں اپنے ماموں کے پاس چلا جا

اور جب تک تیرے بھائی کا غصہ نہ اُترے۔ اسی جگہ ٹھیرا رہ۔ جب میں عیسوؔ کا مزاج اچھا پاؤں گی۔ تجھے بلا بھیجوں گی۔ تو آ جانا +

ربقہ نے بیٹے کو تو یوں سمجھایا اور شوہر سے یہ کہا۔ کہ مجھے کنعان کی لڑکیاں ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ ایسا نہ ہو یعقوب ان میں سے کسی کو بیاہ لے۔ اس لیئے اس کو وطن بھیج دینا چاہیئے۔ تاکہ اپنی برادری میں سے دُلھن لائے۔ چنانچہ حضرت اسحاق نے یعقوب کو بلایا۔ اور اُس سے کہا کہ تجھے یہاں شادی کرنا مناسب نہیں۔ تُو اپنے نانا کے پاس جا۔ اور اپنے ماموں کی بیٹیوں میں سے کسی کے ساتھ اپنی بات ٹھیرا + غرض یعقوب بیر سبع سے نکل کر حاران کو روانہ ہوئے + یعقوب نے راہ میں ایک جگہ رات گزاری۔ تکیہ کے بجائے سر کے نیچے ایک پتھر رکھ کر سو گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سیڑھی زمین پر دھری ہے۔ جس کا سرا آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ اُس سے خدا کے فرشتے چڑھتے اُترتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اُس کے اوپر کھڑا ہے + اس نے کہا۔ دیکھ میں تیرے باپ ابراہیم اور اسحاق کا خدا ہوں۔ میں یہ زمین جس پر تُو لیٹا ہے تجھے اور تیری اولاد کو دُوں گا۔ تیری نسل اتنی ہو گی جتنی زمین کی ریت۔ زمین کے تمام گھرانے تجھ سے اور تیری نسل سے برکت پائیں گے +

یعقوب جاگا تو اس جگہ کو جہاں خواب میں خدا تعالےٰ کو دیکھا تھا مبارک جانا اور بیت ایل یعنی بیت اللہ اس کا نام رکھا + یعقوب نے آخر اپنا سفر تمام کیا۔ اور حاران کے قریب جا پہنچا + اس نے بستی سے باہر ایک کنواں دیکھا۔ اس کے نزدیک بھیڑوں کے تین گلّے بیٹھے ہوئے تھے + یعقوب نے ان لوگوں سے پوچھا۔ کہ کیوں بھائیو تم کہاں کے ہو؟ وہ بولے ہم حاران کے ہیں + اس نے پوچھا۔ کہ

کیا تم ناحور کے بیٹے لابان کو بھی جانتے ہو؟ وہ بولے جانتے ہیں + اس نے پوچھا وہ خیریت سے ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں بالکل خیریت سے ہے۔ ہاں دیکھو۔ وہ اس کی بیٹی راخیل اپنی بھیڑیں لئے چلی آ رہی ہے + تھوڑی دیر میں راخیل قریب آ گئی یعقوب اُٹھا۔ کنوئیں پر گیا۔ اور ڈھینکلی کا پتھر ڈھلکا کر اپنے ماموں کی بھیڑوں کو پانی پلایا۔ پھر یعقوب نے راخیل کو پیار کیا اور کہا میں تیری پھوپھی رلقہ کا بیٹا ہوں + راخیل کو جب معلوم ہوا۔ کہ یعقوب میرا پھوپھی زاد بھائی ہے۔ تو وہ اپنے گھر خبر دینے دوڑی گئی۔ اور لابان نے جب بھانجے کے آنے کی خبر سُنی۔ وہ بھی اس سے ملنے کو دوڑا آیا۔ اور اسے گلے لگایا۔ اور اسے پیار کیا۔ اور اپنے گھر میں لایا +

ایک مہینے کے بعد یعقوب نے اپنا مطلب ظاہر کیا۔ اور راخیل کا خواستگار ہوا + لابان نے کہا کہ تو میری ہڈی اور میرا گوشت ہے۔ مجھے یہ رشتہ دل سے منظور ہے + راخیل کا مہر یہ قرار پایا۔ کہ یعقوب سات سال تک لابان کی بھیڑیں چرائے + یعقوب نے سات سال تک یہ خدمت انجام دی۔ پھر لابان نے اپنی بیٹی بیاہ دی مگر نکاح کے بعد معلوم ہوا۔ کہ بجائے راخیل کے بڑی بیٹی لیئہ سے نکاح کر دیا + یعقوب کو لیئہ پسند نہ تھی۔ کیونکہ اُن کی آنکھیں چُندھی تھیں۔ اور راخیل بہت حسین تھی + لابان نے کہا۔ یہ بات بُری سمجھی جاتی ہے۔ کہ بڑی لڑکی تو بیٹھی رہے۔ اور چھوٹی کا بیاہ ہو جائے + آخر بہت سی قیل و قال کے بعد یہ فیصلہ ہوا۔ کہ یعقوب سات سال تک اَور بکریاں چرائیں تو راخیل سے بھی نکاح کر دیا جائے۔ چنانچہ یعقوب نے سات سال کی میعاد دوبارہ پوری کی۔ اور راخیل سے بھی شادی کی + ابراہیمی شریعت میں دو نو بہنوں سے نکاح نا جائز نہ تھا + یعقوب بیس سال تک حاران میں رہے

اور خدا نے اُنہیں دونو بیویوں سے بہت سی اولاد دی + جب راحیل کے پیٹ سے یوسف پیدا ہوئے۔ تو یعقوب نے اپنے والدین کے پاس چلنے کا ارادہ ظاہر کیا چنانچہ چند روز میں تیاری کر کے اپنے بال بچوں اور اپنے مویشی کو جو انہوں نے وہاں پیدا کئے تھے لیکر رخصت ہوئے + جب والدین کا شہر چند منزل رہ گیا۔ تو قاصد بھائی کے پاس بھیجے۔ اور نہایت عاجزانہ اور مؤدبانہ پیغام کے ساتھ اپنے آنے کی اطلاع کی + یعقوب نے کرنے کو تو اطلاع کر دی۔ مگر دل میں سہمے ہوئے تھے۔ کہ خدا جانے بھائی کس طرح پیش آئیں + غرض آگے چلے۔ تو دیکھا۔ کہ عیص چار سَو آدمیوں کے ساتھ استقبال کو آ رہے ہیں + یعقوب دوڑ کر بھائی کے پاس پہنچے۔ اور ملنے سے پہلے سات دفعہ زمین پر جُھکے + عیص نے لپک کر اُنہیں سینے سے لگا لیا۔ اور پیار کیا۔ مدّت کے بچھڑے ہوئے تھے۔ دونو کا دل بھر آیا۔ ملکر رونے لگے + پھر عیص نے بال بچوں کا غول دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہیں ؟ یعقوب نے کہا۔ کہ یہ اللہ نے اپنی عنایت سے تمہارے خادم کو عطا فرمائے ہیں + تب یعقوب نے اپنی بیٹیاں اور بیٹے بھائی کی خدمت میں پیش کئے۔ دونو بیویاں بھی آئیں۔ اور سب نے ادب سے جُھک کر سلام کیا + یوسف بہت خورد سال اور بنیامین تو چند روز کے ہی تھے۔ ان پھول سے بچوں کو بھی بھائی کے آگے پیش کیا + عیص نے بچوں کو بہت پیار کیا۔ اور سب سے مل کر بہت خوش ہوئے +

اس کے بعد بھیڑیں۔ بکریاں۔ گائے بیل۔ اُونٹنیاں وغیرہ آئیں۔ ان میں سے ایک بڑا غول علیحدہ کر کے اُنہوں نے بھائی کو نذر کیا + عیص نے کہا۔ کہ خدا کا دیا میرے پاس بہت ہے۔ تم اس کی تکلیف نہ کرو۔ مگر یعقوب نے نہ مانا۔ اور کہا کہ اگر

مَیں تمہاری نظر میں منظور ہوں۔ تو اپنے اس خادم کا یہ ناچیز ہدیہ قبول کیا جائے۔
غرض انہوں نے اس اصرار سے کہا۔ کہ بڑے بھائی کو لئے بغیر چارہ نہ رہا۔ پھر
عیس نے کہا۔ آؤ اب کوچ کریں۔ یعقوب نے کہا۔ کہ بہتر ہو آپ آگے جائیں۔ میرے
ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ مستورات اور مال مویشی ہے۔ مَیں آہستہ آہستہ
پیچھے آؤں گا۔ اور جلد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ تب عیس وہاں سے اپنے
شہر کو روانہ ہو گئے۔ بعد میں یعقوب کا قافلہ بھی آپہنچا۔ حضرت اسحاق بیٹے اور
پوتوں پوتیوں سے ملکر بے حد خوش ہوئے۔ چند روز بعد حضرت اسحاق نے ۱۸۰ برس
کی عمر میں انتقال کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسفؑ کا خواب اور بھائیوں کا حسد

حضرت یعقوب کے گیارہ بیٹے تھے۔ اُن میں سے دو بیٹے یعنی بنیامین جو سب سے
چھوٹے تھے۔ اور اُن سے بڑے یوسف دونو ایک ہی ماں سے تھے۔ حضرت یوسفؑ
کا قصہ بے انتہا دلچسپ اور پُر عبرت ہے۔ اللہ تعالٰے نے قرآن مجید میں اس قصے
کو احسن القصص بیان فرمایا ہے۔ یعنی سب سے اچھا قصہ۔

حضرت یعقوب کے سب بیٹوں میں یوسف نہایت حسین و خوبصورت تھے۔ اور
چونکہ بچپن ہی میں ان کی والدہ بی بی راحیل کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے ان کے
والد انہیں بہت چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کی ایک دم کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔

یوسف کی طرف باپ کی اس قدر توجہ اور بے حد محبّت و اُلفت دیکھ کر سوتیلے بھائی حسد سے جلنے اور اپنے چھوٹے بھائی سے دشمنی کرنے لگے ۔

جب حضرت یوسف سترہ برس کے ہوئے۔ تو ایک دفعہ وہ سوتے سوتے گھبرا کر اُٹھے۔ باپ نے تسلّی دی۔ اور اس طرح جاگ اُٹھنے کا سبب پوچھا۔ یوسف نے جواب دیا۔ کہ مَیں نے اس وقت عجیب خواب دیکھا ہَیں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ مَیں ایک بہت اُونچے پہاڑ پر کھڑا ہوں۔ دامنِ کوہ میں چاروں طرف پانی کی نہریں بہ رہی ہیں اور چار طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ ہر قسم کے درخت۔ گُل اور بُوٹے بہار دکھا رہے ہیں۔ جن کی خوشبو سے دماغ معطّر ہوا جاتا ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ چاند سورج اور اُن کے ساتھ گیارہ ستارے آسمان سے اُترے۔ اور اُنہوں نے مجھ کو سجدہ کیا ۔

یعقوب فوراً اس خواب کی تعبیر سمجھ گئے۔ کہ کوہِ بلند سے مطلب حضرت یوسف کا تخت اور اس کے گرد جو نہریں اور گُل بُوٹے ہیں۔ اُن سے مراد وہ فیض اور برکت ہے۔ جو ان کے ذریعے خلقِ خدا کو نصیب ہوگی۔ چاند اور سورج سے مراد خاندان کے دو نورانی بزرگ ہیں۔ اور گیارہ ستارے اُن کے گیارہ بھائی ہیں۔ جو ان کے سامنے ایک دن سرِ نیاز خم کریں گے۔ لیکن آپ نے خواب کی یہ تعبیر یوسف کو نہ بتائی۔ بلکہ منع کیا۔ کہ بھائیوں کو اپنے خواب کا حال نہ جتانا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ حسد سے اَور بھی زیادہ جلیں۔ اور تمہیں تکلیف پہنچانے کے درپے ہوں ۔

مثل مشہور ہے۔ ہونٹوں نکلی اور کوٹھوں چڑھی۔ کسی نہ کسی طرح یوسف کے بھائیوں کو اس بات کی خبر ہو گئی۔ اب وہ باہم صلاح مشورہ کرنے لگے۔ کہ کس

طرح اس بھائی کو باپ کی نظروں سے گرادیں + ایک نے کہا۔ کہ اسے قتل کر دو۔ دوسرے نے صلاح دی کہ مارنا تو مناسب نہیں۔ لیکن اسے تن تنہا جنگل میں چھوڑ دو مصیبتیں اُٹھا اُٹھا کر خود اپنی موت سے مرجائے گا۔ یا کوئی درندہ اسے کھا جائیگا + تیسرے نے کہا۔ یہ تو قتل سے بھی بد تر ہے + زیادہ مناسب یہ ہے۔ کہ اسے جنگل میں کسی اندھے کنویں میں ڈال دیا جائے۔ کوئی آتا جاتا سوداگر اسے نکالکر کسی غیر ملک میں لے جائے گا۔ اور ہمارا دامن خون سے بھی آلودہ ہونے نہ پائے گا۔ اور مطلب بھی بخوبی برآئے گا۔ یعنی باپ سے دور ہو جائے گا +

اس تجویز کو سب نے پسند کیا۔ اور وہ یوسف کو اپنے ہمراہ باہر لے جانے کا بہانہ ڈھونڈنے لگے۔ کئی تدبیریں سوچیں۔ لیکن کوئی کارگر نہ ہوئی۔ آخر اُنہوں نے یوسف سے جنگل کی سیر کا ذکر کیا۔ اور اس کو اس خوبی سے بیان کیا۔ کہ یوسف کو وہاں جانے کا بے حد شوق ہو گیا + یوسف کو پھُسلا کر سب بھائی بہت خوش ہوئے اور اب اُن کو اپنے ساتھ لیکر حضرت یعقوبؑ کے پاس آئے۔ اور عرض کی۔ کہ پچھلے موسم بہار میں جب ہم اپنے مویشی چرانے کے لئے لیکر گئے تھے۔ تو ہم نے یہ خواہش کی تھی۔ کہ آپ یوسف کو ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجیں۔ لیکن آپ نے اجازت نہ دی۔ اور وہ تماشا سخت بے لطفی سے گذرا + اب پھر بہار کا وقت ہے۔ رنگا رنگ پھولوں نے جنگل میں منگل کر رکھا ہے۔ ہر طرف سبزہ زار پُر بہار ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ یُوسف بھی ہمارے ساتھ جائے۔ اور تماشائے گلزار سے دل بہلائے۔ اُمید ہے کہ آپ ہمیں اس دفعہ مایوس نہ کریں گے + حضرت یعقوبؑ نے جواب دیا۔ تم جانتے ہو کہ اوّل تو مجھے اس کی دم بھر کی جُدائی گوارا نہیں۔ پھر بھلا کئی دن کے لئے اسے

کیسے جدا کر سکتا ہوں؟ دوسرے مجھے یہ خوف ہے۔ کہ ایسا نہ ہو تم غافل ہو جاؤ۔ اور اسے کوئی بھیڑیا کھا جائے۔ سب بیٹوں نے عرض کی۔ کہ ہم دس شہ زور طاقتور اور دلیر جوان ہیں۔ ہم میں سے اگر ایک بھی یوسف کے ساتھ رہے گا۔ تو بھیڑیا کیا۔ شیر کی بھی مجال نہیں۔ کہ یوسف کو چشم زخم پہنچائے۔ اس بات کا آپ بالکل فکر نہ کریں۔

ان سب باتوں پر بھی یعقوب انکار ہی کرتے رہے۔ مگر بھائیوں نے یوسف کو سمجھا بہکا کر سیر کا اس قدر شوق دلا دیا تھا۔ کہ اب خود انہوں نے باہر جانے کی اجازت چاہی۔ اب تو یعقوب مجبور ہو گئے۔ اور انہوں نے لاچار ہو کر ایک دن کی اجازت دے دی۔ اور حکم دیا۔ کہ یوسف کو حمام کراؤ۔ اچھے اچھے کپڑے پہناؤ۔ اور خوشبو لگاؤ۔ جب پیارے یوسف نہا دھو کر پوشاک پہن کر تیار ہو چکے۔ تو باپ نے اپنے چہیتے بیٹے کو چھاتی سے لگایا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کے رخصت کیا۔ جاتی دفعہ بیٹوں کو پھر حفاظت کی بہت تاکید کی۔ اور یہودا کو خاص طور پر فرمایا۔ کہ دیکھو تم بڑے ہو۔ تمہارا چھوٹا بھائی تمہارے حوالے ہے۔ اس کی حفاظت کا بہت خیال رکھنا۔ اور اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا۔

غرض یوسف اپنے بھائیوں کے ساتھ سیر کو چلے۔ اور حضرت یعقوب بہت دیر تک انہیں دیکھتے رہے۔ پھر بادلِ زار و چشم اشکبار گھر کو لوٹے۔ ادھر جب تک باپ سامنے رہا۔ یوسف کے بھائی انہیں بہت محبت سے لے جاتے۔ اور پیار کی باتیں کرتے رہے۔ لیکن اِدھر باپ نظروں سے اوجھل ہوا۔ اُدھر انہوں نے یوسف کو بانہہ سے پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا۔ جب یوسف رونے لگے۔ تو انہوں نے تھپڑ مکے۔ تماچے مارنے شروع کئے۔ اور پوچھنے لگے۔ کیوں بے۔ وہ گیارہ ستارے کہاں ہیں جنہوں نے

بچہ کو سجدہ کیا تھا؟ یوسف بہت روئے چلائے۔منت زاری کی۔مگر ان ظالم بے دردوں پر ان کی گریہ وزاری کا کچھ اثر نہ ہوا +

غرض یوسف کو اس طرح مارتے ستاتے دور نکل گئے۔اب انہوں نے سرِ راہ ایک غیر آباد کنواں دیکھا۔سب کی صلاح ہوئی۔کہ یوسف کو اسی میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایک مضبوط رسّہ یوسف کی کمر میں باندھا۔اور اسے کنویں میں لٹکانے لگے +

آہ! اس وقت کا منظر کیسا عبرت انگیز اور دردناک ہوگا۔یوسف۔جنہوں نے آج تک دھوپ کی تپش نہ دیکھی تھی جنہوں نے اتنی عمر آرام اور ناز سے کاٹی تھی۔ جو باپ کی آنکھوں کی پُتلی بن کر رہے تھے۔آج ایک ایک بھائی کا دامن پکڑ کر زار زار روتے تھے۔مگر کوئی پروا نہ کرتا تھا۔اور سب انہیں دھکّے دیتے تھے۔آخر میں اُنہوں نے یہودا کا دامن پکڑا۔اور رو کر کہا۔باپ نے مجھے خاص طور پر تمہارے سپرد کیا تھا۔اب تم مجھے ان کے ہاتھ سے بچاؤ۔یہودا کو یہ سُن کر کچھ رحم آیا۔مگر دوسرے ظالموں نے اسے ملامت کر کے جلد اپنے ساتھ مِلا لیا۔اور سب نے مل کر یوسف کے کپڑے اُتارے۔اور اُن کو کنویں میں لٹکا دیا + ابھی یوسف زمین تک نہ پہنچے ہونگے۔کہ ایک بھائی شمعون نے پرلے درجے کی بے دردی سے کام لیا۔یعنی اُس نے رسّے کو تلوار سے کاٹ ڈالا۔تاکہ یوسف گِر کر فوراً مر جائے۔یا سخت چوٹ کھائے معصوم بھائی کو کنوئیں میں گرا کر اُنہوں نے ایک غلام کو نزدیک ہی کہیں بٹھا کر حکم دیا۔کہ اگر کوئی شخص اس کنویں پر آئے۔اور اس میں سے یوسف کو نکالے تو ہمیں خبر دینا + اس کارروائی کے بعد سب بھائی واپس چلے۔اور سوچنے لگے۔کہ باپ کے

پاس جاکر کیا کہیں - آخر سوچتے سوچتے یہ تجویز ٹھیری - کہ ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے یوسف کا کُرتہ اُس میں بھگو لیا جائے - اور باپ سے یہ کہا جائے - کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا - اور خون آلودہ کُرتہ لے کر جھوٹ موٹ روتے چلاتے باپ کے پاس آئے - اور کہا - کہ ہم جنگل میں اِدھر اُدھر پھرنے گئے تھے - اور یُوسف اکیلا تھا - کہ کوئی ظالم بھیڑیا آیا - اور اسے کھا گیا - چنانچہ یہ ان کا کُرتہ موجود ہے +

حضرت یعقوبؑ یہ خبر سُنتے ہی رنج و غم سے بیقرار ہو گئے - دُنیا اُن کے سامنے اندھیر ہو گئی - ہوش و حواس بجا نہ رہے - رونے دھونے کے بعد اُنھوں نے یوسفؑ کے کُرتے کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا - تو اوّل تو اُس میں انسان کے خون کی بُو نہ تھی - دوسرے وہ حیران تھے - کہ یہ کس طرح ممکن ہے - کہ یوسفؑ کو بھیڑیا پھاڑ کر کھا جائے - مگر کُرتہ کہیں سے بھی نہ پھٹے + بیٹوں نے لاکھ باتیں بنائیں - مگر باپ معاملے کی تہ کو پہنچ چکے تھے - اُنھوں نے یقین نہ کیا +

حضرت یعقوبؑ کو بیٹے کی جُدائی کا جس قدر رنج ہوا - اور جتنا وہ اس کے فراق میں روئے - وہ آج تک ضرب المثل ہے - اور کسی قلم میں طاقت نہیں - کہ اس کو تحریر میں لائے + جس دن آپ نے یوسفؑ کی موت کی خبر سُنی - اُسی دن ایک علیٰحدہ کوٹھری میں بیٹھ کر رونا اور خدا کی عبادت کرنا شروع کر دی - اور اس قدر روئے - کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ خون نکلا - اور آخر نابینا ہو گئے + اس کوٹھڑی کا نام جس میں بیٹھ کر آپ یُوسفؑ کو یاد کیا کرتے تھے - آپ نے بیت الحزن یعنی غم خانہ رکھا +

حضرت یوسفؑ غلام کی طرح بیچے جاتے ہیں

اب یوسفؑ کا حال سنو۔ جب بھائی اُن کو کنویں میں ڈال کر چلے گئے۔ تو کچھ دیر کے بعد سوداگروں کا قافلہ اُدھر سے گذرا۔ جو مصر کو جاتا تھا+ اس قافلے نے کنویں کے پاس منزل کی۔ اور پانی کے لئے اس کنویں میں ڈول لٹکایا+ یوسفؑ اسے غیبی امداد سمجھے۔ اور خود ڈول میں ہو بیٹھے+ اوپر جو غلام ڈول کھینچ رہا تھا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ ڈول بوجھل ہو گیا ہے۔ تو کنویں میں نگاہ کی۔ اُس میں ایک بچہ بیٹھا دیکھ کر اپنے ساتھی کو مدد کے لئے آواز دی+ غرض دونو نے مل کر اُن کو باہر نکالا۔ اور قافلہ سالار کے پاس لے گئے+

جاسوس نے جو یہ حال دیکھا۔ تو وہ دوڑا ہوا یوسفؑ کے بھائیوں کے پاس گیا۔ اور اُن کو سب حال سے آگاہ کیا+ وہ سب فوراً قافلے کے سردار کے پاس گئے۔ اور کہا۔ کہ یہ لڑکا ہمارا غلام ہے۔ مگر بہت شریر اور کام چور ہے۔ ہم نے سزا دینے کے لئے اسے کنویں میں ڈالا ہے+ انہوں نے کہا۔ کہ یہ تو کوئی شریف زادہ معلوم ہوتا ہے کیسی پیاری شکل ہے۔ غلام تو ایسے نہیں ہوتے+ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا۔ کہ تمہیں اچھا لگتا ہے۔ تو اسے مول لے لو+ سوداگر نے حضرت یوسفؑ سے پوچھا۔ کہ تم کیا چاہتے ہو؟ یوسفؑ نے چاہا۔ کہ سب حال بے کم و کاست بیان کر دیں۔ لیکن بھائیوں نے عبرانی زبان میں کہا۔ کہ اگر ذرا بھی کوئی ایسی ویسی بات کہی۔ تو ہم تم کو اس سے لے کر اور دُور لے جا کر قتل کر ڈالیں گے+ ناچار یوسفؑ نے کہہ دیا۔ کہ ہاں میں اُن کا غلام ہوں+ سوداگر نے کہا۔ کہ میرے پاس جو نقد تھا۔ اُس سے تو میں مال و اسباب خرید چکا

ہوں۔ اب میرے پاس کافی قیمت نہیں + برادرانِ یوسفؑ نے کہا۔ کہ جو جی چاہے۔ دے دو۔ اس پر اس نے بیس درم دے کر کہ ایک درم ۴-۵ آنے کا ہوتا تھا۔ یوسفؑ کو خرید لیا۔ اور ان سے رسید لکھوالی + جب یوسفؑ بک چکے اور اُن کے بھائی درم لے کر چلنے لگے۔ تو یوسفؑ سوداگر سے اجازت لے کر اُن سے رخصت ہونے لگے لیکن جب یہ ان کی طرف ملنے کو بڑھے۔ تو جس کی طرف بھی گئے۔ اس نے پیار کرنے کی جگہ مُنہ پر طمانچے مارے + جب یوسفؑ کے بھائی چلے گئے۔ تو سوداگر نے اُن سے پوچھا۔ کہ جب ان کو تجھ سے اُلفت نہ تھی۔ تو تُو نے اس قدر محبت کیوں ظاہر کی؟ یوسفؑ نے جواب دیا اس لئے۔ کہ آخر وہ میرے بڑے بھائی ہیں +

یُوسفؑ عزیزِ مصر کے گھر میں

الغرض یہ سوداگر یہاں سے چل کر مصر پہنچا۔ یوسفؑ کے حُسن کا شہرہ یہاں اس قدر پھیلا۔ کہ جب سوداگر نے اُن کو بیچنے کا ارادہ کیا۔ تو ہزاروں خریدار پیدا ہو گئے۔ اور قیمت حد سے زیادہ بڑھ گئی + آخر مصر کے بادشاہ کے وزیر قطفیر نے جسے لوگ عزیزِ مصر کہتے تھے۔ سب سے زیادہ قیمت دیکر یوسف کو خرید لیا +

عزیزِ مصر کے ہاں کوئی لڑکا نہ تھا۔ یوسف کا حُسن و جمال دیکھ کر وہ اُن پر فریفتہ ہو گیا۔ اور جی میں خوش ہوا۔ کہ خدا نے مجھے ایسا لڑکا بخشا۔ چنانچہ وہ اُن کو گھر لے گیا۔ اور اپنی بیوی زلیخا کے حوالے کر کے انہیں نہایت آرام سے رکھنے کی تاکید کی۔ اور کہا۔ کہ یہ کسی اشراف کا بچہ معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں کوئی بچہ نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اسی طرح عطا فرمایا +

زلیخا نے جب یوسفؑ کا رشکِ مہر و ماہ چہرہ دیکھا۔ تو وہ اُن پر دل و جان سے شیدا ہو گئی۔ اور ہر طرح اُن کی دلجوئی خاطر مدارات کرنے لگی۔ لیکن جس قدر وہ یوسفؑ کی طرف راغب ہوتی تھی۔ آپ اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ اس سے محترز رہتے + زلیخا نے ہزار کوشش کی۔ اور طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ مگر آپ ہمیشہ اس سے پہلو تہی کرتے رہے۔ اور کبھی توجّہ نہ کی +

ایک دن زلیخا نے اپنے مکان کو خوب سجایا۔ اور اس میں یُوسفؑ کو بُلایا مگر یوسفؑ نے اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا + اور جب زلیخا نے اُن سے بے جا محبّت جتانی چاہی تو حضرت یوسفؑ گھبرا کر دروازے کی طرف دوڑے۔ زلیخا نے ان کا پیچھا کیا۔ اور ابھی وہ آخری دروازے سے نکلنے نہ پائے تھے۔ کہ زلیخا نے آ لیا۔ اور اُن کا دامن اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ لیکن حضرت یوسفؑ فوراً باہر نکل گئے۔ اُن کا کُرتہ پھٹ کر زلیخا کے ہاتھ میں رہ گیا +

اتفاق سے اسی وقت عزیزِ مصر گھر کو آرہا تھا۔ اُس نے یوسفؑ کو اس طرح پریشان حال گھر سے نکلتے دیکھا۔ تو اس کی وجہ پوچھی + آپ نے دانائی سے ایسا جواب دیا۔ جو سچ بھی تھا۔ اور جس سے راز بھی ظاہر نہ ہوا + عزیز کو چونکہ ان سے محبّت تھی۔ اس لئے اس نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اندر لے گیا + جب زلیخا نے ان دونو کو اندر آتے دیکھا۔ تو وہ سمجھی۔ کہ یوسفؑ نے سارا حال عزیز سے کہہ دیا ہے۔ پس اس نے اسی وقت کپڑے پھاڑے۔ اور اپنے بال نوچ کر رونا چلّانا شروع کیا۔ اور جب عزیز نے محبّت سے حال پوچھا۔ تو رو کر کہنے لگی۔ کہ مَیں سوتی تھی۔ یوسفؑ میرے کمرے میں آیا۔ اور کچھ گستاخی کرنا چاہتا تھا۔ وہ تو شکر ہے۔ کہ مَیں جاگ اُٹھی۔ ورنہ خدا جانے

یہ بد باطن کیا کرتا۔ میرے جاگنے سے یہ خوف کھا کر بھاگ نکلا۔ مَیں اس کے پیچھے دوڑی۔ کہ اسے پکڑ لوں۔ لیکن یہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ دیکھو۔ اس کا دامن پھٹ کر میرے ہاتھ میں رہ گیا۔ یہ کہ کر اُس نے یوسفؑ کے کُرتے کا ٹکڑا عزیز کے سامنے ڈال دیا۔ اور کہا۔ کہ اس نے ہماری مہربانیوں کا ہمیں یہ بدلہ دیا۔ ایسے نمک حرام کو گھر میں رکھنا مناسب نہیں۔ اسے قید کر دینا چاہیئے ؞

عزیز یہ سُن کر سخت حیران ہوا۔ وہ سوچتا تھا۔ کہ جب سے یہ غلام میرے ہاں آیا ہے۔ اس نے کبھی کوئی شرارت نہیں کی۔ آج اس نے خلاف عادت ایسی حرکت کیوں کی؟ لیکن زلیخا کے رونے سے اعتبار بھی آجاتا تھا۔ آخر اُس نے یوسفؑ سے کہا۔ کیوں میرے احسانوں کا یہی بدلہ تھا؟ یوسفؑ نے جواب دیا۔ کہ زلیخا مجھ پر افترا باندھتی ہیں۔ خود مجھے دھوکے سے اندر لے گئیں۔ اور مَیں ان سے پیچھا چھڑا کر بھاگا۔ یہ میرے پیچھے دوڑیں۔ اور میرا دامن پکڑ لیا۔ چونکہ مَیں بھاگا جا رہا تھا۔ دامن پھٹ گیا۔ اور اس کا ایک ٹکڑا ان کے ہاتھ میں رہ گیا۔ عزیز نے پوچھا۔ کہ کیا تیرا کوئی گواہ بھی ہے؟ اس پر یوسفؑ نے ایک بچّے کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اس سے پوچھ لو۔ یہ گواہی دے گا۔ عزیز نے اس بچّے سے کہا۔ کہ جو تُو نے دیکھا ہے۔ صاف صاف بیان کر دے۔ بچّے نے کہا۔ مجھ سے پُوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یُوسفؑ کا کُرتہ دیکھو۔ اگر وہ آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچّی ہے اور یوسفؑ جھوٹا۔ اور اگر پیچھے سے پھٹا ہے۔ تو یوسفؑ سچّے ہیں اور زلیخا جھُوٹی۔ عزیز نے جو کُرتہ دیکھا۔ تو وہ پیچھے سے پھٹا ہوا نکلا۔ اب یوسف کی بے گُناہی میں کچھ کلام نہ رہا۔ مگر اپنے گھر کی بات تھی۔ کیا کرتا۔ خونِ جگر پی کر رہ گیا۔ مگر یہ بات ایسی نہ تھی۔ کہ چھُپی رہتی۔ شہر میں چرچا ہونے لگا۔ کوئی زلیخا پر الزام دھرتا۔

کوئی یُوسفؑ کو گنہ گار بتاتا۔ کوئی دونو کو قصوروار ٹھیراتا۔ اور کوئی اس بات کو سراسر جھوٹ سمجھتا۔ غرض جتنے مُنہ اتنی باتیں ٭

جب شرفاے مصر کی خاتونوں نے یہ قصّہ سنا۔ تو وہ زلیخا پر طعن کرنے لگیں۔ کہ زلیخا نے اپنے زرخرید غلام سے دل لگا کر شریف عورتوں کو بدنام کر دیا ٭ زلیخا نے جب یہ سُنا۔ کہ عورتیں مجھ پر طعن کرتی ہیں۔ تو اس نے ایک بہت بڑی دعوت کی۔ جس میں مصر بھر کی خوب صورت اور اعلےٰ خاندان کی عورتوں کو مدعو کیا ٭ جب سب نے کھانا کھانے سے فراغت پائی۔ تو زلیخا نے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک ترنج اور ایک ایک چھُری دیدی۔ اور کہا۔ کہ جب میں کہوں۔ تو چھُری سے ترنج کو کاٹنا ٭ تمام عورتیں حیران تھیں۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے ٭ اتنے میں زلیخا یُوسفؑ کو لے کر اندر آئی۔ تمام عورتوں کی نظریں اُن کی طرف جم گئیں۔ اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگیں ٭ اس وقت زلیخا نے پکار کر کہا۔ کہ اب ترنج کاٹو ٭ سب نے ترنج کاٹنے شروع کر دئے۔ لیکن وہ یوسفؑ کو دیکھ کر ایسی محو اور بے خود ہو رہی تھیں۔ کہ انہوں نے بجائے ترنج کاٹنے کے اپنی اُنگلیاں کاٹ لیں۔ اور اُنہیں خبر تک نہ ہوئی ٭ آخر جب زلیخا یوسفؑ کو باہر لے گئی۔ تو اُن کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ تب زلیخا نے آکر اُن سے کہا۔ کہ بس اسی پر تنے پر مجھے لعنت ملامت کرتی تھیں؟ آخر انہوں نے تسلیم کیا۔ کہ زلیخا نے جو اس جوان کو دِل دیا اس میں اس کا کوئی قصور نہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے طعنوں کی نسبت زلیخا سے معذرت کی۔ اور کہا۔ کہ واقعی یہ انسان نہیں۔ یہ تو کوئی فرشتہ زمین پر اُتر آیا ہے ٭

تھوڑی دیر کے بعد زلیخا پھر یوسفؑ کو لے آئی۔ اور سب عورتوں نے ان کو سمجھانا شروع کیا۔ تاکہ وہ کسی طرح زلیخا کی طرف مائل ہوں۔ لیکن اُنہوں نے ذرا

بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ اسی طرح نظریں نیچی کئے بیٹھے رہے۔ اور کہا۔ تو یہ کہا۔ کہ اے خدا! جو بات یہ چاہتی ہیں۔ اس سے تو مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے +

یوسفؑ زندان میں

اب وہ عورتیں نا اُمید ہو گئیں۔ اُنھوں نے زلیخا کو صلاح دی۔ کہ اس کو کچھ دن کے لئے قید خانے میں بھیج دو۔ وہاں کی تکلیفات سے اس کے تمام بل نکل جائیں گے۔ اور اسے اس عیش کی قدر معلوم ہو گی +

زلیخا نے ایسا ہی کیا۔ یعنی دعوت کے دو چار دن بعد اس نے عزیز سے کہا۔ کہ میں اس غلام کے سبب سے بدنام ہو گئی ہوں۔ اور چونکہ تم نے اسے کچھ سزا نہیں دی۔ اس لئے لوگ مجھی کو قصوروار سمجھتے ہیں۔ اگر اس کو چند روز کے لئے قید خانے میں بھیج دو۔ تو دنیا طعنے دینے سے تو باز آئے گی + عزیز نے یہ بات مان لی۔ اور یوسفؑ کو قید خانے میں بھجوا دیا +

اس زمانے میں مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔ جب یوسف قید خانے میں تھے۔ تو ان دنوں جو فرعون تخت پر تھا۔ اس کا اصلی نام ملک ریّان تھا + یوسفؑ کو قید ہوئے کچھ مدت گزری تھی۔ کہ ملک ریّان کے ساقی اور باورچی سے کوئی قصور سرزد ہوا۔ اور وہ قید کر دئے گئے + قید خانے کے داروغہ کو ساقی اور باورچی کی بہت خاطر منظور تھی۔ کیونکہ بادشاہ کے خاص ملازم تھے۔ اور رہا ہو کر داروغے کو بہت فائدہ پہنچا سکتے تھے۔ اس لئے اُس نے اُن کو بھی یوسفؑ ہی کے کمرے میں رکھا +

حضرت یوسفؑ کا معمول تھا۔ کہ وہ فرصت پاکر اور موقع دیکھ کر قیدیوں کو وعظ و نصیحت بھی کیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی قیدی آپ کو کوئی خواب سُناتا۔ تو اُس کی تعبیر بیان فرمایا کرتے + ایک دن باورچی نے خواب دیکھا۔ کہ مَیں باورچی خانے کے دروازے کے باہر روٹیوں کا خوان اپنے سر پہ لئے کھڑا ہوں۔ اور پرندے آکر اس میں سے روٹیاں اُٹھا اُٹھا کے لے جاتے ہیں + باورچی نے حضرت یوسفؑ سے اس کی تعبیر پوچھی + آپ نے فرمایا۔ کہ تو پھانسی پائے گا۔ اور چیل کوّے تیرا بھیجا کھائیں گے + ساقی بولا۔ مَیں نے خواب دیکھا ہے۔ کہ بادشاہ سلامت کا خاص پیالہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اور مَیں انگوروں کا رس نچوڑ نچوڑ کر اُن کو دے رہا ہوں۔ اور بادشاہ سلامت اسے پی رہے ہیں + حضرت یوسفؑ نے جواب دیا۔ کہ تو پھر اپنے عہدے پر بحال ہو جائیگا +

پھر آپ نے ساقی سے کہا۔ کہ جب تُو بحال ہو جائے۔ تو مجھے یاد رکھنا۔ اور موقع دیکھ کر بادشاہ سے ذکر کرنا۔ ممکن ہے۔ کہ مَیں اس مصیبت سے رہائی پاؤں۔ ساقی نے وعدہ کیا + خدا کی قدرت! تیسرے دن ہی بادشاہ نے باورچی کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ اور ساقی کو بلا کر اُسے اس کے عہدے پر بحال کیا۔ اگرچہ ساقی نے یوسفؑ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ مَیں آپ کا ذکر بادشاہ سے کردوں گا۔ لیکن از سرِ نو عہدہ پانے کی خوشی میں وہ اپنا وعدہ بھول گیا + حضرت یوسفؑ بارہ برس قید خانے میں رہے +

بادشاہِ مصر کا خواب

بارہ برس کے بعد مصر کے بادشاہ نے ایک رات خواب دیکھا۔ کہ سات موٹی تازی گائیں دریائے نیل سے نکلیں۔ اور چرنے چگنے لگ گئیں + اتنے میں اسی دریا

سے سات دُبلی پتلی گائیں پیدا ہوئیں۔ اور وہ پہلی موٹی گایوں کو نگل گئیں۔ اور اُن کو کھا کر بھی دُبلی پتلی ہی رہیں۔ بادشاہ سخت حیران ہوا۔ پھر بادشاہ نے دیکھا۔ کہ ایک درخت میں سے سبز غلّے کی سات موٹی موٹی بالیں نکلیں۔ اور ہوا میں لہلہانے لگیں۔ اتنے میں سات خشک بے دانہ جلی بالیں پیدا ہوئیں۔ اور سبز موٹی بالوں سے لپٹ گئیں۔ اُن کے لپٹتے ہی سبز بالیں بالکل مُرجھا کر خشک ہوگئیں۔

یہ دو خواب دیکھ کر بادشاہ کی آنکھ کُھل گئی۔ باقی رات اُس نے بڑی بے چینی سے کاٹی۔ اور صُبح اُٹھتے ہی اپنے دربار کے تمام ساحروں۔ نجومیوں اور معبّروں کو بُلا کر خواب سُنایا۔ اور تعبیر پُوچھی۔ وہ لوگ یہ خواب سُن کر سخت حیران ہوئے۔ اور بہت دیر تک سوچنے کے بعد بولے۔ کہ یہ خواب پریشان ہے۔ اس کی کوئی تعبیر نہیں۔ لیکن بادشاہ کو اِن کی بات کا اعتبار نہ آیا۔ اور اس نے اس خواب کی تعبیر بتانے والے کے لئے انعام مقرر کیا۔ دُور دُور سے لوگ تعبیر بتانے آئے۔ مگر خواب سُن کر تعبیر نہ بتا سکے۔ اور واپس چلے گئے۔

جب خواب کا چرچا حد سے زیادہ ہوا۔ تو ساقی کو یوسفؑ کی بات یاد آئی۔ اس نے موقع مناسب پا کر بادشاہ سے ان کا ذکر کیا۔ اور اپنے خواب کا حال سُنا کر کہا۔ کہ مجھے پوری اُمید ہے۔ کہ وہ خواب کی صحیح تعبیر بیان کر دیں گے۔ بادشاہ نے ساقی کو ہی بھیجا۔ کہ اس خواب کی تعبیر یوسفؑ سے پوچھ آئے۔ ساقی قید خانے میں گیا۔ یوسفؑ سے ملا۔ اور بادشاہ کا خواب بیان کر کے تعبیر پوچھی۔ یوسفؑ نے فرمایا۔ سات موٹی تازی گایوں اور سبز خوشوں سے یہ مُراد ہے۔ کہ مصر میں سات سال غلّہ کثرت سے پیدا ہوگا۔ دُنیا فارغ البال ہوگی۔ اور ہر طرف عیش اور خوشی نظر آئے گی۔

لیکن سات دُبلی پتلی گایوں اور سیاہ خشک خوشوں سے قحط اور خشک سالی کے سات سال مُراد ہیں۔ جن میں لوگ دانے دانے کو ترسیں گے ۔ چونکہ موٹی گائیں اور عمدہ خوشے پہلے نکلے تھے۔ اس لئے ارزانی کے سال پہلے ہوں گے۔ اور قحط کے بعد۔ اور جس طرح دُبلی گایوں نے موٹی گایوں کو اور خشک خوشوں نے سبز خوشوں کو نگل لیا تھا۔ اسی طرح قحط ایسا زبردست ہو گا۔ کہ پہلے سات سال کی ارزانی کی اس کے سامنے کچھ حقیقت نہ رہے گی ۔ پھر فرمایا۔ خدا نے بادشاہ پر اس خواب کے ذریعے سے ظاہر کیا ہے۔ کہ وہ ارزانی کے سالوں میں ایسا کام کرے۔ کہ قحط اور خشک سالی کے زمانہ میں اس کی رعایا کو تکلیف نہ ہو ۔ یہ سُن کر ساقی نے حضرت یوسفؑ کا حسب نسب پُوچھا۔ قید ہونے کی وجہ دریافت کی اور چلا گیا ۔

ساقی نے بھرے دربار میں یوسفؑ کی بیان کردہ تعبیر بادشاہ کو سُنائی۔ حاضرین تعبیر سُن کر بہت حیران ہوئے۔ اور بادشاہ کو یوسفؑ کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ اور ساقی سے اُن کا حال دریافت کیا۔ اس نے یوسفؑ کا سارا حال بیان کر دیا۔ کہ وہ حضرت ابراہیم اور اسحٰق کی اولاد میں سے ہیں۔ اور نہایت نیک نوجوان ہیں۔ اور عزیز نے اُن کو بیوی کے کہنے پر بے گُناہ قید کر رکھا ہے ۔ بادشاہ نے فوراً عزیز کو بلا کر اُن کے قید کرنے کی وجہ پُوچھی ۔ عزیز نے کہا۔ کہ مَیں نے اسے اپنا فرزند بنایا تھا۔ مگر میری بی بی نے اس پر تہمت لگائی اس لئے مَیں نے اسے قید کر دیا۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ تہمت سچی ہے یا جھوٹی ۔

قید سے رہائی

بادشاہ نے چوبدار کو حُکم دیا۔ کہ جاؤ۔ اور یُوسفؑ کو نہایت احترام سے ہمارے

حضور میں لے آؤ + چوبدار قید خانے میں گیا۔ کہ یوسفؑ کو دربار میں لائے۔ مگر اُنہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ جب تک زلیخا کے الزام کی تحقیقات نہ ہوئے گی مَیں قید خانے سے قدم باہر نہ رکھوں گا + بادشاہ نے جب یوسفؑ کا یہ ارادہ سُنا۔ تو بہت خوش ہوا۔ اور زلیخا کی سہیلیوں کو طلب کر کے سارا حال پُوچھا + اُنہوں نے عرض کیا۔ کہ حاش للہ ہم نے یوسفؑ میں کسی طرح کی بُرائی نہیں پائی + زلیخا نے بھی مان لیا۔ کہ جو قصور تھا میرا تھا۔ یوسفؑ بالکل سچّا ہے +

اب شاہی چوبدار قید خانے کی طرف دوڑائے گئے۔ کہ یوسفؑ کو عزّت و احترام سے لے آئیں + چنانچہ فوراً زندان سے نکال کر اُنہیں غسل دیا گیا اور اچھی پوشاک پہنا کر انہیں دربار میں لائے + بادشاہ نے ان کی بہت عزّت اور خاطر کی۔ اور پھر اپنا خواب بیان کیا + حضرت یوسفؑ نے پھر وہی تعبیر بیان کر کے کہا۔ کہ بادشاہ سلامت۔ ضروری ہے۔ کہ ابھی سے لوگوں کو اس قحط سے بچانے کی تدابیر پر عمل کیا جاوے + بادشاہ نے پُوچھا۔ وہ تدبیریں کیا ہیں؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ کہ تدبیر یہ ہے۔ کہ آپ اہالیانِ مصر کو حکم دیں۔ کہ وہ ان فارغ البالی کے سات سالوں میں بہت محنت سے کھیتی باڑی کر کے خوب غلّہ پیدا کریں۔ اور ضرورت سے زیادہ غلّہ خرچ نہ ہونے پائے۔ اور نہ اناج ملک سے باہر جانے پائے۔ مُلک میں خرچ ہو کر جتنا بچے۔ اسے آپ خرید کر محفوظ رکھیں۔ بڑے بڑے گوداموں میں غلّہ جمع کریں۔ اور اس کا انتظام کسی قابل اور دیانتدار آدمی کے سپرد کریں۔ تاکہ جب ارزانی کے سات سال گذر جائیں۔ اور قحط پڑے۔ تو وہ غلّہ جو جمع ہو۔ لوگوں کو دیا جائے + اس طرح نہ صرف آپ کی رعایا۔ بلکہ اَور بھی بہت سے آدمی قحط کی بلا سے بچ رہیں گے۔ اور غلّے کی خرید و فروخت سے

آپ کے خزانے کو مالی فائدہ بھی ہو گا +

ملک ریّان نے جب یوسفؑ کی یہ باتیں سُنیں۔ تو وہ بہت حیران ہوا۔ کہ خدا نے اس چھوٹی عمر میں اسے کتنی دانائی بخشی ہے + اس نے کہا۔ مَیں کس آدمی کو اس کام پر مقرر کروں۔ مجھے تو آپ سے بہتر کوئی دیانتدار آدمی نظر نہیں آتا۔ اس لئے آپ ہی یہ کام قبول فرمائیے + حضرت یوسفؑ نے اس کی درخواست منظور کی۔ اور غلّے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا + آپ نے ملک ریّان کو اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ وہ آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا +

یوسفؑ نے نہایت کوشش سے ایک بہت بڑا گدام بنایا۔ اور اس میں غلّہ جمع کرنا شروع کیا۔ اُنھوں نے نہ صرف قیمتاً ہی خریدا۔ بلکہ لوگوں سے نقد محصول لینے کی بجائے غلّہ ہی وصول کرنا شروع کر دیا۔ اور سات سال کے عرصے میں لاکھوں من غلّہ جمع ہو گیا +

جب ارزانی کے سات سال گذر گئے۔ تو آپ کی پیشین گوئی کے مطابق خشک سالی کا زمانہ آیا۔ اور اس قدر سخت قحط پڑا۔ کہ ایک سال کے اندر اندر لوگوں نے اپنا جمع کیا ہوا سب غلّہ خرچ کر ڈالا + اب حضرت یوسفؑ نے اپنے ذخیروں کے کھتّوں کے مُنہ کھول دئے + پہلے پہل تو لوگوں نے قیمت دے کر غلّہ لیا۔ اور اوقات بسری کی۔ جب روپیہ پیسہ کچھ نہ رہا۔ تو مکان۔ زمینیں اور جائدادیں فروخت کیں۔ اور جب یہ بھی بیچ چکے۔ تو خود اور اپنے اہل و عیال کو یوسفؑ کی غلامی میں دے کر روٹی کے خواستگار ہوئے + یوسفؑ نے سب کو پناہ دی۔ کیا امیر کیا غریب سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا۔ یہاں تک۔ کہ بادشاہ کو بھی اَوروں کے ساتھ آٹھ پہر میں

صرف ایک دفعہ دوپہر کے وقت کھانا دیا کرتے۔ اور خود کئی کئی دن بھوکے رہتے۔ تاکہ سیر ہو کر محتاجوں اور بھوکوں سے غافل نہ ہو جائیں۔ جب قحط اور خشک سالی کا زمانہ گزر چکا۔ اور پھر لوگوں کو خوش حالی نصیب ہوئی۔ تو یوسفؑ نے لوگوں کو اُن کے بال بچّوں سمیت آزاد کر کے رُخصت کیا۔ اور اُن کی جائدادیں اُن کے حوالے کر دیں۔ اور اس طرح اُن کو بندۂ لُطف و احسان بنا لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہزاروں آدمی ایمان لے آئے۔ اور بُت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے۔

حضرت یوسفؑ کے بھائی مصر میں

اب ذرا یوسفؑ کے خاندان کا حال سنو۔ جب یہ قحط پڑا۔ تو اس کا اثر حضرت یعقوبؑ کے خاندان پر بھی پہنچا۔ جب ان کے پاس غلّہ نہ رہا۔ تو نہایت مصیبت میں پڑ گئے۔ آخر اُنہوں نے سُنا۔ کہ عزیزِ مصر نے بہت سا غلّہ جمع کیا ہے۔ اور وہ پردیسیوں کی بھی مدد کرتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے بھی ارادہ کیا۔ کہ مصر سے غلّہ منگوائیں۔ چنانچہ دس بیٹوں کو مصر بھیجا۔ اور گیارھویں بیٹے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا۔ تاکہ اسے دیکھ کر اپنے غمگین دل کو تسلّی دیں۔ یہ دسوں بھائی حضرت یعقوبؑ سے رُخصت ہو کر مصر میں پہنچے۔ حضرت یوسفؑ نے قاعدہ مقرر کر رکھا تھا۔ کہ جو لوگ باہر سے آئیں۔ وہ شہر کے دروازے پر اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھائیں۔ اور وہ نام ہر شام کو آپ کے روبرو پیش کئے جائیں۔ سو جب بھائیوں کے نام پیش ہوئے آپ نے اُنہیں طلب فرمایا۔ یوسفؑ نے تو اُن کو دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا۔ مگر یہ یوسفؑ کو نہ پہچان سکے۔ اور پہچانتے بھی کیونکر؟ اُنہیں کب یہ خیال آ سکتا تھا۔ کہ جس بیکس

بچّے کو اُنھوں نے غلام بنا کر بیچا تھا۔ وہ محض خدا کے فضل سے اس درجے پر پہنچا ہے۔ یُوسفؑ نے اُن سے پُوچھا۔ تم کہاں سے آئے ہو اور کیا کام ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا۔ کہ ہم کنعان سے آئے ہیں۔ ہمارے ملک میں سخت قحط پڑا ہوا ہے۔ اس لئے آپ سے غلّہ خریدنا چاہتے ہیں۔ یُوسفؑ نے کہا۔ تم تو جاسوس معلوم ہوتے ہو۔ اور ہمارے ملک کا حال معلوم کرنے آئے ہو۔ اُنھوں نے جواب دیا۔ ہم پیغمبر زادے ہیں۔ ہم ایسا کام نہیں کرتے۔ یوسفؑ نے پوچھا۔ تمہارے باپ کا اسم شریف کیا ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام۔ یوسفؑ نے پوچھا۔ تم کتنے بھائی ہو؟ جواب ملا۔ بارہ۔ پھر پوچھا باقی دو کہاں ہیں؟ اُنھوں نے جواب دیا۔ ایک جو سب سے چھوٹا ہے۔ وہ تو باپ کے پاس ہے۔ وہ اُس کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتے۔ اور جو اس سے بڑا تھا۔ ایک دن ہمارے ساتھ سَیر کو گیا تھا۔ اُسے ایک بھیڑیا اُٹھا کر لے گیا۔ ہمارے والد اس کو از حد پیار کرتے تھے۔ اسی لئے وہ اُس کے چھوٹے بھائی سے زیادہ محبّت رکھتے ہیں اور اُسے جُدا نہیں کرتے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ تم جھُوٹ کہتے ہو۔ تمہارے بیان کا کوئی گواہ ہے۔ تو پیش کرو۔ ورنہ مَیں تمہیں قید کر دوں گا۔ اب تو وہ سب بھائی بڑے پریشان ہوئے۔ اور یوسفؑ کی منّت سماجت کرکے کہنے لگے۔ کہ جناب ہم غریب الوطن ہیں۔ یہاں ہمارا کوئی گواہ نہیں۔ آپ اپنے غلاموں پر رحم فرمائیں۔ یوسفؑ اُن کی عاجزی دیکھ کر مُسکرائے۔ اور فرمایا۔ اچھا اگر تم سچّے ہو۔ تو ایک بھائی کو یہاں چھوڑ جاؤ۔ جب تم اپنے چھوٹے بھائی کو لاؤ گے۔ تو مَیں اُس کو رہا کر دوں گا۔ اور تم سب کو غلّے کے ایک ایک اونٹ کے بجائے دو دو اُونٹ دوں گا۔ لیکن اگر اسے نہ لائے۔ تو آیندہ تمہیں غلّہ نہ ملے گا۔

اور پھر تم ہرگز میرے پاس بھی نہ آنا ÷

یوسفؑ کے بھائیوں کو اُمید نہ تھی - کہ ان کا باپ بنیامین کو جدا کرنا گوارا کرے گا - اس لئے کوئی بھی مصر رہنے پر تیار نہ تھا - مگر حکیم حاکم مرگ مفاجات - مرتا کیا نہ کرتا - آخر سب نے قرعہ ڈالا - تو شمعون کا نام نکلا - چنانچہ وہ مصر میں رہا - اور باقی بھائی غلّے کا ایک ایک اُونٹ لے کر رُخصت ہوئے ÷ یوسفؑ نے حکم دیا - کہ جو مال یہ غلّہ خریدنے کے لئے لائے ہوئے ہیں - وہ انہیں کے بوروں میں بند کر دیا جائے - چنانچہ اسی طرح کیا گیا ÷

جب یہ سب بھائی کنعان پہنچے - تو حضرت یعقوبؑ اور دوسرے لوگ بہت خوش ہوئے - حضرت یعقوبؑ نے مصر کی کیفیت اور شمعون کے نہ آنے کی وجہ پُوچھی - جس پر انہوں نے سارا حال کہ سُنایا ÷ حضرت یعقوبؑ نے پوچھا - کہو - کہیں یُوسفؑ کا بھی پتہ ملا ؟ اس پر یہ سب ہنس پڑے - اور کہنے لگے - حضرت آپ کیسی باتیں کرتے ہیں - یوسفؑ کہاں مل سکتا ہے - اس کو تو مدّت ہوئی - بھیڑیا کھا گیا ÷ حضرت یعقوبؑ خاموش ہو رہے ÷ جب غلّے کے بورے کھولے گئے - تو ان میں سے ان کا سارا مال بھی نکل آیا ÷ حضرت یعقوبؑ نے سوچا - کہ جو شخص بنیامین کے دیکھنے کا اس قدر خواہشمند ہے - اور جس نے ہمیں اس قحط کے زمانے میں اس قدر غلّہ مفت بھیجا ہے - وہ کون ہو سکتا ہے - آخر انہوں نے نتیجہ نکالا - کہ یوسفؑ کے سوا یہ کسی کا کام نہیں - لیکن جب اُنہوں نے یہ بات اپنے بیٹوں سے کہی - تو وہ ٹھٹھا کرنے اور ہنسی میں اُڑانے لگے - اس لئے یعقوبؑ خاموش ہو رہے ÷×

حضرت یُوسفؑ کے بھائی دوبارہ مصر میں

حضرت یعقوبؑ نے وہ غلّہ اپنی تمام قوم کو بانٹ دیا۔ اس لئے۔ تھوڑی ہی مدت گُزری تھی۔ کہ اُن کو پھر غلّے کی ضرورت پیش آئی + انہوں نے سب بیٹوں کو جمع کیا۔ اور کہا۔ کہ تم پھر مصر کو غلّہ خریدنے کے لئے جاؤ + بیٹوں نے عرض کیا۔ کہ جب تک آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ نہ بھیجیں گے۔ ہم وہاں نہ جائیں گے۔ اور اگر گئے بھی۔ تو عزیزِ مصر ہم کو ضرور قتل کر دے گا + پہلے تو حضرت یعقوبؑ اس بات پر آمادہ نہ تھے۔ کہ بنیامین کو بھیجیں۔ لیکن جب بیٹوں نے اس کے بغیر جانے سے قطعاً انکار کر دیا۔ اور قوم غلّے کی کمی کی وجہ سے بُھوکوں مرنے لگی۔ تو لاچار اُنہوں نے بنیامین کا بھیجنا منظور کر لیا۔ اور سب بیٹوں کو بُلا کر اُن سے عہد لیا۔ کہ وہ بنیامین کو حفاظت سے لے جائیں گے۔ آرام سے رکھیں گے۔ اور ضرور اپنے ساتھ واپس لائیں گے + جب عزیزِ مصر کے لئے بہت اعلےٰ اور عمدہ عمدہ تحفے دئے۔ اور پچھلے غلّے کی قیمت جو واپس آگئی تھی۔ واپس دی۔ اور کہا کہ یہ عزیزِ مصر کو واپس دیدینا۔ کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔ اور شاید غلطی سے واپس آگئی ہے + جب تیاری ہو چکی۔ تو آپ اُن کو رخصت کرنے آئے + اب حضرت یعقوبؑ سے سب بیٹے جُدا ہونے لگے۔ تو اُن کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے + رخصت کے وقت حضرت یعقوبؑ نے اُن کو نصیحت کی۔ کہ شہر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا۔ بلکہ مختلف دروازوں سے جانا +

غرض باپ سے رخصت ہو کر یہ سب بھائی مصر پہنچے۔ اور مختلف دروازوں سے داخل ہو کر ایک جگہ جا اُترے + جاسوسوں نے حضرت یوسفؑ کو فوراً پتہ دیا کہ

وہ کنعانی پھر آئے ہیں۔ آپ نے حکم دیا۔ اُن کو ابھی حاضر کرو۔ حکم کی دیر تھی۔ سپاہی گئے اور اُن کو دربار میں لے آئے۔

یُوسفؑ نے اس خیال سے کہ کہیں دوسری دفعہ دیکھنے سے بھائی مجھے پہچان نہ لیں۔ اس دفعہ مُنہ پر نقاب ڈال لیا۔ جب یہ سب حاضر ہوئے۔ تو اُن سے پُوچھا۔ کیا تم اپنے چھوٹے بھائی کو لائے ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا۔ ہاں! اور بنیامین کو پیش کیا۔ یوسفؑ نے اسی وقت شمعون کو بُلایا۔ اور کہا۔ اب تم آزاد ہو۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ رہو۔ پھر اُن کے لئے کھانا تیار کرایا۔ اور اُن کو حمام کرنے کو بھیجا۔ جب یہ نہا آئے۔ تو سب کو عمدہ کپڑے پہنائے۔ مگر بنیامین کی پوشاک سب سے اعلےٰ تھی۔ جب سب پوشاک پہن چکے۔ کھانا چُنا گیا۔ تو یوسفؑ نے حکم دیا۔ کہ تم میں سے جو دو دو بھائی سگے ہوں۔ وہ اکٹھے کھانا کھائیں۔ دسوں بھائی تو پانچ ٹولیوں میں بیٹھ گئے۔ مگر بنیامین اکیلا رہ گیا۔ اور اپنی حالت پر اُداس معلوم ہوا۔ یُوسفؑ نے شفقت سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور بھائیوں سے پُوچھا۔ اگر اجازت دو۔ تو مَیں اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلاؤں۔ کہ یہ اکیلا ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ ہمیں اس میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ یہ تو آپ کی پرلے درجے کی مہربانی اور عنایت ہے۔ یوسفؑ بنیامین کو اندر لے گئے۔ اور اپنے چہرے سے نقاب اُٹھا دیا۔ بنیامین اُن کی صورت دیکھ کر بیتاب ہو گئے۔ اور جب حضرت یوسفؑ نے اس بیتابی کی وجہ پُوچھی۔ تو کہا۔ کہ میرا گُم شدہ بھائی ہُو بہو آپ کی شکل و صورت کا تھا۔ آپ کو دیکھ کر مجھے بھائی یاد آ گیا۔ اور مَیں اسی غم سے بیتاب ہو گیا۔ یوسفؑ نے بنیامین کو گلے لگا لیا۔ اور کہا۔ کہ مَیں ہی تیرا گُم شُدہ بھائی ہوں۔ پھر دونو بھائی گلے مِل مِل کر خوب روئے۔ اور جب کچھ دل کا بخار نکلا۔ تو دونو نے منہ ہاتھ

دھوئے۔ اور کھانا کھانے بیٹھے ۔ کھانا کھاتے ہوئے بنیامین نے یوسفؑ کو والد کے رنج و غم کا فسانہ سُنایا۔ اور پھر یوسفؑ نے بھائیوں کے ظلم کی داستان۔ زلیخا کے عشق کا فسانہ۔ اور خدا کی مہربانی سے اعلےٰ مرتبے پر پہنچنے کا واقعہ سُنایا۔ آخر میں یوسفؑ نے بنیامین کو نصیحت کی۔ کہ فی الحال یہ راز بھائیوں پر ظاہر نہ کرنا۔ مَیں تم کو کسی بہانے سے یہاں رکھ لوں گا۔ اور ان کو رخصت کر دوں گا۔ اور خدا نے چاہا۔ تو جلد والد ماجد بھی یہیں تشریف لے آئیں گے ۔ آپس میں خوب باتیں کر کے یہ دونوں بھائی باہر نکلے ۔

یوسفؑ نے تین دن تک بھائیوں کو ٹھیرائے رکھا۔ اور ان کی خوب خاطر مدارات کی ۔ چوتھے دن ان سے وہ تمام تحفے لئے۔ جو باپ نے بھیجے تھے۔ اور سب کو دو دو اُونٹ غلے کے اور بہت سے تحفے دے کر رُخصت کیا۔ مگر نوکروں کو اشارہ کر کے بنیامین کے بورے میں اپنا قیمتی پیالہ بندھوا دیا ۔

بنیامین روک لیا جاتا ہے

جب یہ سب بھائی کچھ دور نکل گئے۔ تو یوسفؑ نے اِن کے پیچھے سوار دوڑائے۔ اور کہا۔ کہ ان کو فوراً پکڑ لاؤ ۔ سوار دوڑے گئے۔ اور سب کو گرفتار کر لائے ۔ وہ بیچارے حیران تھے۔ کہ معاملہ کیا ہے ۔ اتنے میں یوسفؑ سامنے آئے۔ اور کہا۔ اے کنعانیو! مَیں نے تم سے کیا بُرائی کی تھی۔ کہ تم نے میرا پیالہ چُرا لیا؟ اُنھوں نے کہا۔ توبہ توبہ ہم جانتے بھی نہیں حضور کا پیالہ کیسا ہے ۔ یوسفؑ نے فرمایا۔ اگر تم میں سے کسی کے بورے میں سے نکلے۔ تو اس کی کیا سزا؟ اُنھوں نے کہا۔ جس کے بورے میں سے نکلے۔

وہ آپ کا سال بھر غلام بنا رہے گا۔ کیونکہ ہماری شرع میں چوروں کی یہی سزا ہے + فوراً تلاشی شروع ہوئی۔ اور تھوڑی ہی دیر گزری تھی۔ کہ بنیامین کے بورے میں سے پیالہ نکل آیا + یوسفؑ نے حکم دیا۔ کہ ان سب کو چھوڑ دو۔ اور اس کو پکڑ لو۔ یہ حسب وعدہ ایک سال تک ہمارا غلام رہے گا +

اب تو ان کے ہوش اُڑ گئے۔ اور یہ سوچنے لگے۔ کہ باپ کو جا کر کیا مُنہ دکھائیں گے + آخر کچھ بات سمجھ میں نہ آئی تو لگے یوسف کی منت سماجت کرنے۔ کہ جناب ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ پہلے ہی ایک بیٹے کی جُدائی کے غم میں آنکھیں کھو بیٹھا ہے۔ اب جو یہ بھی نہ پہنچا۔ تو خدا جانے وہ کیا کرے گا + آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی اور کو رکھ لیں + حضرت یوسفؑ نے کہا۔ کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ میں قصوروار کو چھوڑ کر بے قصور کو پکڑ لوں؟

غرض یوسفؑ نے ایک نہ سُنی۔ اور اُن کو فوراً نکلوا دیا + باہر نکل کر یہ سب بھائی بڑے حیران ہوئے۔ کہ کیا کریں۔ کبھی سوچتے۔ کہ لڑائی کریں۔ مگر پردیس کا معاملہ اور دس جانیں۔ لڑیں بھی تو کس برتے پر۔ آخر یہی صلاح ٹھیری۔ کہ ہر چہ بادا باد باپ کو جا کر اطلاع دینی چاہئے + نو بھائی تو اس رائے سے متفق تھے۔ مگر شمعون رضامند نہ ہوا۔ چنانچہ باقی تو چلے گئے۔ پر وہ مصر ہی میں رہا +

ادھر حضرت یعقوبؑ بیٹوں کے منتظر تھے۔ اور کئی منزلوں پر لوگوں کو بٹھا رکھا تھا۔ کہ وہ ان کے آنے کی فوراً اطلاع دیں + جب یہ نو بھائی کنعان کی سرحد میں پہنچے۔ تو لوگوں نے حضرت کو خبر کر دی۔ کہ آپ کے صاحبزادے تشریف تو لائے ہیں۔ مگر شمعون اور بنیامین ہمراہ نہیں ہیں + جب حضرت یعقوبؑ نے یہ سُنا۔ تو زار زار روئے + آخر

جب بیٹے پہنچے۔ اور انہوں نے کل حقیقت مفصّل کہ سُنائی۔ اور قسم کھا کر کہا۔ کہ ہم سچ کہتے ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو۔ تو آپ قافلے والوں سے دریافت کرلیں۔ حضرت یعقوبؑ کو یقین نہ آیا۔ اور وہ اسے بھی بیٹوں کی کارستانی سمجھتے رہے۔ اور اپنی دانست میں یوسفؑ کے علاوہ دو اَور بیٹوں کو بھی کھو بیٹھے +

جب کچھ مدت گزر گئی۔ تو سب بیٹے حضرت یعقوب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ کہ آپ عزیزِ مصر کے نام خط لکھیں۔ ممکن ہے۔ کہ وہ رحم کھا کر بنیامین کو چھوڑ دے + حضرت نے یہ صلاح پسند کی۔ اور عزیزِ مصر (یوسفؑ) کے نام خط لکھا۔ جس میں اپنے خاندان کی بزرگی کا ذکر کرنے کے بعد اس بات پر حیرت ظاہر کی۔ کہ ان کا فرزند اور چوری کرے؟ اور اس کے بعد باادب التجا کی گئی تھی۔ کہ بنیامین کے بوڑھے باپ پر رحم کرکے اسے رہا کر دیا جائے +

جب یہ سب بھائی اس خط کو لے کر یوسف علیہ السلام کے دربار میں پہنچے۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ بنیامین نہایت خوش و خورم ہے۔ اور عزیزِ مصر کے برابر تخت پر بیٹھا ہے + یہ حیران ہوئے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ یہودا نے کہا۔ کہ یہ ضرور یُوسفؑ ہے! لیکن دوسروں نے یہ کہ کر اس بات کو ردّ کر دیا۔ کہ اگر یوسفؑ ہوتا۔ تو ہمیں آج تک زندہ نہ رہنے دیتا +

یوسفؑ نے جو باپ کا خط دیکھا۔ تو اسے چُوما۔ آنکھوں سے لگایا۔ اور فوراً منشی کو بُلا کر جواب لکھا۔ جس میں اُن کو صبر کی تاکید کی تھی۔ اور لکھا تھا۔ کہ اگر آپ صبر کریں گے۔ تو خدا آپ کو اسی طرح اجر دے گا جس طرح اس نے آپ کے باپ دادوں کو دیا تھا + یوسفؑ نے یہ خط ایک قاصد کے ہاتھ بھجوایا۔ اور بھائیوں کو ایک علیحدہ

مکان دیا۔جس میں وہ رہنے لگے۔اب شمعون بھی ان کے ساتھ رہنے لگا +

جب یوسفؑ کا خط حضرت یعقوبؑ کو ملا۔ اور انہوں نے پڑھا۔ تو حاضرین کو مخاطب کرکے بول اُٹھے۔ یقیناً یہ خط یوسفؑ کا لکھا ہوا ہے + جب لوگوں نے پُوچھا۔ کہ آپ نے کس طرح جانا۔ تو فرمایا۔ کہ ایسا خط پیغمبروں کے سوا اَور کوئی نہیں لکھ سکتا + اس کے بعد آپ نے ایک خط عزیزِ مصر کو لکھا۔ اور دوسرا اپنے بیٹوں کو۔ بیٹوں کے خط میں لکھا تھا۔ کہ تم خود عزیز کے پاس جاؤ۔ اور اس کی منت اور خوشامد کرو +

حضرت یعقوب کا خط دیکھتے ہی اُن کے دسوں بیٹے یوسفؑ کے دربار میں حاضر ہوئے اور رو رو کر بنیامین کی رہائی کے ملتجی ہوئے + ان کی منت وخوشامد گریہ وزاری سُن کر یوسفؑ تخت سے اُتر آئے۔ اور فرمایا۔ تم سچ سچ بتاؤ۔ تمہارا بارھواں بھائی کیا ہوا؟ اُنہوں نے کہا۔ جناب ہم پیشتر عرض کر چکے ہیں۔ کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا تھا + ان کا اتنا کہنا تھا۔ کہ یوسفؑ نے وہ بیعنامہ اُن کے سامنے ڈال دیا۔ جو اُنہوں نے سوداگر کو لکھ کر دیا تھا۔ اور اس نے عزیزِ مصر کے حوالے کر دیا تھا + اس بیعنامے کو دیکھ کر سب بھائی کانپ گئے۔ اور انہیں اپنا قصور ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اُنہوں نے فوراً قبول کرلیا۔ کہ یہ واقعی درست ہے۔ ہم نے اپنے بھائی کو فروخت کر دیا تھا +

معافی کا دن

اب حضرت یوسفؑ نے مُنہ پر سے نقاب ہٹا دیا۔ بھائی آپ کو پہچان گئے۔

اس وقت ان کے دل پر جو کیفیت گزری ہوگی۔ اس کا اندازہ لگانا زبان و قلم کی طاقت سے باہر ہے + وہی یوسفؑ جسے اُنھوں نے زمین پر گھسیٹا تھا۔ وہی یوسفؑ جسے انھوں نے کنوئیں میں پھینکا تھا۔ اور سوداگر کے پاس کھوٹے درہموں کو بیچا تھا۔ آج شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا ہے۔ اور یہ اس کے غلاموں سے بدتر اور اپنی جان و مال کے لئے اس کے مرہون منّت تھے + بہت دیر تک یہ کچھ بول نہ سکے۔ اور آخر عرض کی۔ کیا آپ ہی یوسفؑ ہیں؟ جواب ملا۔ ہاں مَیں ہی یوسفؑ ہوں۔ شکر ہے خدائے لایزال کا۔ کہ اس نے مجھے صحیح سلامت رکھا۔ اس مرتبے پر پہنچایا۔ اور میرے بھائیوں کو مجھ سے ملایا + یہ سُن کر دسوں بھائی مجرموں کی طرح کانپتے ہوئے یوسفؑ کے پاؤں پر گر پڑے +

وہ اخلاق کی رو سے۔ قانون کے رُو اور دُنیا کے دستور کے مطابق سخت مجرم تھے۔ وہ دل میں سوچ رہے تھے۔ کہ دم بھر میں ہماری مُشکیں کس لی جائیں گی۔ اور ہم فوراً قتل کر دئے جائیں گے۔ یا سِسک سِسک کر مرنے کے لئے عمر بھر کے لئے زندان میں ڈال دئے جائیں گے۔ مگر نہیں۔ یوسفؑ کی شان اور آپ کے اخلاق اس سے بہت بلند تھے۔ کہ وہ انتقام لیتے۔ اُنھوں نے اُن کو اُٹھا کر گلے لگایا۔ اور کہا۔ مَیں نے تم کو معاف کیا۔ خدا بھی تم کو معاف کرے۔ آج انتقام کا دن نہیں۔ آج معافی کا دن ہے + اس کے بعد سب بھائی کو عمدہ عمدہ پوشاکیں پہنائیں۔ اور اچھے اچھے کھانے کھلائے۔ اور پھر بہت سا غلّہ دے کر گھر کی طرف رُخصت کیا۔ اور باپ کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ کہ آپ سب کنبے سمیت یہاں تشریف لے آئیں + اس کے علاوہ آپ نے ایک قاصد کو جس کا نام بشیر تھا۔ اپنا کُرتہ دے کر کہا۔ کہ تم یہ کُرتہ

لے کر کنعان کی طرف ہوا ہو جاؤ۔ اور میرے باپ کو خوش خبری سناؤ۔ میرا کُرتہ ان کی آنکھوں پر لگانا۔ یقین ہے۔ خدا از سرِ نو اُن کی آنکھیں روشن کر دے گا +

حضرت یعقوبؑ اپنے مکان میں تشریف فرما تھے۔ اردگرد آپ کے قبیلے کے لوگ موجود تھے۔ آپ نے یکایک فرمایا۔ کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آتی ہے + لوگ حیران ہوئے۔ کہ آپ کیا فرماتے ہیں + اتنے میں بشیر حضرت یوسفؑ کا کُرتہ لیکر آن پہنچا۔ اُس نے آتے ہی وہ کُرتہ حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں پر لگایا۔ خدا کی قدرت سے آپ کی آنکھیں فوراً بینا ہو گئیں + اس کے بعد اس نے حضرت یوسفؑ کا پیغام سُنایا + اللہ اللہ اس وقت حضرت یعقوبؑ کو جو خوشی ہوئی۔ اس کا پورا پورا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ فوراً کنعان میں یہ خبر پھیل گئی۔ اور گھر گھر خوشی کے نقارے اور شادیانے بجنے لگے +

چند دن کے بعد حضرت یعقوبؑ کے دسوں بیٹے بھی آپہنچے۔ اور جو نذرانے یوسفؑ نے باپ کے لئے بھیجے تھے۔ اُن کے آگے رکھے + پھر اپنی خطا کا اقرار کیا۔ اور یوسفؑ کے معاف کر دینے کا حال کہہ کر باپ سے بھی معافی چاہی + حضرت یعقوبؑ نے ان کو گلے سے لگا لیا۔ دُعائیں دیں۔ اور کہا جاؤ۔ ہم نے تمہارا قصور معاف کیا + اس پر انہوں نے عرض کی۔ کہ اے خدا کے برگزیدہ پیغمبر! آپ ہمارے حق میں دُعا کریں۔ کہ خداوند کریم بھی ہمارے قصوروں سے چشم پوشی کرے + حضرت نے یہ عرض قبول کی۔ اور اسی وقت اُن سب کی مغفرت کے لئے دُعا کی +

حضرت یعقوبؑ مصر جاتے ہیں

اس کے بعد حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے یوسفؑ کا خط لے کر پڑھا۔ جس میں

یوسفؑ نے اس بات پر اظہار افسوس کیا تھا۔ کہ وہ خود باپ کی زیارت کو نہ آسکے بلکہ منشائے ایزدی کے ماتحت والد کو مصر میں آنے کی تکلیف دی۔ آگے چل کر اپنی دولت وحشمت کا ذکر تھا۔ اور اُن نعمتوں کی تفصیل تھی۔ جو کنعانیوں کو مصر پہنچ کر نصیب ہونے والی تھیں۔ اس کے علاوہ حضرت یعقوبؑ سے التجا کی گئی تھی۔ کہ جب وہ مصر میں آئیں۔ تو زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی بسر نہ کریں۔ بلکہ شاہانہ شان وشوکت سے رہیں۔ تاکہ کوئی ہم چشم یوسفؑ کے خاندان پر حرف نہ رکھ سکے۔

مال ودولت کا خیال پیغمبر نہیں کیا کرتے۔ اور نہ حضرت یعقوب نے اس کی کچھ پروا کی۔ بلکہ جب ان کو معلوم ہوا۔ کہ ان کا سالہا سال کا بچھڑا ہوا محبوب مصر میں ملے گا۔ تو فوراً وہاں پہنچنے کے لئے بے چین ہو گئے۔ اور سارے قبیلے کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ جب سب تیار ہو گئے۔ تو حضرت یعقوبؑ نام خدا لے کر ان سب کے ساتھ مصر کو روانہ ہوئے۔ اور منزلیں قطع کرتے ہوئے اپنے بیٹے کی حکومت کی سرحد میں داخل ہو گئے۔

یوسفؑ نے اپنے والد بزرگوار کے استقبال کا انتظام بہت اہتمام سے کیا۔ چنانچہ جب وہ مصر کے نزدیک پہنچے۔ اور صرف تین منزلیں باقی رہ گئیں۔ تو مصر کے عمائد اور رؤسا آپ کے استقبال کے لئے آئے۔ اور ہمراہ ہو لئے۔ دوسری منزل پر آپ کے دو نو پوتے یعنی حضرت یوسفؑ کے فرزند علما وشیوخ مصر کو لے کر سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت یعقوب اپنے پوتوں کو دیکھ کر نہایت مسرور ہوئے۔ اور خدائے عزّ وجل کا شکریہ ادا کیا۔ جب شہر کے پاس پہنچے۔ تو یوسفؑ خود شاہانہ ٹھاٹھ اور امیرانہ شان وشوکت سے پیشوائی کو حاضر ہوئے۔ اس وقت کی کیفیت قلمبند کرنا محال ہے۔

جب باپ اور بیٹے کی آنکھیں چار ہوئیں۔ یوسفؑ کو دیکھتے ہی یعقوبؑ گھوڑے پر سے اُتر کر بیٹے کو گلے لگانے کے لئے دیوانہ وار دوڑے۔ اُدھر سے یُوسفؑ بھی اُترے۔ اور ساتھ ہی سب لوگ پیادہ پا ہو گئے۔ باپ بیٹا گلے مل کر خوشی کا رونا روتے رہے۔ اور اس قدر روئے۔ کہ ان کی گریہ وزاری نے سب ہمراہیوں کو بھی رُلا دیا۔

شہر میں داخل ہوئے۔ تو شاہِ مصر نے خود ان کا استقبال کیا۔ کئی دن تک خوشی کی نوبتیں بجتی رہیں۔ اور دعوتیں ہوتی رہیں۔ یُوسفؑ نے باپ سے ملنے کی خوشی میں ہزاروں غلام آزاد کئے۔ اور لاکھوں کا زر و جواہر تقسیم کیا۔ پھر اپنے بھائیوں کو علیحدہ علیحدہ محل بنوا دئے۔ اور خاندان کے ہر شخص کو علیٰ قدر مراتب انعام و اکرام دے کر سرفراز کیا۔ جس دن سب کو انعام ملنے والا تھا۔ اُس دن آپ نے ایک بڑا دربار منعقد کیا۔ خود تخت پر بیٹھے۔ اور اپنے والد اور والدہ کو بھی تخت پر بٹھایا۔ اس وقت سب بھائیوں نے اُن کو سجدہ کیا۔ کیونکہ ان کی شریعت میں ایسا کرنا جائز تھا۔ اور اس طرح ان کا وہ خواب پورا ہوا۔

حضرت یعقوبؑ کی خواہش کے مطابق یُوسفؑ نے ان کے لئے سرحد مصر کے قریب علاقہ جشن میں رہنے کو مکان بنوا دیا۔ جہاں وہ ستر سال تک عبادت کرتے رہے۔ جب یعقوب بیمار ہوئے۔ اور ان کے مرنے کا وقت قریب پہنچا۔ تب انہوں نے یوسفؑ کو بُلوا بھیجا۔ وہ اپنے دونوں بچّوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بیٹے اور پوتوں کو برکت دی۔ اور یہ وصیّت کی۔ کہ میری لاش کو کنعان لے جا کر اپنے خاندان کے گورستان میں دفن کیا جائے۔ بیٹے اور

پوتوں کو برکت دینے اور وصیّت کے بعد اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی ۔
یُوسفؑ اپنے باپ کی نعش پر گر پڑے۔ اور اُن کے مُنہ کو چُوما۔ پھر اپنے
طبیبوں کو حکم دیا۔ کہ اُن کی نعش میں خوشبو بھریں۔ سو قاعدے کے مطابق خوشبو
بھری گئی۔ اور ستّر دن ماتم کرنے کے بعد حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائی فرعون
سے اجازت لے کر نعش کو دفن کرنے کے لئے کنعان میں لے گئے۔ اور وہاں
بڑے ماتم کے ساتھ اپنے خاندانی گورستان میں دفن کیا۔ اور پھر مصر کو واپس
آئے۔ حضرت یعقوبؑ کی ساری عمر ۱۴۷ برس ہوئی ۔

حضرت یعقوبؑ کے بعد کئی سال حضرت یوسفؑ دُنیا میں رہے۔ آپ خوشی
خُرّمی سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ کہ مصر کے فرعون ملک ریّان کا انتقال ہوگیا۔
اس کے بعد یوسفؑ کے زمانے میں یکے بعد دیگرے دو بادشاہ مصر کے تخت پر
بیٹھے۔ مگر انہوں نے آپ کی قدر نہ کی۔ اور آپ کی باتوں پر کان نہ دھرا۔ اس
لئے آپ سلطنت کے کام سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور ۱۱۰ برس کی عمر میں آپ کے
وصال کا وقت قریب آپہنچا۔ اس وقت آپ نے اپنے سب سے بڑے بھائی
یہوداکو بنی اسرائیل کا سردار کیا۔ اور خود سنہ ۲۳۶۹ آفرینش میں جان بحق تسلیم کی
آپ کی نعش میں بھی خوشبو بھری گئی۔ اور آپ کا تابوت مصر ہی میں رکھا گیا ۔

حضرت ایوب علیہ السّلام

حضرت ایوّب حضرت عیص ابن اسحٰق کی اولاد میں سے تھے۔ اور حضرت لوطؑ
کی بیٹی ان کی ماں تھی۔ آپ بڑے صالح نیک عابد اور ملک شام کے باشندے

تھے۔ اور آپ نے حضرت یوسفؑ کے فرزند افرائیم کی لڑکی بی بی رحمت سے شادی کی تھی۔ آپ بہت آسودہ حال اور صاحب اولاد تھے۔ آپ کے سات بیٹے تھے اور تین بیٹیاں۔ اور دمشق کے قریب بہت سے گاؤں اُن کے قبضے میں تھے۔ علاوہ اس کے مویشیوں اور نوکروں چاکروں کی بھی ان کے پاس کثرت تھی۔ لیکن باوجودیکہ آپ کو دنیا کا عیش و آرام حاصل تھا۔ تاہم آپ ذرا بھی غرور نہ کرتے۔ کبھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتے۔ اور جب تک کئی مسکینوں کو کھانا کھلا اور کپڑا پہنا نہ لیتے۔ اس وقت تک خود نہ کھانا کھاتے اور نہ کپڑا پہنتے تھے۔ بلکہ جوں جوں آپ کی دولت و ثروت میں ترقی ہوتی۔ آپ پیشتر سے زیادہ عبادتِ الٰہی میں سرگرمی سے مشغول ہوتے۔

ایک دن شیطان نے اللہ تعالےٰ سے کہا۔ کہ ایّوبؑ کی نکوکاری اور عبادت خالص تیری خوشی کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اسے تُو نے دُنیا کی ہر نعمت عطا کر رکھی ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اگر اسے یہ نعمتیں حاصل نہ ہوں تو وہ بالضرور ناشکرا ثابت ہو۔ اور کبھی عبادت نہ کرے۔ بارگاہِ عالی سے جواب ملا۔ کہ نہیں ایّوبؑ کی عبادت بالکل خلوصِ دل سے ہے۔ وہ زن و فرزند۔ مال و دولت۔ جاہ و جلال وغیرہ کے لئے عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ محض اس لئے کرتا ہے۔ کہ وہ مجھے معبودِ حقیقی اور اپنے کو میرا بندہ جانتا اور میری بندگی کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اگر اس سے میں اپنی تمام نعمتیں چھین بھی لوں۔ تو بھی وہ ناشکرا ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ بدستور میری عبادت کرتا رہے گا۔ پھر خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اچھا میں نے تجھے اس کی ہر ایک چیز پر اختیار دیا۔ صرف اس کی ذات پر اختیار نہیں دیا۔

تو ہر طرح اس کی آزمایش کرے +

اب شیطان رخصت ہوا۔ کہ حضرت ایُّوب کی آزمایش شروع کرے۔ ایک روز آپ حسب معمول عبادتِ الٰہی میں مشغول تھے۔ کہ کسی نے آکر اطلاع دی۔ کہ جنگل میں لٹیروں کا ایک قافلہ آپ کے مال مویشی۔ بھیڑ بکری وغیرہ پر آکر گرا۔ یہ لوگ سب کچھ لُوٹ کر لے گئے۔ اور نوکروں کو قتل کر گئے۔ کچھ بھی باقی نہیں رہا + آپ نے اس خبر کو سُن کر ذرا بھی پریشانی ظاہر نہ کی۔ اور صرف یہی کہا۔ کہ اللہ کی مرضی۔ اُسی نے دیا تھا۔ اُسی نے لے لیا + یہ کہکر آپ پھر عبادت میں مصروف ہو گئے +

اگلے دن جب آپ اپنی روزمرّہ کی عادت کے مطابق یادِ الٰہی میں مستغرق تھے۔ تو نوکر دوڑے ہوئے آئے۔ اور خبر دی۔ کہ آپ کے مکانات کو آگ لگ گئی۔ لحظہ بہ لحظہ ہر طرف شعلے بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور کوئی مکان بھی اس سے نہیں بچا + یہ سُن کر بھی آپ نے پروا نہ کی۔ اور پھر وُہی کہا۔ کہ جس نے دیا تھا۔ اُسی نے لے لیا + اللہ کی مرضی۔ یہ کہکر پھر پُوری دلجمعی سے حق تعالےٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے +

آگ کے حادثے کو زیادہ عرصہ نہیں گُزرا تھا۔ کہ آپ کے بچّوں کا اُستاد دوڑا دوڑا آیا۔ اور عرض کی۔ کہ حضرت مَیں کسی کام کو باہر گیا تھا۔ آپ کے چاروں صاحبزادے اور تینوں صاحبزادیاں پڑھ رہی تھیں۔ جب مَیں واپس آیا۔ تو دیکھا کہ مکان گر پڑا ہے۔ اور ساتوں بچّے دب گئے ہیں + بی بی رحمت نے جو سب بچّوں کے ایک دم مرنے کی خبر سُنی۔ تو عنانِ تحمّل ہاتھ سے دے بیٹھیں۔ اور واویلا کرنے لگیں۔ مگر حضرت ایُّوبؑ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کے سوا کچھ نہ کہا۔ اور

بی بی کو بھی صبر کرنے کا حکم دیا +

اس امتحان کے بعد اللہ تعالےٰ نے شیطان سے کہا۔ دیکھا۔ تُو نے میرے کامل اور صادق بندے کو۔ رُوے زمین پر اس جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔ اس پر کتنی مصیبت پڑی۔ مگر وہ اپنی عبادت اور نکوکاری پر قائم رہا + شیطان نے جواب دیا۔ کہ اگر اس کے جسم کو تکلیف دی جائے۔ تو وہ تیرے مُنہ پر تجھے ملامت کرنے اور کُفر بکنے پر تیار ہو جائے گا + اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ تجھے اجازت ہے۔ تُو اس کے بدن کو بھی جو تکلیف دینی چاہتا ہے۔ دے۔ مگر اس کی جان نہ جانے پائے + شیطان کو یہ اجازت ملنا نئی سخت آزمایش کی تمہید تھی۔ چنانچہ انہی ایام میں آپ کے پاؤں میں چھالا پڑا۔ جو عبادت کرنے میں ذرا سی رگڑ سے چھل گیا۔ اور زخم بن گیا + آپ کو عبادتِ الٰہی سے اتنی فرصت کہاں تھی۔ کہ علاج کرتے۔ بے پروائی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ زخم کا گوشت سڑ گیا۔ اس میں کیڑے پڑ گئے۔ اور گھاؤ بڑھتے بڑھتے جسم کے اَور تمام اعضاء تک پہنچ گیا۔ اور ہر زخم کا یہی حال تھا۔ کہ اس میں کیڑے پڑے ہوئے تھے +

اٹھارہ برس تک آپ اس مرض میں مُبتلا رہے۔ اس عرصے میں آپ کی یہ حالت ہو گئی۔ کہ اگر آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا ہوتا۔ تو شاگرد ٹاٹ میں لپیٹ کر اُٹھاتے + رفتہ رفتہ عام لوگ آپ سے نفرت کرنے لگے۔ اور اس خیال سے آپ سے الگ رہنے لگے۔ کہ یہ بیماری کہیں اُن کو بھی نہ لگ جائے + یہ نفرت و حقارت اس درجہ بڑھی۔ کہ آخر ان کے گاؤں کے لوگوں نے ان کو اپنے ہاں سے نکال دیا۔ اور حضرتِ ایوب کے شاگرد آپ کو دوسرے گاؤں میں لے گئے۔ چند روز

کے بعد دوسرے گاؤں والوں نے بھی وُہی سلوک کیا۔ اور اسی طرح آپ کے شاگرد آپ کو سات مختلف گاووں میں لے گیئے۔ مگر کسی گاؤں کے لوگوں نے آرام سے رہنے نہ دیا۔ آخر آپ کے شاگرد آپ کو دمشق اور رملہ کے درمیان ایک جنگل میں لے گیئے۔ اور وہاں ایک درخت کے سائے میں لٹا دیا۔ شاگرد بھی کب تک صبر کرتے۔ چند دن کے بعد وہ بھی آپ کو چھوڑ گئے۔ اور اب صرف آپ کی بیوی رحمت آپ کی خدمت کے لئے تنِ تنہا رہ گئیں ۔

اگرچہ ایوبؑ اس حالت کو پہنچے۔ مگر انہوں نے اُف تک نہ کی۔ اور برابر خدا کی عبادت میں لیٹے ہی لیٹے مشغول رہے۔ اور آپ ہمیشہ خُدا سے دُعا مانگا کرتے کہ اے خدا۔ تُو ہی ہمارا مالک ہے۔ تُو نے ہی سب کُچھ دیا تھا۔ اور تُو نے ہی لیا۔ اب وہ میری سرداری کہاں! مَیں تیرا عاجز بندہ ہوں۔ تُو مجھ پر رحم کر۔

بی بی رحمت دن بھر آپ کی خدمت میں لگی رہتیں۔ خود محنت و مشقت کرتیں اور جو کما کر لاتیں۔ شوہر کو کھلاتیں ۔

ایک روز بی بی رحمت حسبِ معمول دن بھر کام کرنے کے بعد حضرت ایُّوبؑ کے لئے کھانا لئے آ رہی تھیں۔ کہ اُن کو راستے میں ایک کافر ملا۔ جس نے ان کی پریشانی کا سبب پُوچھا۔ آپ نے اپنے شوہر کی علالت اور اپنی مصیبت کا حال کہ سُنایا۔ اس شیطان صفت کافر نے کہا۔ مَیں آپ کو ایک دوا بتاتا ہوں۔ آپ وہ کریں۔ تو آپ کے شوہر ضرور اچھے ہو جائیں گے۔ بی بی رحمت نے پُوچھا۔ وہ کیا؟ تو اُس نے کہا۔ کہ آپ اپنے شوہر کو شراب پلائیں۔ اور سُوئر کا گوشت کھلائیں۔ بی بی رحمت نے حضرت ایُّوبؑ کے پاس پہنچتے ہی سب حال کہ سُنایا۔ اور عرض کی۔ کہ آپ ضرور

یہ دوا استعمال کریں۔ حضرت ایوبؑ ان ناپاک چیزوں کے نام سُن کر سخت ناراض ہُوئے۔ اور بی بی رحمت سے فرمایا۔ کہ تُو مجھے گنہ گار کرنا چاہتی ہے۔ مَیں اچھا ہو لُوں۔ تو تجھے سو دُرّے ماروں گا۔

اسی علالت کے زمانے میں سوداگروں کا ایک قافلہ حضرت ایوبؑ کے پاس سے گزرا۔ اُن میں سے بعض نے بی بی رحمت سے پُوچھا۔ یہ شخص کون ہے؟ انھوں نے فرمایا۔ یہ میرے خاوند حضرت ایوبؑ خدا کے پیغمبر اور نیک بندے ہیں۔ قافلے میں سے ایک شریر بول اُٹھا۔ واہ۔ نیک کی ایک ہی کہی۔ نیک ہوتے۔ تو اس مصیبت میں کیوں پڑتے؟ خدا کسی کو بے گُناہ نہیں پکڑتا۔ اس شخص نے ضرور کوئی بھاری گُناہ کیا ہوگا۔ کہ خدا نے اس پر اتنا عذاب نازل کیا ہے۔ یہ سُن کر حضرت ایوبؑ کے دل پر سخت صدمہ ہوا۔ وہ زار زار روئے۔ اور کہنے لگے۔ بے شک۔ خدا کے سوا کون جانتا ہے۔ کہ مَیں نے کیسے کیسے گُناہ کئے ہیں۔ اور اُن میں سے کس گُناہ کے عوض مجھے یہ سزا مل رہی ہے۔ آپ یہ فرما ہی رہے تھے۔ کہ غیب سے آواز آئی۔ اے میرے بندے ایوب! یہ بلا نہیں۔ بلکہ رحمت ہے۔ تُو آزمایش میں پُورا اُترا۔ دُکھ درد تکلیف میں تُو مجھے نہیں بھُولا۔ اب مَیں تجھے انعام دوں گا۔ آپ زمین پر پاؤں ماریئے۔ حضرت ایوبؑ نے زمین پر پاؤں مارا۔ فوراً وہاں ایک چشمہ پھُوٹا۔ آواز آئی۔ اس میں نہاؤ۔ حضرت ایوبؑ اس میں نہانے اُترے۔ جونہی ڈُبکی لگا کر سر پانی سے باہر نکالا۔ ان کا جسم بالکل پاک و صاف تھا۔ اس پر مرض کا نام و نشان تک باقی نہ تھا۔ بلکہ حُسن و خوبصورتی آگے سے دس حصّے بڑھ گئی تھی۔
اُوپر سے ایک چادر گری۔ جسے حضرت نے اوڑھ لیا۔ اور آپ پاس ہی ایک

پُل پر بیٹھ کر خدا کی حمد کرنے لگے۔ وہ چشمہ آج تک موجود ہے۔ اور اب بھی لوگ بیماریوں کے علاج کے لئے دُور دُور سے اس میں نہانے آتے اور شفا پا کر جاتے ہیں۔

جب حضرت ایُّوبؑ اچھے ہوئے۔ اس وقت بی بی رحمت پاس نہ تھیں۔ بلکہ وُہ حسبِ معمول شہر کو چلی گئی تھیں۔ تاکہ محنت و مزدوری کر کے خاوند کے لئے کھانے کو لائیں۔ جب وہ شام کو آئیں۔ تو حضرت ایُّوبؑ کو ان کی جگہ نہ پا کر سخت حیران ہوئیں وہ ڈریں۔ کہ کہیں اُن کو کوئی بھیڑیا تو نہیں کھا گیا ہے۔ اس لئے وہ بہت روئیں اور کہنے لگیں۔ ہائے افسوس۔ اتنی مدت جس کے لئے مصیبت اُٹھائی۔ دُکھ سہا۔ رنج اُٹھایا۔ آخری وقت میں اس سے ملاقات بھی نہ ہوئی۔ نہ اپنی کہی۔ نہ اُن کی سُنی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا۔ تو مَیں آج کبھی شہر کو نہ جاتی۔

بی بی رحمت اس طرح واویلا کر رہی تھیں۔ کہ اُن کی آواز حضرت ایُّوب کے کان میں پڑی۔ وہ فوراً اُن کے پاس آئے۔ تاکہ اُن کو تسلّی دیں۔ لیکن بی بی رحمت نے پہلی نظر میں ایُّوب کو نہ پہچانا۔ اس لئے حضرت ایُّوب نے انجان بن کر بی بی سے پُوچھا۔ "کیوں بی آپ کیوں روتی ہیں"؟ بی بی رحمت نے جواب دیا۔ کہ میرے خاوند یہاں بیمار پڑے تھے۔ مَیں شہر کو گئی تھی۔ کہ اُن کے لئے کچھ کھانے کو لاؤں۔ آئی۔ تو وہ موجود نہیں۔ شاید اُن کو کوئی بھیڑیا کھا گیا ہے۔ حضرت ایُّوب نے پُوچھا۔ آپ کے خاوند کی شکل و صورت کیا تھی؟ بی بی رحمت نے جواب دیا۔ "بس ہو بہو آپ کی شکل و صورت کے تھے۔ لیکن تھے بیمار۔ اور اُن کے تمام بدن میں کیڑے پڑے ہُوئے تھے"۔ حضرت ایُّوب نے فرمایا۔ بی بی مجھے پہچانو۔ بی بی رحمت نے جو پھر غور سے دیکھا۔ تو فوراً پہچان لیا۔ خوش ہو کر خدا کی رحمت کا حال پُوچھا۔ حضرت ایُّوبؑ نے سارا حال

کو سُنایا۔ اور پانی کا چشمہ دکھایا۔ بی بی رحمت خدا کا شکر بجالائیں۔ اور میاں بیوی خدا کی حمد کا گیت گاتے گھر کو واپس آئے۔

گھر آکر حضرت ایُّوب نے چاہا۔ کہ بی بی رحمت کو سو دُرّے ماریں۔ اور اپنی قسم جو اللہ کے حضور کھائی تھی۔ پوری کریں۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی۔ اور خدا کا حکم آیا۔ کہ دیکھ ایُّوب! جب تیرے پاس مال و دولت۔ جاہ و حشمت۔ زر و زیور تھا۔ تیرے پاس ہزاروں لونڈی غلام تھے۔ سینکڑوں دوست احباب اور بیسیوں رشتہ دار تھے۔ لیکن جب تیری آزمایش کا وقت آیا۔ تو سب بھاگ گئے۔ اور کسی نے تیرا ساتھ نہ دیا۔ لیکن تیری بیوی بی بی صابر شاکر اور وفادار رہی۔ یہ سزا کی مستوجب نہیں۔ بلکہ سزاوارِ انعام ہے۔ تاہم تُو سو سینکوں کی ایک جھاڑو اُٹھا کر اُسے آہستہ سے مار۔ کہ تیری قسم پُوری ہو جائے۔

حضرت ایُّوب نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی رہنے لگے۔ خدا نے اُن کے صبر و استقلال سے خوش ہو کر ان کو پہلے سے زیادہ اولاد دی۔ اور پیشتر سے کہیں زیادہ مال و منال عطا کیا۔ اور گریۂ یعقوبی سے بڑھ کر صبرِ ایُّوبی مشہور ہو گیا۔

حضرت ایُّوب کی شریعت حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کے مطابق تھی۔ آپ نے ترانوے سال دُنیا کے رنج و راحت کے مزے اُٹھائے۔ اور پھر ۲۲۴۸ء آفرینش میں ہمیشہ کے لئے قبر میں آرام کی نیند جا سوئے۔

حضرت موسےٰ علیہ السّلام

(۲۹ ۲۴ - آفرینش)

مصر میں ایک بادشاہ تھا - فرعون ولید ابن مصعب - وہ بنی اسرائیل پر بڑا ظلم کرتا تھا - اس نے لوگوں سے پہلے تو بُتوں کی پرستش کرائی - اس کے بعد خود خُدائی کا دعوےٰ کیا - اور لوگوں کو مجبور کیا - کہ وہ اُسے سجدہ کریں ۔ بنی اسرائیل خُدا پرست قوم تھی - اُنہوں نے اس کی یہ بات ہرگز نہ مانی - اس کی خدائی سے انکار کیا - اور اپنے باپ دادا کی شریعت پر قائم رہے ۔ اس کے بدلے میں فرعون نے اُنہیں سخت تکلیفیں دیں - اُن سے پتھر ڈھوائے - انہیں اینٹ گارے کے کام پر لگایا - محل بنوائے - اور سخت اذیتوں میں مبتلا کیا ۔

ایک رات اُس نے خواب میں دیکھا - کہ ایک پیر مرد سامنے کھڑا ہے - ہاتھ میں ایک بڑی ترازو ہے - دفعتہً اس بُڈھے آدمی نے مصر کے تمام بڑے بڑے رؤسا اور عہدہ داروں کو ایک جگہ باندھ کر ایک پلڑے میں رکھ دیا - اور ایک بھیڑ کا بچّہ دوسرے پلڑے میں رکھا - اُس کے بعد جو ترازو کو اُٹھایا - تو بھیڑ کے بچّے کا پلڑا ہی جھکتا رہا ۔ اس وحشتناک خواب کے دیکھنے سے وہ نہایت متعجب اور بیقرار ہوا - صُبح کے وقت دربار میں اس نے خواب بیان کیا - اور داناؤں سے تعبیر پُوچھی - بڑے بڑے معبّر عاجز ہوگئے - آخر بلعم بن باعور نے جو ایک زبردست نجومی اور لائق معبّر تھا - عرض کی - کہ جہاں پناہ ! ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ بنی اسرائیل میں کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا - جو اس سلطنت کو تباہ کردے گا - مصر کے تمام حکام افسروں اور بادشاہ کا اقتدار اتنا نہ ہوگا - جتنا اس ایک شخص کا ہوگا ۔ !

فرعون نے جب یہ سُنا۔ تو دائیوں کو حکم دیا۔ کہ بنی اسرائیل ہیں جتنے لڑکے پیدا ہوں۔ وہ سب قتل کر دئے جائیں۔ پانچ سال تک اس حکم پر عمل رہا۔ اور اس ظالم نے بنی اسرائیل کے ہزاروں بچے قتل کرا دئے۔

جب حضرت موسےٰ پیدا ہوئے۔ تو جو دائی ان کی ماں پر مقرر تھی۔ اُسے اس خوبصورت بچّے پر بہت پیار آیا۔ اور اس کی ماں سے کہا۔ اے بی بی۔ غم نہ کریں اس لڑکے کو ظاہر نہ کروں گی۔ اور کہ دوں گی۔ کہ مری ہُوئی لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ مَیں نے اسے زمین میں دبا دیا۔ لیکن خبردار اس بچّے کو تیرے رشتے دار اور ہمسایے بھی نہ دیکھنے پائیں۔ غرض تین مہینے تک ماں نے اسے چھپائے رکھا۔ اور جب آگے کو نہ چھپا سکی۔ تو اس نے خدا کے حکم سے ٹوکرے کی طرح سرکنڈوں کا ایک صندوق بنایا۔ اور اس پر رال لگائی۔ تاکہ پانی اس میں اثر نہ کرے۔ اور اس میں بچّے کو رکھا۔ پھر اس صندوق کو جھاؤ کے جھاڑ میں چھپا کر دریائے نیل میں بہا دیا۔ اور خود کلیجے پر پتھر رکھ کر واپس چلی آئی۔

دل تو چاہتا تھا۔ کہ کلیجے کا ٹکڑا جب تک بہتا نظر آئے۔ اسے دیکھتی رہے مگر ڈر لگتا تھا۔ کہ شاہی جاسوس اس پر شُبہ کریں گے۔ اُدھر مامتا چین سے بیٹھنے نہ دیتی تھی۔ آخر بیٹی کو بھیجا۔ اور کہا۔ کہ تم اس کے پیچھے جاؤ۔ اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔ مگر دُور دُور رہنا۔ کہ کوئی تم پر شُبہ نہ کرے۔ چنانچہ بچّہ بیچارا دریا میں بہا جا رہا تھا۔ اور اس کی غمزدہ بہن کنارے کنارے اس کے پیچھے چلی جا رہی تھی۔

مُوسےٰ فرعون کے گھر میں

خدا کی قدرت دیکھو۔ فرعون کی بیٹی اپنی سہیلیوں سمیت دریا پر غسل کرنے آئی تھی۔ اُس نے دیکھا۔ کہ ایک صندوق بہتا آ رہا ہے۔ خواصوں کو بھیجا۔ کہ جاؤ۔ وہ صندوق میرے پاس لے آؤ۔ وہ لائیں۔ کھولا۔ تو دیکھتی کیا ہیں۔ کہ ایک چاند سا خوبصورت بچہ اس میں پڑا انگوٹھا چُوس رہا ہے۔ اسے اس پر بہت رحم آیا۔ اور بولی۔ صورت شکل سے یہ کسی عبرانی عورت کا بچّہ معلوم ہوتا ہے + اتنے میں مُوسےٰ کی بہن بھی پاس آ کھڑی ہوئی۔ اور فرعون کی بیٹی سے کہا۔ کہ کہئے۔ تو مَیں عبرانی عورتوں میں سے اس بچّے کو دودھ پلانے کے لئے انّا لے آؤں۔ فرعون کی بیٹی نے کہا۔ کہ ہاں جا + چنانچہ وہ لڑکی گئی۔ اور اپنی ماں کو ہی بُلا لائی۔ اور فرعون نے ان کی ماں کو معقول تنخواہ پر انّا مقرر کیا۔ موسےٰ اپنی ماں کا دُودھ بہت رغبت سے پینے لگے + اس طرح اللہ تعالےٰ نے ان کے دشمنوں کے دلوں میں اُن کی محبّت ڈال دی۔ اُنہیں کو اُن کی پرورش کا ذمہ وار کیا۔ اور ان کی ماں سے بھی اُن کو جدا نہ کیا +

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ فرعون کھانا کھانے بیٹھا۔ مُوسےٰ گود میں تھے۔ اس وقت ان کی عمر کوئی تین سال کی ہوگی۔ مُوسےٰ نے اس کے تاج پر ہاتھ مارا۔ اور اُسے اُتار کر اپنے سر پر رکھ لیا + بلعم بن باعور بھی موجود تھا۔ اُس نے فرعون کو وہ تین برس پہلے کا خواب یاد دلایا۔ اور ساتھ ہی کہا۔ کہ اس بچّے کو فی الفور قتل کر دینا چاہیے شاید یہ وہی لڑکا ہو۔ جس کے ہاتھوں مصر برباد ہو + فرعون مُوسےٰ کے قتل پر آمادہ۔

ہوا۔ مگر حاضرین میں سے ایک نیک مرد نے اُسے اس بد ارادے سے باز رکھا۔ اس نے کہا۔ کہ معصوم بچے کو کیا سمجھ ہے؟ اس نے بادشاہ کے اطمینان کے لئے یہ تجویز بتائی۔ کہ ایک طشت سونے کا اور ایک طشت آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں کا اس کے سامنے رکھ دیا جائے۔ اگر بچے نے سونے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ تو سمجھ لیا جائے گا۔ کہ یہ لڑکا سمجھ بوجھ رکھتا ہے۔ اور اس نے جان بوجھ کر حضور کی گستاخی کی ہے۔ اور اگر آگ کی طرف گیا۔ تو اس کے بے سمجھ اور معصوم ہونے میں کچھ شک نہ رہے گا۔

غرض اسی طرح کیا گیا۔ خدا کو اپنے نبی کا بچانا منظور تھا۔ موسےٰ نے آگ پر ہاتھ ڈالا۔ یہ دیکھ کر فرعون نے اُن کے مار ڈالنے کا ارادہ دل سے دور کر دیا۔ اور اُن کی تعلیم و تربیت اعلےٰ پیمانے پر ہونے لگی۔ چار سو غلام زربفتی لباس تاج مرصع اور طوق زریں پہنے ہوئے اُن کی خدمت میں ہر وقت رہتے تھے۔ اور موسےٰ اس شان و تجمل سے سوار ہوتے تھے۔ کہ لوگ اُنہیں فرعون کا بیٹا سمجھتے تھے۔

موسےٰؑ ایک قبطی کو قتل کرتے ہیں

جب موسےٰ ذرا جوان ہوئے۔ تو وہ باہر پھرتے اور زمانے کے حالات دیکھتے۔ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو مصیبت میں گرفتار دیکھ کر بہت کڑھتے۔ اور جہاں تک بن پڑتا۔ اُن کی مدد کرتے۔ ایک دن وہ شہر میں پھر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک قبطی یعنی مصری نے ایک جوان کو پکڑ رکھا ہے۔ اور اسے مار رہا ہے۔ موسےٰ

کو نہایت غصّہ آیا۔ اُنہوں نے اس مصری کو ایسا گھونسا مارا۔ کہ وہ مر گیا + مُوسے نے اسے جلد کہیں اِدھر اُدھر دفن کر دیا +

دُوسرے دن جب مُوسے باہر گئے۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ دو بنی اسرائیلی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ مُوسے نے اُس کو جو اُن میں ناحق پر تھا۔ کہا۔ کہ تو کیوں اپنے بھائی کو مارتا ہے؟ یہ سُن کر اُس نے کہا۔ کہ تُو ہمارا کوئی حاکم یا منصف ہے؟ کہ ہمارے معاملوں میں دخل دیتا ہے۔ کیا تُو چاہتا ہے۔ کہ کل والے مصری کی طرح مجھے بھی مار ڈالے؟ تب مُوسے نے جانا۔ کہ میرا راز فاش ہو گیا۔ اس لئے وہ فرعون کے پاس نہ گئے + اتنے میں کسی خیر خواہ نے آن کر مُوسے کو خبر دی۔ کہ فرعون کے درباری تیرے مار ڈالنے کی فکر میں ہیں۔ اپنی خیر چاہتا ہے۔ تو یہاں سے بھاگ جا۔ تا کہ کسی آفت میں گرفتار نہ ہو جائے +

مُوسے مدین میں

حضرت مُوسے یہ سُن کر ڈرے۔ اور خُدا سے دُعا کی۔ کہ اے پروردگار! مجھے اس ظالم قوم سے بچائیو۔ اس کے بعد مُوسے وہاں سے بھاگ کر مدین میں گئے۔ اور ایک کنوئیں کے پاس جا بیٹھے + اس زمانے میں مدین میں شعیب نبی رہتے تھے۔ اُن کی سات بیٹیاں تھیں۔ اُن میں سے دو لڑکیاں کنوئیں پر اپنی بکریوں کو روکے کھڑی تھیں۔ اور چرواہے اپنے مویشی کو پانی پلا رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ لڑکیاں پانی بھرنے لگی تھیں۔ کہ چرواہے آ گئے۔ اور انہیں ہٹا کر اپنے مویشی کو پانی پلانے لگے + مُوسے نے اُن کی مدد کی۔ اور اُٹھ کر بہت سے ڈول

پانی نہ نکالے۔ اور جو بچہ بھر کر اُن کی بکریوں کو پانی پلایا + مُوسٰے دن بھر کے تھکے
ماندے بھُوکے پیاسے تھے۔ ایک سایہ دار درخت کے نیچے جا بیٹھے + وہ لڑکیاں
جب گھر پہنچیں۔ تو باپ نے پُوچھا۔ کہ آج تم سویرے کس طرح واپس آئیں۔ وہ
بولیں۔ کہ آج ایک پردیسی جوان کنوئیں پر آیا۔ اُس نے ہماری بکریوں کو پانی پلایا +
حضرت شُعیب نے کہا۔ کہ وہ آدمی کہاں ہے۔ تم اسے کیوں چھوڑ آئیں؟ اسے بُلا
لاؤ۔ کہ یہاں آکر روٹی کھائے + شُعیب کی بڑی بیٹی صفورہ مُوسٰے کے پاس شرماتی
ہوئی گئیں۔ اور اُنہیں اپنے باپ کے پاس لے آئیں + شعیب نے مُوسٰے سے
اُن کا حال پُوچھا۔ مُوسٰے نے سارا معاملہ مصر کا سُنا دیا + شعیب نے اُن کی بہت
خاطرداری کی۔ اپنے پاس رکھا۔ اور اپنی بیٹی صفورہ کا نکاح اُن کے ساتھ کر دیا۔
مہر یہ قرار پایا۔ کہ مُوسٰے آٹھ برس تک شعیب کی بکریاں چرایا کریں۔ چنانچہ موسٰے
آٹھ برس تک حضرت شعیب کے پاس ٹھیرے۔ اور اُن کی بکریاں چراتے رہے۔
آخر اپنی بیوی صفورہ کو وہاں سے لے کر چلے + جاڑے کا موسم تھا۔ راستے میں ایک
دن دُھواں دھار بادل نمودار ہوا۔ اور سردی بھی شدت سے پڑی۔ حضرت موسٰے
رستہ بھُول گئے + آخر اُنہیں طُور سینا کے پہاڑ کی طرف ایک روشنی سی نظر آئی۔
اُنہوں نے بیوی سے کہا۔ کہ وہ آگ دکھائی دیتی ہے۔ تم یہاں ٹھیرو۔ تو میں آگ
لاؤں۔ تا کہ تم تاپو۔ وہاں ضرور کوئی ہوگا۔ اس سے راستہ بھی پُوچھوں گا + یہ کہ کر
مُوسٰے اس کی طرف گئے۔ دیکھا۔ کہ ایک شُعلہ میدان کے دائیں طرف روشن ہے
چاہا۔ کہ لاٹھی بڑھا کر اس سے آگ لیں۔ اتنے میں ایک آواز آئی۔ کہ اے مُوسٰے
آگ نہیں ہے۔ مَیں ہوں تیرا اور سب کا پروردگار! مُوسٰے کا دل دھڑکنے لگا۔

پھر بھی دل مضبوط کیا۔ اور لاٹھی ٹیک کر کھڑے ہو گئے + جناب باری سے ارشاد ہوا۔ کہ اے موسےٰ۔ اپنی جوتیاں پاؤں سے اُتار ڈال۔ کیونکہ جہاں تو کھڑا ہے وہ پاک میدان ہے۔ جس کا نام طویٰ ہے + موسےٰ نے جوتیاں اُتار ڈالیں۔ اور مؤدب کھڑے ہو گئے + آواز آئی۔ اے موسےٰ۔ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ موسےٰ نے کہا۔ یہ میری لاٹھی ہے۔ اس پر میں ٹیک لگاتا ہوں۔ بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں۔ اور اس سے اَور بھی بہت سے کام لیتا ہوں + فرمایا۔ اسے پھینک دے۔ جُوہیں موسےٰ نے اسے زمین پر پھینکا۔ وہ لاٹھی ایک خوفناک اژدہا بن کر ہر طرف حرکت کرنے لگی + موسےٰ ڈرے۔ اسی وقت حکم ہوا۔ خوف نہ کر۔ اسے بڑھ کر پکڑ لے۔ یہ پھر ویسی ہی ہو جائے گی + موسےٰ نے سنبھل کر اُسے پکڑ لیا۔ وہ بدستور لاٹھی ہو گئی +

پھر ارشاد ہوا۔ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر باہر نکال۔ موسےٰ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر باہر نکالا۔ تو وہ آفتاب سے بھی زیادہ روشن تھا +

جب یہ دو معجزے مرحمت ہو چکے۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ تُو فرعون کے پاس جا کر اسے ہدایت کر۔ کہ وہ دین حق اختیار کرے۔ اور بنی اسرائیل پر ظلم کرنا چھوڑ دے اور انہیں اپنے وطن جانے کی اجازت دے + حضرت موسےٰ نے درخواست کی۔ کہ الٰہی اس امر میں میرا بھائی ہارون میرا شریک ہو۔ کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ خوش بیان ہے + خدا نے ہارُون کو حکم دیا۔ کہ تُو بیابان میں جا کر موسےٰ سے ملاقات کر۔ وہ گیا۔ اور موسےٰ سے ملا۔ اور اُنہوں نے خدا سے ہمکلام ہونے اور معجزوں کا سب حال سُنایا + اُس وقت سنہ آفرینش ۲۵۰۹ تھا +

حضرت موسےٰ فرعون کے دربار میں

اس کے بعد حضرت موسےٰ اور ہارون مصر کو گئے۔ اور بنی اسرائیل کے بزرگوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور ہارون نے انہیں خدا سے ہمکلام ہونے اور معجزے عطا فرمانے کا قصہ سُنایا۔ چنانچہ مُوسےٰ ؑ نے ان کی آنکھوں کے سامنے وہ معجزے دکھائے۔ تب وہ لوگ ایمان لائے + اس کے بعد مُوسےٰ اور ہارون فرعون کے دربار میں گئے۔ اور موسےٰ ؑ نے فرعون سے کہا۔ کہ خدا نے مجھے تیرے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تیرے لئے بہتر یہ ہے۔ کہ تُو خدا کی عبودیت کا اقرار کرے۔ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا چھوڑ دے۔ اور انہیں میرے ساتھ جانے دے + فرعون ان کی باتیں سُن کر ہنسا۔ اور کہنے لگا۔ کہ تُو وہی نہیں۔ جو میرے پاس بجائے فرزند کے رہا ہے۔ اور مَیں نے تجھے پالا ہے؟ اچھا اگر تُو خدا کا سچّا رسول ہے۔ تو کوئی معجزہ دکھا + حضرت موسےٰ نے اپنی لاٹھی ہاتھ سے پھینکی۔ تو وہ ایک خوفناک اژدہا بن گیا + فرعون ڈر گیا۔ اور کہا کہ اگر تم اس بلا کو دفع کر دو گے۔ تو مَیں ایمان لے آؤں گا + مُوسےٰ نے لپک کر اس اژدہا کو پکڑ لیا۔ پھر وہ لاٹھی کی لاٹھی ہو گئی +

اس کے بعد مُوسےٰ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر باہر نکالا۔ اس کی روشنی سے سب کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ پھر ہاتھ گریبان میں ڈالا۔ تو ہاتھ بدستور ہو گیا + فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے پوچھا۔ کہ بولو۔ اب کیا کرنا چاہیئے اس نے کہا۔ کہ آج تک تجھے لوگ خداوند مانتے ہیں۔ اب آیندہ اگر تُو کسی کو خدا مانے گا۔ تو بڑی ذلت کی بات ہوگی۔ مُوسےٰ تو کہیں سے جادو سیکھ کر آیا ہے۔ تمام ملک کے

جادوگروں کو بُلا کر اس سے مقابلہ کرا دیا جائے۔ بس فیصلہ ہو جائے گا +

فرعون نے دوسرے دن جادوگروں کو بلا کر انہیں حکم دیا۔ کہ تم ایسا جادو بناؤ۔ جو مُوسےٰ اور اس کے خدا سے نہ بن سکے۔ اگر تم اس پر غالب آ گئے۔ تو تمہیں بہت انعام دیا جائے گا + جادوگروں نے طلسم بنانے شروع کر دئے + ایک مقررہ دن سب ایک میدان میں جمع ہوئے۔ مُوسےٰ بھی آئے۔ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں میدان میں چھوڑ دیں۔ وہ تمام سانپ بن گئے۔ مُوسےٰ کچھ ڈر گئے۔ مگر باری تعالیٰ سے ارشاد ہوا۔ کہ خوف نہ کر۔ اپنی لاٹھی پھینک دے۔ جونہی موسےٰ نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینکی۔ وہ ایک خونخوار اژدہا بن گیا۔ اور جتنے سانپ جادوگروں نے بنائے تھے۔ سب کو نگل گیا +

جب جادوگروں نے یہ دیکھا۔ تو سجدے میں گر پڑے۔ اور کہا۔ کہ ہم مُوسےٰ اور اس کے خدا پر ایمان لائے۔ یہ کام جادو کا نہیں ہے۔ یہ جادو کے کاموں سے اعلےٰ اور زبردست ہے +

جب فرعون نے یہ دیکھا۔ کہ مُوسےٰ تمام جادوگروں پر غالب آئے۔ اور جادوگر ان کے خدا پر ایمان لے آئے ہیں۔ تو وہ نہایت غضبناک ہوا۔ اور بولا۔ کہ تم بغیر میری اجازت کے مُوسےٰ پر ایمان لائے ہو۔ میں تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کرونگا + جادوگروں نے جواب دیا۔ کہ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے۔ اس پر ایمان لائے ہیں۔ اور یقیناً ہم تجھے اپنے خالق سے زیادہ نہیں سمجھ سکتے +

فرعون کی بیوی آسیہ بھی صدق دل سے ایمان لائیں + فرعون نے اس بے گناہ مظلومہ کو نہایت سخت عذاب سے شہید کیا۔ اور اور لوگوں کو بھی جو مُوسےٰ پر ایمان

لائے تھے سخت تکلیفیں دیں۔ حضرت موسےٰ نے فرعون سے کہا۔ کہ تو بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے دے۔ مگر اس نے نہایت سختی سے انکار کیا۔ اس پر حضرت موسےٰ نے خدا سے دُعا مانگی۔ کہ الٰہی اب اس کا ظلم انتہا تک پہنچا۔ اب اس پر عذاب نازل فرما۔

خدا نے تمہارے نے ایک نہایت عظیم طوفان مصر میں برپا کیا۔ آندھی۔ بارش اور اولوں سے فصلیں تباہ ہو گئیں۔ دریائے نیل چڑھ آیا۔ باغات۔ مکان اور کھیت برباد ہو گئے۔ فرعون نے موسےٰ کو بُلا کر کہا۔ کہ یہ طوفان کی بلا اپنے خدا سے کہکر دُور کراؤ۔ تو میں ایمان بھی لے آؤں گا۔ اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے کی اجازت بھی دیدوں گا۔ موسےٰ نے دُعا کی۔ طوفان دور ہوا۔ اور سبزی اور زراعت بہت ہوئی۔ موسےٰ نے اسے ایمان لانے کو کہا۔ تو اس نے نہ مانا۔ اس کے بعد ٹڈیاں بہت سی آئیں۔ اور مصر کی تمام کھیتی باڑی کا ستیاناس کر گئیں۔ فرعون اور اس کے سرداروں نے موسےٰ سے کہا کہ اگر ابکے تو یہ عذاب ہم سے دُور کرا دے۔ تو ہم ضرور ہی ایمان لے آئیں گے۔ موسےٰ نے دُعا کی۔ ٹڈیاں دور ہو گئیں۔ مگر فرعون کا دل ویسا ہی سخت رہا۔ وہ ایمان نہ لایا۔

پھر خدا نے ایک عذاب اُن پر بھیجا۔ یعنی اُن کے مُلک میں بے شمار مینڈک پیدا کر دئے۔ یہاں تک کہ فرش پر۔ چارپائیوں میں۔ بستروں میں۔ کھانے کے برتنوں میں۔ تنوروں میں۔ بادشاہی دفتروں میں اندر باہر سب جگہ مینڈک ہی مینڈک جمع تھے۔ اور ان کے تعفن سے دماغ پھٹے جاتے تھے۔ پھر فرعون نے موسےٰ سے کہا۔ کہ تم ہمارے حال پر رحم کرو۔ ہم اس دفعہ ضرور بنی اسرائیل کو تمہارے سپرد

کردیں گے۔ مگر دولتِ ایمان اُن کی قسمت میں نہ تھی۔ مینڈکوں کے دور ہونے پر بھی ان کے دل سیاہ ہی رہے +

اس کے بعد خداوند تعالےٰ نے جوئیں اس کثرت سے مصر میں پیدا کیں۔ کہ اَوْر تو اَوْر خود فرعون کے گھر میں۔ اس کے اور اس کی بیویوں اور بچّوں کے سروں اور کپڑوں میں ہزارہا جوئیں پیدا ہوگئیں + تھوڑی ہی دیر میں سارا مصر اس گندے اور تکلیف دہ عذاب سے گھبرا کر چیخ اُٹھا۔ اور سب نے جمع ہوکر مُوسےٰ سے فریاد کی۔ کہ ہمیں اس بلا سے بچا لے۔ تو ہم ضرور ہی تجھ پر اور تیرے زبردست خدا پر ایمان لے آئیں گے۔ مگر پھر وہی ہوا۔ کہ ادھر جُوئیں دُور ہوئیں۔ اُدھر یہ مُنکر ہو گئے۔ اور فرعون بھی بدستور سیہ دل رہا +

اس کے بعد خدا نے خون کی بارش کی۔ اور جتنا پانی ندیوں۔ نالوں۔ کنووں دریاؤں میں تھا۔ سب خون ہوگیا۔ تمام مچھلیاں اور دوسرے آبی جانور مر گئے۔ اور مصریوں کو پینے کے لئے ایک قطرہ پانی میسر نہ آیا۔ جب پیاسے مرنے لگے۔ تو نہایت درد سے چلاّئے۔ کہ اے مُوسےٰ اپنے خدا کے واسطے ہم پر رحم کر۔ یہ عذاب دُور ہو جائے۔ تو ہم ضرور ایمان بھی لے آئیں گے۔ اور بنی اسرائیل کو بھی تیرے سپرد کردیں گے + مُوسےٰ نے دُعا کی۔ عذاب دور ہوا۔ مگر فرعون نہ مانا۔ یہی کہے گیا۔ کہ مُوسےٰ بڑا جادوگر ہے +

عبورِ بحرِ قلزم

آخر خداوند تعالےٰ نے مُوسےٰ کو حکم دیا۔ کہ تُورات کے وقت بنی اسرائیل کو

ساتھ لے کر سمندر کی طرف بھاگ۔ حضرت نے تمام بنی اسرائیل کو حکم دیا۔ کہ وہ راتوں رات سمندر کے کنارے پہنچ جائیں۔ جب موسےٰ وہاں پہنچے۔ باری تعالےٰ سے ارشاد ہوا۔ کہ اپنی لاٹھی سمندر میں مار۔ موسےٰ نے اپنی لاٹھی کو سمندر میں مارا۔ سمندر پھٹ گیا۔ اور پانی دونو طرف دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ اور بیچ میں خشک راستہ نکل آیا۔ اور تمام بنی اسرائیل اس میں سے گزر کر پار ہو گئے۔

جب فرعون کو معلوم ہوا۔ کہ موسےٰ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر چل دئے۔ تو اس نے اپنی گاڑیوں اور سواریوں کو ساتھ لے ان کا پیچھا کیا۔ جب سمندر کے کنارے پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ پانی میں راستہ بنا ہوا ہے۔ اپنا گھوڑا اور سب گاڑیاں گھوڑے بھی دریا میں ڈال دئے۔ اور سارے لشکر کو بھی اس میں دھکیل دیا۔ جب سارے دریا میں داخل ہو چکے۔ خدا کے حکم سے موسےٰ نے پھر اپنی لاٹھی پانی پر ماری اور پانی مل گئے۔ اور وہ سب جہنمی ہلاک ہو گئے۔ موسےٰ اور بنی اسرائیل نے اپنے دشمنوں سے نجات پاکر خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا کا گیت گایا۔ حضرت موسےٰ کی بہن مریم اور سب عورتوں نے دف بجایا۔ اور دشمن کی ہلاکت کی خوب خوشی منائی۔

اس کے بعد بنی اسرائیل موسےٰ کے ساتھ ساتھ چلے۔ جب کچھ دن گذر گئے اور بنی اسرائیل کے پاس جتنا زادِ راہ تھا۔ خرچ ہو گیا۔ تو انہوں نے موسےٰ سے کہا۔ کہ ہم بھوکے مرتے ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا۔ کہ اپنے گھروں میں مر جاتے۔ تو ہمیں خواہ مخواہ بیابان میں خستہ خراب کر رہا ہے۔ اپنے خدا سے عرض کر۔ کہ وہ ہمیں کھانے کو دے۔

حضرت موسٰے نے دعا کی۔ خداوند تعالےٰ نے بنی اسرائیل پر اس طرح کھانے اُتارنے شروع کئے۔ کہ رات کے وقت دھنئے کے سے دانے۔ برف سے زیادہ سفید۔ اور شہد سے زیادہ میٹھے درختوں کے پتوں اور اُن کے تمام فرش پر برستے۔ اور تیسرے پہر کے وقت بٹیر کی قسم کے پرندے اُترتے۔ پہلی چیز کا نام انہوں نے مَن رکھا۔ اور پرندوں کو سلوےٰ کہا + یہ غیبی خوانِ نعمت اُن پر ہر روز اُترا کرتا تھا + آخر وہ سفر کرتے کرتے ایک ایسی جگہ پہنچے۔ جہاں پانی نہ تھا + بنی اسرائیل نے پھر مُوسٰے کے پاس فریاد کی + اُنہوں نے جناب الٰہی میں عرض کی۔ ارشاد ہوا۔ کہ اپنا عصا چٹان پر مارو + جونہیں حضرت نے اپنی لاٹھی چٹان پر ماری۔ وہاں سے بارہ چشمے صاف اور میٹھے پانی کے جاری ہوئے۔ اس طرح خداوند تعالےٰ نے بنی اسرائیل کی پیاس کا علاج کیا +

جلوہ طُور

۲۵۰۹ - آفرینش

وہ اسی طرح چلتے چلتے کوہ سینا کے میدان میں آئے۔ اور پہاڑ کے سامنے خیمے نصب کئے + خداوند تعالےٰ نے مُوسٰے کو پہاڑ پر بُلایا۔ مُوسٰے پہاڑ پر گئے۔ اور جب انہوں نے خدا کی باتیں اپنے کانوں سے بلا واسطہ سُنیں۔ ذوقِ وشوقِ دیدار نے غلبہ کیا۔ اور نہایت عاجزی سے عرض کی۔ کہ یا الٰہی۔ مجھے اپنا دیدار دکھا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ تُو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔ لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ۔ شاید تُو کچھ دیکھ سکے + جونہیں مُوسٰے نے پہاڑ کی طرف نگاہ کی۔ جناب باری کے جلال نے پہاڑ پر جلوہ کیا۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور مُوسٰے جلوۂ حُسنِ خداوندی کی تاب نہ لا کر بیہوش

گر پڑے۔ جب ہوش آیا۔ تو موسٰے نے عرض کی۔ کہ تُو پاک ذات ہے۔ مَیں اپنے
گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اور مَیں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔
خداوند تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ ہم نے تجھ کو نبوت اور اپنے کلام سے برگزیدہ کیا
ہے۔ اب ہم تجھے شریعت اور کتاب دیتے ہیں۔ تاکہ تُو شکر کرے۔ حضرت مُوسٰے نے
عرض کی۔ کہ میری قوم کے آدمی جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لینگے۔ کہ شریعت خدا
کی طرف سے ملی ہے۔ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں گے۔ مجھے اجازت ہو۔ کہ مَیں اُن میں
سے چند آدمی لے آؤں۔

اجازت ملنے پر حضرت موسٰے نے آکر بنی اسرائیل میں سے ۷۰ آدمی منتخب
کئے۔ اور اپنے ساتھ لے کر صبح کو پھر پہاڑ پر حاضر ہوئے۔ اسی وقت بادل گرجے۔
بجلیاں چمکیں۔ اور پہاڑ پر کالی گھٹا اُمڈی۔ اور قرنا کی آواز بلند ہوئی۔ سب لوگ
پہاڑ کے نیچے کھڑے ڈر رہے تھے۔ تمام کوہ سینا پر اوپر نیچے دھواں تھا۔ اور پہاڑ
ہل رہا تھا۔ اور خدا کے نور کا شعلہ روشن تھا۔ بجلی کی چمک اور بادل کی گرج سُن کر
وہ ستّر کے ستّر آدمی بیہوش ہوگئے۔ مُوسٰے یہ دیکھ کر نہایت سراسیمہ ہوئے۔ انہوں
نے کہا۔ کہ اب مَیں بنی اسرائیل کو کیا مُنہ دکھاؤں گا۔ اور میری رسالت کا کون قائل
ہوگا۔ یہ گواہ تو یہیں تلیٹ ہوگئے۔ پھر حضرت مُوسٰے کی دُعا سے وہ ستّر آدمی ہوش
میں آگئے۔

اس کے بعد خداوند تعالےٰ نے مُوسٰے کو دو لوحیں یعنی تختیاں دیں۔ جن پر احکام
توریت لکھے ہوئے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ حکم ہوا۔ کہ جا کر اپنی قوم کو سنبھال۔ کہ وہ تو
بالکل ہی گئی گذری ہوئی۔ اس کو سیدھے رستے پر چلا۔

جب موسےٰ شریعت لے کر نیچے اُترے۔ تو دیکھتے کیا ہیں۔ کہ تمام بنی اسرائیل ایک سونے کے بچھڑے کی پوجا کر رہے ہیں۔ غصّے سے بے اختیار ہو گئے۔ اور حضرت ہارون کو جا پکڑا۔ اور فرمایا۔ کہ مَیں اپنی قوم کو تمہارے سپرد کر گیا تھا۔ اب یہ کیا فتنہ کھڑا کیا ہے؟ کہ یہ لوگ خدا کو بھول کر بچھڑے کو پوجتے ہیں + ہارون نے کہا۔ کہ یہ میری غلطی نہیں۔ سامری ایک سُنار ہے۔ اس نے یہ بچھڑا بنایا ہے + مَیں عذاب الٰہی سے اس قوم گمراہ کو بہت ڈراتا رہا۔ مگر یہ راہِ راست پر نہ آئے + آخر مُوسےٰ نے اس بچھڑے کو جلا کر پیس کر دریا میں پھینک دیا۔ اور اپنی قوم کو خداوند جل و علا کے احکام سے روشناس کرایا +

بنی اسرائیل مدت تک مَن اور سلوےٰ کھاتے رہے۔ اور چشموں کا سرد اور میٹھا پانی پیتے رہے۔ مگر خدا کا شکر کرنے کے بجائے انہوں نے موسےٰ سے کہا۔ کہ ایک ہی چیز کھاتے کھاتے ہم اُکتا گئے ہیں۔ تم دُعا کرو۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں مسور کی دال۔ پیاز۔ لہسن اور سبزیاں دے + اللہ تعالےٰ کو ان کی یہ ناشکری سخت ناپسند ہوئی۔ اور چالیس برس تک انہیں بیابان میں سرگردان رکھا +

مُوسےٰ اور قارون

بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت دولت مند اور بخیل تھا۔ اس کا نام قارون تھا + وہ اپنے غلاموں۔ لونڈیوں اور تمام اہل کاروں سمیت خوب آرایش کے ساتھ اپنا مرصّع تاج سر پر رکھ کر بازار میں نکلا کرتا تھا + لکھا ہے۔ کہ اس کے پاس چالیس خزانے دولت سے معمور تھے + حضرت مُوسےٰ نے اس سے کہا۔ کہ تُو اپنے مال میں سے

حساب کرکے اللہ کے نام کی زکوٰۃ دے۔ قارون نے کہا۔ کہ خدا اس کے بدلے مجھے کیا دے گا۔ موسےٰ نے فرمایا۔ جنّت۔ ہمیشہ کی زندگی اور اپنا فضل۔ اس مردود نے کہا۔ کہ مجھے ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر حضرت موسےٰ نے دُعا کی۔ خدا کی مرضی سے زمین پھٹی۔ اور قارون ۲۵۴۶ھ آفرینش میں مع اپنے خزانوں اور مال و دولت کے زمین میں دھنس گیا۔

ایک دن حضرت موسےٰ نے خداوند تعالےٰ سے عرض کی۔ کہ یا الٰہی۔ کیا اس وقت دنیا میں کوئی ایسا بندہ ہے جو تیری درگاہ میں مجھ سے بھی زیادہ مقرب ہو؟ خدائے تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ ہمارا ایک بندہ نہایت متّقی اور برگزیدہ ہے اگر تُو اسے ملنا چاہے۔ تو مجمع البحرین پر جا۔ حضرت موسےٰ گئے۔ تو ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس سے موسےٰ نے کہا۔ کہ آپ مجھے اجازت دیں گے۔ کہ میں آپ کے ہم رکاب ہوں۔ تاکہ اچھی بات حاصل کروں۔ اس نے کہا۔ کہ میرا کام باطنی ہے۔ تم سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا۔ البتہ ایک شرط سے تمہیں ساتھ رکھ سکتا ہوں۔ اور وہ شرط یہ ہے۔ کہ جو کام میں کروں۔ اس میں دخل نہ دینا۔ موسےٰ نے کہا۔ بہت اچھا۔ میں آپ کے کسی کام میں دخل نہ دوں گا۔ غرض موسےٰ ساتھ ہو لئے اور کچھ آگے چل کر اس کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے۔ اس نیک مرد نے کشتی میں بیٹھتے ہی کشتی کا ایک تختہ توڑ کر دریا میں پھینک دیا۔ موسےٰ کو غصہ آیا۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ ہیں! یہ کیا کیا۔ کیا تم لوگوں کو غرق کرنا چاہتے ہو؟ اس شخص نے کہا۔ کہ میں نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا۔ کہ میرے قول و فعل میں دخل نہ دینا؟ خبردار۔ آیندہ میرے کام میں بالکل چون و چرا نہ کرنا۔

موسےٰ خاموش ہو گئے+ کشتی سے اُتر کر شہر میں جا رہے تھے- ایک لڑکا نہایت خوبصورت راستے میں کھیل رہا تھا+ اس شخص نے لڑکے کو پکڑا- اور اس کی گردن پر چھُری پھیر دی+ اب تو موسےٰ سے نہ رہا گیا- فرمایا- اے بندۂ خدا! ایسی بے رحمی! اس بے گناہ نے تیرا کیا قصور کیا تھا- جو اسے قتل کر دیا؟ یہ سُن کر وہ پیر مرد سخت برافروختہ ہوا- اور کہا- اے موسےٰ- اب تم جاؤ- میرے ساتھ تمہارا گذارہ نہیں- مَیں نے تم کو کہہ دیا تھا- کہ تم میرے کاموں میں دخل نہ دینا- مگر تم باز نہ آئے- اس لئے اب رخصت ہو جاؤ+ موسےٰ نے نہایت لجاجت سے- کہا اچھا- آیندہ مَیں کچھ نہیں کہوں گا- اگر کہوں- تو تمہیں اختیار ہو گا- کہ مجھے علیحدہ کر دو +

غرض وہ پھر آگے چلے- ایک جگہ شام ہو گئی- دونوں کو روٹی نہ ملی+ ایک ٹوٹی ہوئی دیوار سامنے جھکی ہوئی تھی- وہ شخص فوراً مٹی سان کر اس کے بنانے میں مشغول ہو گیا- دیوار کو مرمت کر کے بالکل درست کر دیا+ حضرت موسےٰ نے کہا- ارے میاں! کیا مصیبت پڑی ہے- لوگوں کے گھر بناتے پھرتے ہو- اگر کچھ مزدوری کے پیسے مل جاتے- تو خیر ایک بات بھی تھی- بلا سے- کھانا تو مل جاتا مگر یہ مفت بنانا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس نیک مرد نے کہا- کہ اب تم خدا کے لئے الگ ہو- تمہارا مشرب اَور ہے- ہمارا مذہب اَور- ہم تم دونوں ایک جگہ رہ ہی نہیں سکتے- تم نے اپنا آخری عہد بھی توڑ ڈالا- اب ہم تم میں رخصت کی ٹھیرے تو بہتر ہے+ سُن اے موسےٰ- وہ کشتی جو مَیں نے توڑی تھی- اس کے مالک غریب اور ایماندار ہیں- اور بادشاہ اس ملک کا ظالم اور ناانصاف ہے- وہ تمام اچھی اچھی کشتیاں چھین لیتا ہے+ اس لئے مَیں نے اس کشتی کو عیب دار کر دیا- کہ وہ

ظالم کشتی کو ناقص سمجھ کر نہ چھینے ۔ دوسرے ۔ وہ جو لڑکا تھا ۔ اس کے ماں باپ صالح اور نیک تھے ۔ اس لڑکے کی نشانیوں سے یہ معلوم ہوتا تھا ۔ کہ یہ موذی اور بدراہ ہوگا ۔ میں ڈرا ۔ کہ مبادا ۔ اس کے ماں باپ بھی اس کے گناہوں کے وبال میں گرفتار ہوں ۔ اس لئے اسے قتل کر دیا ۔ تیسرے وہ جو دیوار تھی ۔ اس کے نیچے دو یتیموں کا مال دفن ہے ۔ دیوار گرنے کو تھی ۔ اگر وہ اب گر جاتی ۔ تو لوگ خزانہ لوٹ کھسوٹ کرے جاتے ۔ اب میں نے وہ دیوار بنادی ہے ۔ یتیموں کی بلوغت تک نہیں گرے گی ۔ جب وہ بالغ ہونگے ۔ اپنا دفینہ خود سنبھال لیں گے ۔ اے موسٰے تم نے سمجھا تھا ۔ کہ مجھ سے زیادہ کوئی عالم و برگزیدہ نہیں ۔ یہ خیال غلط ہے ۔ خداوند تعالےٰ نے ایک کو ایک سے زیادہ رُتبہ بخشا ہے ۔ یہ کہا ۔ اور وہ پیر مرد غائب ہو گئے ۔

اکثر کتابوں میں اس مرد صالح کا نام خضر علیہ السّلام لکھا ہے ۔ مگر قرآن مجید میں نام نہیں آیا ۔

عُوج بن عنق

۲۵۴۹ ۔ آفرنیش

حق تعالیٰ نے موسٰے کی قوم سے یہ وعدہ کیا تھا ۔ کہ سرزمین شام اور کنعان کا ملک تم کو دوں گا ۔ چنانچہ اب حکم ہوا ۔ کہ تم شام میں خدا کے دشمنوں سے جہاد کرو ۔ چنانچہ جب موسٰے سب بنی اسرائیل کو لے کر کنعان کی طرف گئے ۔ تو پہلے نقیبوں کو شام کے اطراف میں بھیجا ۔ تاکہ جباروں کا احوال دریافت کریں ۔ جو اس ملک میں بستے تھے ۔ نقیبوں نے جن میں حضرت یوشع اور کالوت بھی تھے ۔ جب وہاں

کے حالات دریافت کئے۔ تو عجب بیہودہ باتیں سنیں۔ مثلاً سنا۔ کہ وہ قوم بے انتہا دراز قد ہے۔ ان کا سردار عوج بن عنق اتنا دراز قد ہے۔ کہ سمندر کا پانی اس کے ٹخنوں تک آتا ہے۔ وہ پانی میں سے مچھلی پکڑ کر ہاتھ آفتاب تک بڑھاتا ہے۔ اور پھر اسی سے مچھلی بھون کر کھاتا ہے۔ بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ موسے نے جو نقیب دریافت حال کے لئے بھیجے تھے۔ ان سب کو اس نے پکڑ کر اپنے ازار کے نیفے میں رکھ لیا۔ اور گھر جا کر اپنی جورو سے کہا۔ یہ چیونٹے مجھ سے لڑنے آئے ہیں۔ اس کی جورو نے کہا۔ ان بیچاروں کو چھوڑ دے۔ ان کے مارنے سے کیا فائدہ ہوگا؟

غرض نقیبوں نے اسی قسم کی عجیب و غریب بیہودہ باتیں آکر سنائیں۔ اس پر بھی حضرت یوشع اور حضرت کالوت نے حضرت موسے کو اطمینان دلایا۔ کہ کچھ پروا نہیں۔ ہم ان جباروں سے لڑ بس گے۔ چنانچہ حضرت موسے بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے۔ اور جس قوم نے انہیں روکا۔ اسے نیست نابود کر ڈالا۔ جبارین اور اموری اور عوج بن عنق کی قوم غرض سب کو مار کے ان کی سرزمینوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ اور یوں فتح کا ڈنکا بجاتے موآب کے میدانوں میں نہر یردن کے مشرقی کنارے شہر اریحا کے مقابل جا ڈیرے ڈالے۔

بلعم بن باعور

ان دنوں موآبیوں کا بادشاہ بالق تھا۔ وہ اس ٹڈی دل لشکر کو دیکھ کر بہت گھبرایا۔ اس کی قوم میں ایک نہایت مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ جن کا نام بلعام بن باعور تھا۔ بالق نے اپنے قاصد اُن کی طرف بھیجے۔ اور التجا کی۔ کہ وہ خدا

کے آگے میرے حق میں دُعا کریں۔ تاکہ یہ بلا جو مصر سے ہمارے ملک پر آئی ہے دفع
ہو۔ مگر اللہ تعالےٰ نے بلعام پر خواب میں ظاہر ہو کر منع فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کے
حق میں بددُعا نہ کرے۔ چنانچہ بلعام نے صبح کو یہی جواب کہلا بھیجا۔ مگر بالق نے
دوبارہ اپنے بڑے جلیل القدر امیر کبیر بلعام کی خدمت میں بھیجے۔ کہ وہ آویں اور
اس کے لئے دُعا کریں۔ آخر بلعام اپنی گدھی پر زین کس کر سوار ہوئے۔ اور بالق
سے ملنے چلے۔ راہ میں جب کہ وہ تنگ گلی سے گزر رہے تھے۔ تو ایک فرشتہ تلوار
کھینچے گدھی کے سامنے نمودار ہوا۔ گدھی اسے دیکھ کر رُک گئی۔ بلعام نے جسے وہ
فرشتہ دکھائی نہ دیا۔ گدھی کو مارا۔ کہ وہ آگے بڑھے۔ مگر وہ ذرا نہ سرکی۔ جب اس نے
اس بے زبان کو زیادہ مارا۔ تو اللہ نے اس کی زبان کھولی۔ اور وہ بولی۔ کہ اے
بلعام مَیں نے تیرا کیا کیا ہے۔ کہ تُو مجھے یوں بے دردی سے مارتا ہے۔ اس وقت
اللہ نے بلعام بن باعور کی آنکھیں کھولیں اور اس نے بھی فرشتے کو تلوار کھینچے دیکھا
تب بلعام اُترا۔ اپنا سر جھکایا۔ اور فرشتوں کے قدموں پر اوندھا گر پڑا۔ فرشتے
نے کہا۔ کہ تو نے اس جانور کو تین بار کیوں مارا۔ اور اگر یہ نہ رُکتی۔ تو مَیں اس تلوار
سے تیرا کام تمام کرتا۔ بلعام نے بہت عاجزی سے جواب دیا۔ کہ مجھ سے گناہ ہوا۔
اور عرض کی۔ کہ اگر تو میرے ادھر جانے سے ناخوش ہے۔ تو میں لوٹ جاؤں۔
فرشتے نے کہا۔ نہیں اب تو تُو ان آدمیوں کے ساتھ جا۔ مگر بنی اسرائیل کے لئے
بددُعا نہ کرنا۔ سو ایسا ہی ہوا۔ کہ جب بلعام بن باعور بالق کے پاس پہنچا۔ تو اس نے
بددُعا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا مَیں اُس کو کس طرح بددعا کروں جس کو خدا نے
بددُعا نہیں کی۔ بالق نے ہر چند منّت اور خوشامد کی۔ اور طرح طرح کے لالچ دئے۔

مگر بلعام نے ایک نہ سُنی۔ بلکہ بددُعا کرنے کی بجائے اس نے بنی اسرائیل کو برکت دی + آخر بالق کو ناخوش چھوڑ کر اس کی مجلس سے اُٹھ آیا۔ اور اپنے گھر کی راہ لی +

حضرت موسےٰ نے جس طرح اَور قوموں کو فتح کیا تھا۔ موآبیوں کو بھی زیر کیا۔ تب خداوند نے موسےٰ سے کہا۔ کہ نون کے بیٹے یشوع کو لے۔ وہ ایک شخص ہے جس میں رُوح ہے۔ اُس پر اپنا ہاتھ رکھ۔ اور جماعت کے حضور اس کے لئے وصیت کر۔ اور اپنی عزت میں سے کچھ اس کے اوپر ڈال دے۔ تاکہ بنی اسرائیل کی ساری جماعت اس کی فرماں برداری کرے۔ سو موسےٰ نے ایسا ہی کیا۔ اور یشوع حضرتِ موسےٰ کا جانشین مقرر ہوا +

حضرتِ موسےٰ علیہ السلام نے اپنی وفات سے چند روز پہلے فرمایا جیسا کہ توریت کی کتاب استثنا میں لکھا ہے۔ خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی طرف کان دھریو + چند سطریں آگے چل کر خدا نے فرمایا۔ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا۔ وہ سب ان سے کہے گا +

یہ **بشارت** نہایت صاف اور واضح طور پر خاتم النّبیّین محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں پوری ہوئی۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے بھائی صرف بنی اسمٰعیل تھے۔ اور بنی اسمٰعیل میں ایسا پیغمبر جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی مانند ہو بجز آنحضرت صلعم اَور کوئی نہیں گذرا + شریعت موسوی کے احکام غسل و طہارت

حلال وحرام۔ نکاح وطلاق۔ ممانعت سود۔ حکم نماز و روزہ وختنہ اور جہاد کے احکام سب اسلامی احکام کی مانند ہیں۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا۔ پس جو عظیم الشان نبی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے موسٰے کی مانند برپا ہونے والا تھا۔ وہ محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم تھے +

جب زمانہ وفات بہت قریب آیا۔ تو موسٰے موآب کے میدانوں سے نیبو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے جو ایریحا کے سامنے ہے۔ جہاں سے یردن پار سارا کنعان دکھائی دیتا تھا۔ حق تعالےٰ نے انہیں فرمایا۔ کہ یہ وہ سرزمین ہے۔ جس کی بابت میں نے ابراہیم۔ اسحاق اور یعقوب سے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں تیری نسل کو دونگا سو تو تو یردن پار نہ جاسکا۔ لیکن یہ ملک بنی اسرائیل کے قبضے میں آئے گا +

اس کے تھوڑے دنوں بعد حضرت موسٰے علیہ السلام نے ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی +

شریعت موسوی کا کچھ بیان

شریعت موسوی میں رسوم ظاہری مثلاً قربانی۔ نذر نیاز اور غسل وطہارت کی بہت تاکید تھی۔ جس کا ہم مختصر سا حال یہاں لکھتے ہیں :۔

خیمہ عبادت۔ حضرت موسٰے نے عبادت کے لئے ایک بہت بڑا خیمہ بنوایا تھا۔ جو تیس ہاتھ لمبا۔ دس ہاتھ چوڑا۔ اور دس ہی ہاتھ اونچا تھا + اس کے سہارے کے لئے چاروں طرف شطیم کی لکڑی کے تختے کھڑے کئے جاتے تھے۔ جن کو آپس میں جوڑنے کے لئے کانٹے اور حلقے لگے ہوئے تھے + ان کو ملانے سے وہ پورا مکان

بن جاتا تھا۔ ان تختوں کے پایے چاندی کے تھے۔ اور کانٹے اور حلقے سونے کے۔ اور تمام تختوں پر بھی سونا منڈھا ہوا تھا +

خیمے کے یہ تختے اندر یا باہر بالکل نظر نہ آتے تھے۔ بلکہ پردوں سے چھپے رہتے تھے۔ چنانچہ اندر کی طرف آسمانی۔ قرمزی اور ارغوانی رنگ کے باریک کتان کے پردے آویزاں تھے۔ جن پر بڑی کاریگری اور ہنرمندی سے کروبی فرشتوں کی تصویریں منقش تھیں + خیمے کے باہر کی طرف اونی پردے ٹنگے ہوئے تھے۔ جن کے اوپر سُرخ نری کا غلاف تھا۔ اور اس غلاف کے اوپر موٹے چمڑے کا ایک بڑا اگھٹا ٹوپ گرد و غبار سے بچانے کے لئے پڑا رہتا تھا +

اس خیمے کے دو حصّے تھے۔ بڑا حصّہ تو عبادت گاہ عام تھا۔ اس میں تین چیزیں رکھی گئی تھیں۔ ایک میز جو سونے سے منڈھی ہوئی تھی۔ اور سونے ہی کا اس کا کلس تھا۔ اس میز پر چند برتن۔ سرپوش۔ پیالے اور چمچے رکھے تھے۔ جو سب خالص کُندن کے بنے ہوئے تھے + اس میز پر تبرّک کی بارہ روٹیاں رکھی رہتی تھیں جنہیں حضرت ہارون کے سوا اَور کوئی نہیں چھُو سکتا تھا +

اس میز کے سامنے ایک سونے کا نہایت خوبصورت شمعدان تھا۔ جس کی چھ شاخیں تھیں۔ ہر ایک شاخ میں بادام کی صورت کے تین تین پیالے اور سیب اَور سوسن کے پھول بنے ہوئے تھے۔ یہ سب سونے کے تھے۔ اور اس پر سونے ہی کے سات چراغ جلتے تھے + چونکہ خیمے کے اندر کوئی روشن دان نہ تھا۔ اس لئے اس میں کسی راہ سے سورج کی روشنی نہیں آتی تھی۔ اور وہ خیمہ ان چراغوں کی روشنی سے ہی جن میں زیتون کا تیل جلتا تھا منوّر رہتا تھا +

خیمے کے اس حصے میں تیسری چیز سونے کی ایک چھوٹی سی قربانگاہ تھی جو ایک ہاتھ مربع تھی۔ اس کی چھت اور اس کے سینگ سونے کے تھے۔ اور اس پر سونے کا ہی کلس تھا۔ اس قربانگاہ پر خوشبوؤں کا خالص بخور۔ جو بڑی حکمت سے تیار کیا گیا تھا جلایا جاتا تھا۔

خیمے کے اس حصے میں سے ایک پردہ اُٹھا کر دوسرے چھوٹے حصے میں جاتے تھے جس کا نام حظیرۃُ القُدس تھا۔ گویا یہ خداوند جلّ شانہٗ کے جلال کا خاص مسکن تھا۔ اس مقدس ترین جگہ میں حضرت ہارون کے سِوا یا اُن کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اگر کوئی ہو جاتا۔ تو اس کے لئے موت کے سوا اَور کوئی سزا نہ تھی۔ اس مقام قُدس میں صندوق شہادت رکھا ہوا تھا۔ جسے قرآن مجید میں تابوت سکینہ کہا گیا ہے۔ یہ ڈھائی ہاتھ لمبا۔ ڈیڑھ ہاتھ چوڑا اور اتنا ہی اونچا نہایت گراں بہا لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ یہ صندوق بھی خالص سونے سے منڈھا ہوا تھا۔ اور اس میں وہ الواح توریت جو حضرت موسےٰؑ پر نازل ہوئی تھیں رکھی تھیں۔ ایک مرتبان میں مَن کا نمونہ تھا۔ جو بنی اسرائیل کی غذا کے لئے خدا نے نازل کیا تھا۔ حضرت موسےٰؑ کا عصا بھی اسی صندوق میں بطور تبرّکات محفوظ تھا۔

اس صندوق کے ڈھکنے پر ایک اَور نہایت متبرّک و مقدس چیز تھی۔ جسے مقام رحمت کہتے تھے۔ صندوق شہادت پر دونوں طرف سونے کے دو کرُوبی فرشتے آمنے سامنے بنے ہوئے تھے۔ دونو نے مقام رحمت پر اپنے پر پھیلا رکھے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السّلام کی معرفت بنی اسرائیل سے جو عہد لیا تھا۔ وہ عہد نامہ اسی مقام رحمت میں رکھا تھا۔

خیمے کے باہر کافی میدان صحن کے لئے چھوڑ کر کتان کی قناتوں کا ایک بڑا احاطہ تھا۔ جو سو ہاتھ لمبا اور پچاس ہاتھ چوڑا تھا + جب ڈیوڑھی کے دروازے سے اس صحن میں داخل ہوتے تھے۔ تو سب سے پہلی چیز جس پر نظر پڑتی تھی۔ وہ پیتل کا حوض تھا۔ آگے بڑھنے سے پہلے اس حوض میں وضو کرنا پڑتا تھا۔ جب وضو کر کے آگے بڑھتے تھے۔ تو قربانگاہ آتی تھی + یہ اُس قربانگاہ کے علاوہ تھی۔ جو خیمۂ عبادت کے اندر تھی۔ جس کا ذکر اُوپر گزرا + اندر والی قربانگاہ سونے کی تھی۔ اور باہر والی پیتل کی۔ اس کے کونوں پر پیتل کے سینگ تھے۔ اس کے پیالے سیخیں آتشدان سب سامان پیتل کا تھا + عام لوگوں کو خیمے کے اندر جانے کی اجازت نہ تھی لیکن اس قربانگاہ تک سب لوگ آتے تھے۔ اور اس مذبح پر نذریں اور قربانیاں چڑھاتے تھے۔ یہ پیتل کی قربانگاہ بنی اسرائیل کی عبادت کے سامان میں سب چیزوں سے زیادہ کارآمد تھی۔ وہ بغیر اس کے کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ روزمرہ کی بندگی اور عیدوں کے وقت کی عبادت بھی بدون قربانگاہ کے جائز نہ تھی + یہ ایسی جگہ خیال کی جاتی تھی۔ جہاں شکستہ حال گنہگار آدمی اور خدائے پاک کی گویا ملاقات ہوتی تھی۔ جہاں گرے ہوئے آدمی بحال کئے جاتے تھے۔ اور خداوند کریم کی برکت اور رحمت سے سرفرازی حاصل کرتے تھے +

قربانی۔ قربانی کے جانور جو اکثر بیل یا بکرے ہوتے تھے۔ ان کے لئے یہ ضروری شرط تھی۔ کہ وہ بے عیب ہوں۔ اندھا۔ لنگڑا۔ دُبلا جانور قربانی کے قابل نہ سمجھا جاتا تھا۔ جب قربانی کا جانور مذبح پر لایا جاتا تھا۔ تو اس کا سینگ قربانگاہ کے سینگ سے باندھ دیا جاتا تھا۔ اور گنہگار بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اپنا

ہاتھ قربانی کے سر پر رکھتا تھا۔ تب وہ جانور ذبح کیا جاتا تھا + اس قربانی کے گوشت کو عبادت کرانے والے لوگ کھاتے تھے۔ جو کاہن کہلاتے تھے۔ اور اس کا کچھ حصّہ حضرت ہارون کو بھی ملتا تھا +

احکام عشرہ۔ توریت میں جو خداوند تعالےٰ نے دس احکام حضرت موسےٰ پر نازل فرمائے ان کا بیان توریت میں اس طرح آیا ہے :-

خداوند تیرا خدا جو تجھے مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا۔ میں ہوں۔ میرے حضور تیرے لئے کوئی دوسرا معبود نہ ہو۔ تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی سورت جو اوپر آسمان پر اور نیچے زمین پر یا پانی میں ہے مت بنا۔ تو ان بتوں کے آگے اپنے تئیں مت جھکا۔ اور نہ ان کی عبادت کر۔ کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں + (۲) تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ مت لے۔ (۳) تو سبت کا دن پاک رکھنے کے لئے یاد کر۔ چھ دن تک تو محنت کرکے اپنے سارے کام کاج کر۔ ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں کچھ کام نہ کر۔ (۴) تو اپنے ماں باپ کو عزّت دے۔ تاکہ تیری عمر دراز ہو۔ (۵) تو خون مت کر۔ (۶) تو بدکاری سے باز رہ۔ (۷) تو چوری مت کر۔ (۸) تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے۔ (۹) تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر۔ (۱۰) تو اپنے پڑوسی کی جورو کے ناموس کا خیال رکھ +

طریقِ طہارت۔ موسےٰ کی شریعت میں طہارت کی سخت تاکید تھی۔ اور ذرا ذرا سی بات سے آدمی ناپاک ہو جاتا تھا۔ اور تب اسے شرعی طریق سے طہارت حاصل کرنی پڑتی تھی + وہ شرعی طریق یہ تھا۔ کہ ایک بے عیب۔ بے داغ لال گا سے

ذبح کی جاتی تھی۔ اور اس کا گوشت پوست سب کچھ جلا دیا جاتا تھا۔ پھر اس کی راکھ ایک کورے برتن میں جمع کی جاتی تھی۔ اور بہت سے پانی میں گھولی جاتی تھی۔ یہ پانی طہارت کے بہت سے موقعوں پر کام میں آتا تھا۔ یعنی جب کوئی شخص کسی حکم شرعی کی تعمیل نہ کرنے کی وجہ سے نجس ہو جاتا تھا۔ تو کاہن زوفا کی ایک ٹہنی لیکر اس آب طہارت میں بھگو کر خطا کار کے بدن پر چھڑکتا تھا۔ اس سے وہ پاک ہو جاتا تھا۔ اگر کسی گھر میں کوئی مر جاتا تھا۔ تو سب آدمی جو اس گھر میں رہتے تھے ناپاک ہو جاتے تھے۔ اور اُن کی یہ نجاست سات دن سے پہلے دور نہیں ہو سکتی تھی۔ اور یہ ناپاک لوگ اگر کسی اَور شخص کو ہاتھ لگا دیتے۔ یا کسی چیز کو چھوتے۔ تو وہ ناپاکی اَوروں کو بھی لگ جاتی تھی۔ جب عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تھا۔ تو وہ ۶۶ دن تک ناپاک رہتی تھی۔ اس کے علاوہ جب اَور موقع پر عورت کو ناپاکی لاحق ہوتی۔ تو جس چیز یا جس آدمی کو اس کا ہاتھ لگ جاتا۔ وہ بھی ناپاک ہو جاتا تھا۔ کوئی ناپاکی ایک دن رہتی تھی۔ کوئی تین دن۔ کوئی سات دن۔ جب وہ میعاد ختم ہو جاتی تھی۔ تو کاہن اسکے بدن پر گائے کی راکھ کا پانی زوفے کی ٹہنی سے چھڑکتا تھا۔ تب وہ شخص پاک ہوتا تھا۔

سزائیں۔ حضرت موسےٰ ؑ کی شریعت میں سزائیں بہت سخت تھیں۔ مثلاً کلمہ کفر کے لئے تو خیر سزاے موت معقول سہی۔ لیکن ماں باپ کی بے ادبی کرنے اور اُن کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے کی سزا بھی یہی تھی۔ کہ ایسے شخص کو سنگسار کرکے مار دیا جائے۔ چوری کرنے والے بھی بعض صورتوں میں سنگسار کئے جاتے تھے۔

حلال و حرام۔ کھانے پینے میں حلال و حرام کی تمیز توریت میں اسی طرح

تھی جس طرح قرآن مجید میں ہے۔ چنانچہ خون۔ مُردار اور سُوئر کے علاوہ جن کو شریعت اسلامی نے حرام قرار دیا۔ توریت میں خرگوش۔ اُونٹ۔ بگلا۔ ہُدہُد کا کھانا بھی حرام تھا۔ اور اپنی قوم کے آدمیوں سے سُود لینا بھی ناجائز تھا۔ اور بچّے کے ختنہ کرنے کا بہت تاکیدی حکم تھا +

حضرت یوشع بن نُون علیہ السّلام

حضرت مُوسےٰؑ کی وفات کے بعد یوشع نبی ان کے جانشین ہوئے۔ اور خدا کے حُکم سے قوم بنی اسرائیل کو کنعان کی طرف آگے لے کر بڑھے۔ بڑے بڑے پیشوایان دین تابوت سکینہ اُٹھائے قوم کے آگے آگے چلتے تھے۔ اور اس کی برکت سے اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت پاتے تھے۔ اس طرح بڑھتے اور فتح پاتے وہ دریائے یردن کے کنارے پہنچے + حاملانِ تابوت سکینہ کا دریا میں قدم رکھنا تھا۔ کہ اوپر کا پانی اوپر ہی ٹھہر گیا۔ اور نیچے کا پانی بہ کر خشک رستہ بن گیا۔ جس میں سے بنی اسرائیل بڑی آسانی سے گزر گئے۔ جب وہ پار ہو گئے۔ تو دریا پھر اپنے اصلی حال پر آگیا + اب بنی اسرائیل نے اَور آگے بڑھ کر شہر اریحا کے سامنے قیام کیا۔ اور اگلے روز کہ عید فسح کا مبارک دن تھا عبور دریا اور تہوار دونو کی دُہری عید منائی +

اریحا بہت آباد و وسیع شہر تھا۔ اس کے گرد اگرد بڑی مضبوط فصیل تھی۔ حضرت یوشع نے حکم دیا۔ کہ چھ روز تک بنی اسرائیل اس شہر کے گرد ہر روز ایک چکر لگائیں اور تابُوتِ سکینہ ساتھ رکھیں۔ ساتویں روز سات چکّر لگائیں۔ اور جب انہیں حکم دیا جائے۔ وہ ایک زور کا نعرہ لگائیں۔ کہ شہر فتح ہوا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور

اور نعرہ لگاتے ہی اریحا کی فصیل دھڑام سے نیچے آپڑی۔ اور بنی اسرائیل نے شہر میں داخل ہو کر اس پر اپنا قبضہ جما لیا +

حضرت یوشع موسےٰؑ کے بعد سات برس زندہ رہے۔ اور انہوں نے رفتہ رفتہ تمام کنعان اسی طرح فتح کر لیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے جو وعدہ حضرت ابراہیمؑ سے کیا تھا۔ کہ مَیں کنعان کا ملک تجھے اور تیرے بعد تیری نسل کو ہمیشہ کے لیئے دوں گا۔ وہ اب پورا ہوا۔ اور کنعان کا تمام ملک بنی اسرائیل کی بارہ قوموں (اسباط) میں جو حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں کی اولاد تھی تقسیم ہوا۔ اور ہر قوم نے اپنا اپنا تسلّط اس پر جما لیا +

قاضیوں کا عہد

اللہ تعالےٰ نے جو نعمتیں بنی اسرائیل پر نازل کیں۔ اور جیسا سرسبز و شاداب ملک اُن کو عطا فرمایا۔ اس کی جتنی بھی شکر گزاری وہ کرتے تھوڑی تھی۔ مگر یہ بہت ہی بےعقل اور ناشکری قوم تھی۔ اور اپنے بد دین ہمسایوں کے اثر سے بہت جلد گمراہ ہو جاتی تھی + چنانچہ سرزمین کنعان میں داخل ہوئے کچھ بہت مدت نہیں گزری تھی۔ کہ یہ قوم پھر بُت پرستی کے گڑھے میں گری + اللہ نے اس گناہ کی پاداش میں انہیں پھر ان کے دشمنوں کے ہاتھ میں ڈال دیا۔ چنانچہ ایک زمانہ ان پر ایسا گزرا کہ مدیانی قوم نے انہیں بہت ستانا شروع کیا + جس وقت بنی اسرائیل کچھ بوتے۔ مدیانی اور عمالیقی ہمسائے اپنے مویشی اور خیموں سمیت ٹڈی دل کی مانند ان پر چڑھ آتے۔ اور اُن کی تمام سرزمین کو چر جاتے۔ اور جاتے وقت ان کے مال

مویشی بھی لُوٹ لے جاتے + ان مصیبتوں سے سخت لاچار ہوکر بنی اسرائیل خدا کے آگے روئے۔ اور بہت عاجزی سے گڑگڑائے خدا نے ان کی فریاد سنی۔ اور سنہ ۲۷۴۴ آفرینش میں ایک شخص کے پاس جس کا نام جدعون تھا فرشتہ بھیجا۔ اس نے آکر کہا "اے پہلوان خداوند تیرے ساتھ ہے" + جدعون نے جواب دیا۔ کہ اے میرے مالک اگر خداوند ہمارے ساتھ ہے۔ تو ہم پر یہ سب حادثے کیوں پڑے۔ اور اس کی سب قدرتیں جو ہمارے باپ دادوں نے ہم سے بیان کیں کہاں گئیں؟ خداوند نے ہم کو چھوڑ دیا۔ اور دشمنوں کے قبضے میں کر دیا + تب خداوند نے فرمایا۔ کہ "میں تیرے ساتھ ہونگا۔ اور تُو مدیانیوں کو ماریگا" +

جدعون نے کہا۔ تُو مجھے کوئی نشان دکھا۔ جس سے میں جانوں۔ کہ مجھ سے تُو ہی بولتا ہے۔ اور میں تیرے لئے ہدیہ لاتا ہوں۔ اور جب تک میں آؤں۔ تُو یہاں سے قدم نہ اُٹھائیو + سو اس نے کہا۔ کہ اچھا جب تک تُو پھر آئے گا میں ٹھیرا رہونگا + تب جدعون گیا۔ اور اس نے ایک بکری کا بچّہ اور سیر بھر آٹے کی روٹیاں تیار کیں۔ اور گوشت کا شوربا ایک کٹورے میں بھر کر لے آیا + خدا کے فرشتے نے اس سے کہا۔ کہ یہ سب لے جا کے اس چٹان پر رکھ دے۔ سو اس نے ویسا ہی کیا + تب خدا کی قدرت سے پتھر میں سے آگ نکلی۔ اور سب گوشت اور روٹیوں کو کھا گئی + یہ کہ کے خداوند کا فرشتہ اس کی نظر سے غائب ہوگیا +

اس رات خدا کے حکم سے جدعون نے اپنے باپ کا بُت خانہ ڈھا دیا۔ اس پر اس کی ساری قوم اس کی دشمن ہوگئی۔ اور اس کے قتل کے درپے ہوئی۔ مگر

اتنے میں مدیانی اور عمالیقی دشمنوں کا ٹڈی دل ان پر چڑھ آیا۔ اور سب لوگ لڑائی کی تیاری میں لگ گئے۔ چنانچہ جدعون اپنی قوم کے تیس ہزار جوان اپنے ساتھ لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلا۔ اس پر خداوند نے جدعون سے کہا۔ کہ میں تجھے مدد دوں گا۔ پھر اتنے آدمیوں کی کیا ضرورت ہے تب جدعون نے منادی کرادی کہ جس شخص کو کسی قسم کا خوف ہو۔ وہ اپنے گھر لوٹ جائے۔ چنانچہ بائیس ہزار جوان واپس چلے گئے۔ اور صرف دس ہزار جدعون کے ساتھ رہ گئے۔ خدا نے فرمایا۔ کہ اتنے لوگ بھی بہت زیادہ ہیں۔ تو انہیں نہر تک لے جا۔ اور وہاں جا کر حکم دے۔ کہ جو لوگ نہر میں سے چپڑ چپڑ کر کے تھوڑا سا پانی چاٹ لیں گے۔ وہی میرے ساتھ رہیں گے۔ اور جو ہاتھ سے پانی پئیں گے۔ وہ واپس بھیج دئے جائیں گے۔ چنانچہ جب نہر آئی۔ تو لوگ سفر کی گرمی سے بے تاب ہو رہے تھے۔ بے اختیار پانی پر گرے۔ اور خوب پیٹ بھر بھر کر پانی پیا۔ مگر تھوڑے سے ایسے نیک بندے بھی نکلے۔ جنہوں نے جدعون نبی کے حکم کے بموجب چاٹ کر تھوڑا سا پانی پیا۔ چنانچہ ایسے آدمی گنتی میں صرف تین سو تھے۔ سو خدا کے نبی صرف انہیں تین سو آدمیوں کو لیکر آگے بڑھے۔ اگرچہ مدیانیوں اور عمالیقیوں کا لشکر سمندر کی ریت کی مانند ان گنت تھا۔ مگر جدعون کو وعدۂ خداوندی پر بھروسہ تھا۔ انہوں نے حکم دیا تھا۔ کہ ہر شخص اپنے ہاتھ میں ایک نرسنگا رکھے۔ اور جب میں نرسنگا پھونکوں تو تم بھی اپنے نرسنگے پھونکو اور للکار کر کہو۔ کہ یہوداہ اور جدعون کی تلوار! چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب جدعون نبی نے نرسنگا پھونکا۔ سب نے پھونکا۔ اور للکار کر کہا۔ کہ یہوداہ اور جدعون کی تلوار! چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب جدعون نبی نے

نرسنگا پھونکا۔ سب نے پھونکا اور للکار کر کہا۔ کہ یہوداہ اور جدعون کی تلوار! نرسنگوں کا پھونکنا تھا۔ کہ دشمن کے لشکر پر دہشت چھا گئی۔ اور ان میں فوراً بھاگڑ پڑ گئی۔ بنی اسرائیل کے جوانوں نے اُن کا پیچھا کیا۔ اور اُن کے دو سرداروں کو پکڑ لیا۔ اور اُن کے سر کاٹ کر جدعون کے پاس لائے۔ اور اُن کے بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا ؛

خداوند تعالےٰ کی ان مہربانیوں پر بھی بنی اسرائیل بدی سے باز نہ آئے۔ جب ان پر کوئی مصیبت آتی۔ تو توبہ کرتے۔ اور بارگاہ خداوندی کا دروازہ کھٹکھٹاتے اور جب وہ مصیبت دور ہو جاتی۔ تو پھر شیطانی راہ پر چلنے لگتے ؛ غرض چار سو برس تک اس بدنصیب قوم کا یہی حال رہا ؛ ان چار صدیوں میں سولہ قاضی ان کی ہدایت کے لئے اُٹھے۔ جن میں سے صمصون۔ عالی۔ اور شمویل بہت ہی مشہور اور برگزیدہ ہوئے ہیں ؛ صمصون اپنی شہ زوری میں بہت مشہور تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے صرف اپنے ہاتھوں سے ایک خونخوار شیر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ ایک اَور موقع پر ایسا ہوا۔ کہ اُن کے ہاتھ میں بجائے کسی ہتھیار کے صرف ایک مرے ہوئے گدھے کے جبڑے کی ہڈی تھی۔ اسی سے انہوں نے چار ہزار آدمی کا صفایا کر ڈالا ؛ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ وہ کہیں جنگل میں پڑے سوتے تھے۔ کہ فلسطینی دشمنوں نے انہیں آپکڑا اور سات رسّوں سے انہیں جکڑ کر باندھ دیا۔ لیکن جب یہ شیر مرد اُٹھے۔ تو ایک انگڑائی میں ہی وہ رسّے یوں ٹوٹے۔ گویا کچّا سوت تھا ؛

ان کی ساری عمر فلسطینیوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں گزری ؛ آخر ایک دفعہ وہ بے طرح دشمنوں کے نرغے میں آ گئے۔ اور ان بے دردوں نے ان کی آنکھیں نکال

ڈالیں۔ اس کے بعد ان ناخدا ترسوں نے اپنی فتح کی خوشی کا ایک جشن منایا۔ اور اس اندھے نیک مرد کو اپنے روبرو بُلایا۔ کہ اس سے تمسخر اور دل لگی کا کام لیں۔ بیچارے تھکے ماندے اور غمگین اس مکان کے ایک ستون سے پیٹھ لگائے کھڑے تھے۔ اللہ کے فضل سے طاقت جوانمردی نے عود کیا۔ اس مکان کے ستون کو ایک ایسا دھکا دیا۔ کہ وہ عمارت دھم سے نیچے آپڑی۔ اور وہ خود اور تین ہزار اُن کے دشمن سب دب کر مر گئے۔ یہ واقعہ ۲۸۸۷ آفرینش میں وقوع میں آیا۔

بی بی راعوث

قاضیوں کے عہد میں ایک دفعہ سخت کال پڑا۔ بیت اللحم کا ایک باشندہ اپنی جورو اور دو بچّوں کو لیکر مواب کے ملک کی طرف نکل گیا۔ اس شخص کا نام علی ملک تھا۔ اور اس کی بیوی کا نام نعومی تھا۔ اس کے بیٹوں نے مواب کی عورتوں سے ہی شادیاں کرلیں۔ تھوڑے عرصے کے بعد علی ملک اور اس کے دونوں بیٹے مر گئے۔ اور نعومی مغموم و محزون روتی دھوتی اپنے وطن کو واپس چلی۔ اس کی دونو بہوؤں نے بھی اس کے ہمراہ چلنے کا قصد کیا۔ بلکہ اس کے ساتھ چل بھی پڑیں۔ لیکن نعومی نے ان دونو کو روکا اور سمجھایا۔ کہ بیٹیو تم مجھ بدنصیب کے ساتھ آکر کیا لوگی۔ بہتر ہے۔ کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ۔ اور خدا کی مرضی پر شاکر رہو۔ اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ ایک نے تو خیر واپس جانا منظور کرلیا۔ مگر دوسری جس کا نام راعوث تھا نعومی سے جدا نہ ہوئی۔ بلکہ اس کے ساتھ بیت اللحم کو آئی۔

یہ زمانہ فصل کاٹنے کا تھا۔ اور راعوث چونکہ بہت غریب عورت تھی۔ کھیتوں میں

بالیں چننے جایا کرتی تھی۔ خدا کا کرنا یوں ہوا۔ کہ وہ ایک دفعہ ایک دولتمند زمیندار کے کھیت میں گئی۔ اس کا نام بوعز تھا۔ اور یہ علی ملک کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ جب وہ اپنے کھیت میں آیا۔ اور اس نوجوان بیوہ کی وفاداری کا قصہ سنا۔ تو اُسے اس پر بہت رحم آیا۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ کہ تم پولیاں اُٹھاتے وقت جان بوجھ کر کچھ بالیں گراتے جاؤ۔ کہ یہ غریب بی بی بغیر شرم کے وہ بالیں اُٹھائے اور اپنا گزارہ کرے۔ اس بی بی کے نیک اخلاق نے بوعز پر اتنا اثر کیا۔ کہ آخر اس نے اس عورت سے شادی کر لی۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد خدا نے انہیں ایک بیٹا دیا جس کا نام انہوں نے عُبید رکھا۔ بڑے ہو کر عُبید کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام یسی تھا۔ یہ یسی بہت ہی معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ مگر کسے معلوم تھا۔ کہ اس کی قسمت میں کیسی بیش بہا نعمت و دولت اللہ نے لکھی ہے۔ اس کو اللہ نے ایک لڑکا عطا کیا۔ مگر کیسا لڑکا؟ وہ جو حضرت داؤد کہلائے۔ اور نبوت اور سلطنت دونوں حیثیتوں کے جامع ہوئے۔

حضرت شموئیلؑ

جس زمانے میں عالی بنی اسرائیل کا قاضی تھا۔ کوہستان افرائیم میں ایک نیک مرد القنا اور اس کی بیوی حنہ رہتے تھے۔ حنہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس سے وہ بہت غمگین رہتی تھی۔ شہر سیلو میں اُن دنوں خداوند کا ہیکل تھا۔ یہ ایک روز وہاں آئی۔ اور بہت رو رو کر خدا کی جناب میں یوں دُعا کی۔ اے خداوند اے بے شمار خلقت کے مالک اگر تو اپنی خدائی کا صدقہ مجھے ایک جیتا جاگتا بیٹا

عنایت کرے۔ تو میں اسے تیرے نام پر نذر کروں گی۔ خدا تعالےٰ نے اس کی دُعا سن لی۔ اور اسے ۱۱۲۹ق م میں ایک بیٹا عنایت کیا جس کا نام شموئیل رکھا گیا۔ جس کے معنی ہیں "سن لیا اللہ نے"۔ جب یہ بچہ تین سال کا ہوا۔ تو اس کی ماں اسے شیلو کے ہیکل میں عالی کے پاس لائی۔ اور جس طرح منّت مانی تھی۔ اسے اللہ کے نام نذر چڑھایا۔ تب سے یہ بچہ ہیکل میں ہی پرورش پاتا تھا۔

جب یہ بچہ جوان ہوا۔ تو ایک روز جبکہ وہ اور عالی دونو ہیکل میں سوئے ہوئے تھے۔ حضرت جبرئیل نے آواز دی شموئیل شموئیل۔ شموئیل یہ سمجھ کر کہ شاید عالی نے بُلایا ہے۔ عالی کے پاس گئے۔ مگر انہوں نے کہا۔ میں نے تمہیں نہیں بلایا ہے۔ وہ جا کر لیٹ گئے۔ مگر ان کے ساتھ تین دفعہ اسی طرح ہوا۔ تب عالی نے سمجھ لیا۔ کہ یہ فرشتے کی آواز ہے۔ اس نے شموئیل سے کہا۔ کہ یہ فرشتہ ہے۔ اور اگر وہ اب کے پھر آواز دے۔ تو تم سنو وہ کیا کہتا ہے۔ شموئیل نے کہا اچھا۔

اگلے دن شموئیل نے بتایا۔ کہ خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ عالی کے دونو بیٹے بہت بدکردار ہیں۔ میں ان کو سزا دوں گا۔ اور ان کے باپ کو بھی سزا دوں گا۔ کیونکہ اس نے ان کو تنبیہ نہیں کی۔

تھوڑے عرصے کے بعد بنی اسرائیل اور فلسطینوں کے درمیان لڑائی ہو گئی۔ جس میں تیس ہزار بنی اسرائیل قتل ہوئے۔ عالی کے بیٹے بھی انہیں میں تھے۔ بنی اسرائیل تابوت سکینہ بھی لڑائی میں لے گئے تھے۔ فلسطینیوں نے وہ بھی چھین لیا۔ جب عالی نے یہ خبر سنی۔ تو اسے اسی قدر صدمہ پہنچا۔ کہ وہ مارے غم کے کُرسی پر سے نیچے آ پڑا۔ اور گرتے ہی اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ فوراً مر گیا۔ اور خدا کا

سزا کا وعدہ پورا ہوا +

فلسطینی تابوت کو اپنے دیوتا داجون کے مندر میں لے گئے۔ لیکن تابوت کی بے ادبی کرنے کی وجہ سے خدا تعالٰے نے فلسطینیوں پر بہت مصیبتیں ڈالیں۔ ان کا دیوتا سرنگون ہو کر گر پڑا۔ ان کے کھیتوں کو چوہوں نے کھا لیا۔ ان کی بستیوں میں وبا پھیل گئی۔ غرض فلسطینیوں پر اتنی بلائیں آئیں۔ کہ انہوں نے ہار جھک مار کر تابوت بنی اسرائیل کے پاس واپس بھیج دیا +

عالی اور اُس کے بیٹوں کے مرجانے کے بعد شموئیل بنی اسرائیل کے قاضی ہو گئے + انہوں نے سب لوگوں کو جمع کیا۔ اور اُن کو اُن کی بدکرداریوں سے آگاہ کیا۔ اور کہا۔ کہ اگر تم خدا تعالٰے کے آگے توبہ کرو۔ اور آئندہ اپنی زندگی سُدھارو۔ تو وہ تمہارے قصور معاف فرمائے گا۔ اور فلسطینیوں کے عذاب سے تمہیں نجات دے گا + لوگوں نے اُن کی نصیحت کو گوش دل سے سنا۔ اللہ تعالٰے کے آگے توبہ کی۔ اور روزہ رکھا۔ اور بتوں کو اپنے گھروں سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ تب خدا تعالٰی نے انہیں فلسطینیوں پر فتح دی۔ اور مدتوں تک بنی اسرائیل امن چین میں رہے ؞

طالوت بادشاہ

جب شموئیل نبی بوڑھے ہو گئے۔ تو اُنہوں نے اپنے بیٹوں کو بنی اسرائیل پر قاضی مقرر کر دیا۔ مگر اس کے بیٹے اللہ کی راہ پر نہیں چلتے تھے۔ اس لئے لوگوں نے حضرت شموئیل سے کہا۔ کہ آپ ہم پر ایک بادشاہ مقرر کر دیں + اُنہوں نے بنیامین کی اولاد میں سے ایک شخص کو جو اپنی تمام قوم میں ایک سجیلا جوان اور قدآور تنومند مرد

تھا۔ اس کام کے لئے پسند کیا۔ اس کا نام طالوت تھا۔ شموئیل نے ۱۰۹۵ء میں اس پر بادشاہ بنانے کی رسم ادا کی۔ چنانچہ ان کی دعا سے خدا کا فضل ان کے شامل حال ہوا۔ اور انہیں اپنے دشمنوں پر پوری فتح حاصل ہوئی۔ لیکن ان سے ایک بڑی غلطی ہوئی۔ خدا تعالےٰ نے انہیں حکم دیا تھا۔ کہ عمالقہ کو قتل کرے۔ اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے۔ مگر وہ اپنی فتح کے گھمنڈ اور خوشی کے نشے میں ان کے سب سے اچھے گلوں کو چھوڑ گئے۔ اور لڑائی سے واپس آکر اپنی فتح کی خوشی منانے کے لئے خوبصورت محراب دار دروازے بنائے۔ اس غلطی کی وجہ سے ان سے تخت جاتا رہا۔ اور ان کے بیٹے بھی اس سے محروم کئے گئے۔

حضرت داؤد علیہ السّلام

خدا کے حکم سے شموئیل نبی بیت اللحم میں یسی کے مکان کو گئے۔ جب وہ وہاں پہنچے۔ تو یسی کا سب سے چھوٹا لڑکا داؤد گھر پر نہ تھا۔ وہ اپنے باپ کا گلّہ لے کر جنگل کو گیا ہوا تھا۔ حضرت شموئیل نے داؤد کو بلوا بھیجا۔ اور زیتون کی کپّی لے کر اُن کے سر پر تیل کا مسح کیا۔ جس کا اثر یہ ہوا۔ کہ روح پاک طالوت سے جدا ہو گئی۔ اور حضرت داؤد پر آگئی۔ طالوت بادشاہ اب اُداس رہنے لگا۔ اور اُسے مالیخولیا سا ہو گیا۔ ایسے موقعوں پر داؤد آتے اور بادشاہ کے غمزدہ دل کو اپنے سرود کے نغمات شیریں سے خوش کرتے۔ جس سے طالوت تسکین پاتا۔ اس طرح حضرت داؤد کی رسائی بادشاہ تک ہو گئی۔ رفتہ رفتہ طالوت نے اُن کو زرہ بردار بنا لیا۔ مگر اسے ابھی تک یہ خبر نہ ہوئی۔ کہ شموئیل نبی نے انہیں بادشاہ بنانے کی رسم مسح ادا کر دی ہے۔

انہیں دنوں بنی اسرائیل اور فلسطینیوں میں لڑائی چھوٹ پڑی۔ ایک پہاڑی پر ان کا لشکر تھا۔ اور سامنے دوسری پر اُن کا۔ درمیان میں ایک وادی تھی۔ فلسطینیوں کے لشکر سے ایک دیوہیکل جوان جالوت نام نکل کر آیا۔ وہ بڑا قدآور تھا۔ اُس کا قد چھ ہاتھ اور ایک بالشت تھا۔ اس نے سر پر آہنی خود پہن رکھا تھا اور بڑی بھاری زرہ بکتر لگا رکھی تھی +

جالوت نے نکل کر للکارا۔ کہ کوئی میرے جوڑ کا ہے۔ تو سامنے آوے + چالیس روز تک برابر ہر روز جالوت نکلتا اور نعرہ لگا کر چلا جاتا۔ کسی میں اتنی ہمت نہ تھی۔ کہ اس کے سامنے آتا + طالوت اس حالت سے بہت شرمندہ اور بنی اسرائیل خوف زدہ ہو رہے تھے + حضرت داؤد نے بھی یہ تمام قصّہ اور جالوت کی شیخی کی باتیں سُنیں۔ اُن کا تو خون اُبلنے لگا + وہ طالوت کے پاس آکر بولے۔ کہ اس فلسطینی دیو سے میں لڑوں گا + پہلے تو طالوت نے انہیں بھیجنا پسند نہ کیا لیکن حضرت داؤد کے بار بار اصرار سے مان گیا + چنانچہ اس نے خود انہیں اپنی شاہی زرہ بکتر پہنائی۔ مگر انہیں اس کے پہننے کی عادت نہ تھی۔ انہوں نے بار سمجھ کر اُتار پھینکی + انہوں نے راستے میں سے صرف پانچ صاف چکنے سے پتّھر اُٹھا لئے۔ اور اپنا گوپیا لے کر جالوت کی طرف بڑھے + جالوت نے اُنہیں یوں آتا دیکھ کر بہت حقیر جانا۔ اور بولا کہ کیا اس نے مجھے کُتّا سمجھا ہے۔ کہ مارنے کے لئے پتھر لیکر آرہا ہے؟ مگر حضرت داؤد اس سے ذرا بھی نہ ڈرے۔ حفاظت خداوندی ان کی مددگار تھی۔ اور توفیق الٰہی شامل حال + اب دونوں جوان آمنے سامنے آئے + حضرت داؤد نے ایک پتّھر چھانٹ کر اپنے گوپیئے میں رکھا۔ اور اسے پھرا کر ایسا

نشانہ لگایا۔ کہ وہ پتھر جالوت کی پیشانی پر لگا۔ اور وہ بھنّا کر دھڑام سے اوندھے مُنہ زمین پر گرا۔ حضرت داؤد جھٹ لپکے۔ اور تلوار میان سے کھینچ کر اس کافر کا سر تن سے جُدا کیا۔

جب فلسطینیوں نے دیکھا۔ کہ ان کا بہادر سردار مار اگیا۔ ان کا دل چھوٹ گیا۔ اور وہ گھبرا کر بھاگ نکلے۔ بنی اسرائیل نے فتح کے نعروں سے ان کا تعاقب کیا۔ اور بہت سامال غنیمت لُوٹ لائے۔

حضرت داؤد۔ یوناتن اور طالُوت

جب طالوت بادشاہ کا لشکر فلسطینیوں پر فتح پا کر خوشی کے شادیانے بجاتا دارالخلافہ کو واپس آیا۔ تو آس پاس کے شہروں سے بنی اسرائیل کی عورتیں خوشی کا نظارہ دیکھنے آئیں۔ انہوں نے ایک گیت گایا۔ جس میں یہ فقرہ تھا۔ کہ طالوت نے ہزاروں کا کھیت کیا۔ پر واہ رے داؤد تو نے دس ہزار کا کیا۔ طالُوت نے جب یہ گیت سُنا۔ تو اسے بہت غصہ آیا۔ ایک روز اس نے مارے حسد کے یہ چاہا۔ کہ اپنے نیزے سے داؤد کا کام تمام کرے۔ مگر انہیں اللہ نے بال بال بچالیا۔

اس کے بعد طالوت نے داؤد سے کہا۔ کہ مَیں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اس کا مہر یہ ہوگا۔ کہ تم فلسطینیوں کی سو کھلڑیاں لاؤ۔ طالوت نے اس خیال سے یہ تجویز کی تھی۔ کہ فلسطینی اس کا کام تمام کر دیں گے۔ مگر بہادر داؤد نے فلسطینیوں پر چڑھائی کر کے ان کے دو سَو آدمی قتل کر ڈالے۔ اور اُن کی کھالیں گن کر بادشاہ کے آگے ڈلوادیں۔ تب تو بادشاہ کو لاچار ہو کر اپنی بیٹی

کی شادی حضرت داؤد سے کرنی پڑی۔ مگر اب طالوت حضرت داؤد کا جانی دشمن بن گیا۔ اور وہ اس بات سے بہت جلتا تھا۔ کہ حضرت داؤد کی شہرت اور ہر دل عزیزی روز بروز بڑھتی جاتی ہے +

ایک عجیب بات یہ تھی۔ کہ بادشاہ کو جس قدر حضرت داؤد سے نفرت اور عداوت تھی۔ بادشاہ کے بیٹے یوناتن کو حضرت داؤد سے محبّت و الفت تھی۔ ان میں ہمیشہ کے لئے مہر و وفا کے عہد و پیمان ہوئے + موقع ملتا۔ تو شاہزادہ اپنے باپ سے حضرت داؤد کی تعریف کرتا۔ اور جو شجاعت انہوں نے فلسطینیوں کے مقابلے میں دکھائی تھی۔ اس کی داستانیں سُنا کرتا۔ بارے ان سفارشوں سے بادشاہ کا غُصّہ کچھ دھیما ہوا +

آخر حضرت داؤد نے فلسطینیوں پر چوتھی دفعہ فتح پائی۔ اس سے بد باطن بادشاہ کے دل میں حسد کا شعلہ از سرِ نو بھڑک اُٹھا۔ اور وہ پھر ان کے قتل پر کمر بستہ ہوا۔ مگر اللہ ان کا حافظ و ناصر تھا۔ وہ پھر بچ گئے + شہزادے نے پھر سفارش کی۔ مگر اس دفعہ بادشاہ کا غصّہ اس قدر حد سے زیادہ بڑھا۔ کہ وہ خود اپنے بیٹے کے قتل پر بھی آمادہ ہو گیا + شہزادے نے یہ حالت دیکھ کر اپنے دوست کو سب حال سے آگاہ کیا۔ اور یہ صلاح دی۔ کہ خیر اسی میں ہے۔ کہ اب تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔ چنانچہ اشکبار ہو کر اپنے دوست کو رخصت کیا۔ اور کہا۔ کہ ہم میں جو عہد مہر و محبت ہوا ہے۔ اسے بھول نہ جانا۔ یاد رکھنا ہمیں تم بھول نہ جانا جانی :-

حضرت داؤد کا عالی حوصلہ سلوک طالوت سے

کچھ دنوں حضرت داؤد کی زندگی سخت خطرے میں رہی۔ مگر انہیں ذرا خوف نہ

تھا۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کی مدد پر پورا بھروسہ رکھتے تھے۔ اور اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھنے والے کسی سے نہیں ڈرتے۔ ایک دن طالوت نے تین ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ داؤد کا پیچھا کیا۔ طالوت تکان سے چُور ہو رہا تھا۔ اسے جنگل میں ایک غار مل گیا۔ یہ پناہ کے لئے اس میں گھُس گیا۔ اتفاق کی بات حضرت داؤد اور اُن کے ہمراہی بھی اسی غار میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ ایک دم میں طالوت کا کچومر نکال دیتے مگر حضرت داؤد کی عالی حوصلگی سے یہ امر بہت بعید تھا۔ انہوں نے اپنے آدمیوں کو روکا۔ صرف اتنی بات پر بس کی۔ کہ طالوت کے عبائے شاہی کا تھوڑا سا کنارہ کاٹ لیا۔

اسی طرح ایک اَور دفعہ طالوت نے صحرائے ہجبلہ میں داؤد کا تعاقب کیا۔ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ رات کا سنسان وقت تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ طالوت اور اس کا سپہ سالار اور ہمراہی اپنے لشکر میں مدہوش سوئے پڑے تھے۔ پہرہ داروں کی بھی آنکھ لگ گئی۔ حضرت داؤد ان کے خیمے میں اچانک جا گھُسے۔ ان کے ایک رفیق کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ طالوت کے سینے میں بھونک دے لیکن حضرت داؤد نے روکا۔ کہ خبردار! مگر داؤد نے بادشاہ کے سرہانے سے ہتھیار اُٹھائے اور باہر جاکر انہوں نے شور مچایا۔ تو طالوت جاگ اُٹھا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ داؤد اس کے سب ہتھیار اُٹھا لے گئے۔ جب اُسے معلوم ہوا۔ کہ میری جان بالکل داؤد کے ہاتھ میں ہے۔ اور انہوں نے کس مردانگی سے دوبارہ اس کی جان بخشی کی۔ تب وہ اپنی ناشائستہ حرکات پر بہت نادم ہوا۔ اور اپنی فوج لے کر سخت شرمندگی کے ساتھ واپس گیا۔

اب آخری دفعہ فلسطینیوں اور بنی اسرائیل میں پھر جنگ چھڑی۔ اور طالوت

بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ مقابلے کو نکلا۔ مگر مقابلہ ہوتے ہی اسے ایسا زخم کاری آیا۔ کہ جان بر ہونے کی امید نہ رہی۔ اور اس خوف سے کہ مَیں دُشمن کے ہاتھ نہ پڑوں۔ اپنے ہاتھ سے اپنا کام تمام کر کے دنیا سے رُخصت ہوا۔ اور اس کا بیٹا بھی اسی لڑائی میں مقتول ہوا۔ بادشاہ کی اس حرام موت سے حضرت داؤد نے اپنے جانی دشمن سے ہمیشہ کے لئے نجات پائی۔ مگر ان نیک دل نبی نے ذرا بھی کسی خوشی کا اظہار نہ کیا۔ وہ بادشاہ کی صرف نیکیوں اور خوبیوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور بُری باتوں کا کچھ اشارہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ جب حضرت داؤد کو اپنے دوست کے مارے جانے کی خبر ملی۔ تو وہ اس کے غم میں پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ اور اسے بھائی کہہ کر یاد کرتے تھے۔ اور اس کی اور اپنی محبت کی مثال میں یہ کہا کرتے تھے کہ ہم دونو میں ایسی محبت تھی جیسی ماں کو بچے سے ہوا کرتی ہے۔

حضرت داؤد بادشاہ ہو گئے

بادشاہ اور شہزادے کی موت سے حضرت داؤد کے لئے تخت شاہی کا راستہ صاف ہو گیا۔ اور ۲۹۶۸ء میں وہ بلا روک ٹوک بنی اسرائیل کے بادشاہ قرار پائے۔ انہوں نے یروشلم کو اپنا مسکن قرار دیا۔ اور افواج کی کثرت اور فتوحات کی شہرت سے تمام اقوام میں عزت و ناموری حاصل کی۔ ان کے بارہ سردار لشکر تھے۔ ہر ایک کے ماتحت چوبیس ہزار فوج تھی۔ اور سب کا میر لشکر ابنیر تھا۔

حضرت داؤد کو بادشاہ ہو کر بہت سی لڑائیاں پیش آئیں۔ اور انہوں نے یکے بعد دیگرے اقوام فلسطین سے مواب۔ شام۔ جمر اور عمونیوں کو تسخیر کیا۔ آپ کی

فتوحات سے یروشلم میں بہت زر و جواہر اور مال غنیمت آیا۔ اور اپنی سلطنت کی حدود کو مصر سے دریا سے فرات تک بڑھایا ۔ کیا بلحاظ خوبی قوانین۔ اور کیا بلحاظ تسخیر ممالک حضرت داؤد کا عہد بنی اسرائیل کی تاریخ میں نہایت شان دار تھا ۔

حضرت داؤد نے انصاف گستری کے لئے عدالتیں قائم کرنے کی طرف بہت توجہ کی۔ بڑے ہوشمند لوگوں کو اپنا مشیر مقرر کیا۔ اور دیانت دار لوگوں کو حاکم بنایا خزانہ اور اراضی شاہی پر بڑے متدیّن لوگ تعینات کیے۔ اور تمام سلطنت کا بہت اچھا انتظام کیا ۔

حضرت داؤد کے کاموں میں سب سے بڑی بات وحدانیت باری تعالےٰ کی تلقین و ہدایت کا کام تھا۔ انہوں نے کوہِ صیہون پر جو یروشلم کے قریب تھا۔ حسب سنت موسوی ایک نہایت عالی شان خیمہ بنوایا۔ تاکہ تابوت سکینہ اُس میں رکھا جاوے ۔ چنانچہ جب وہ تیار ہو گیا۔ تو وہ مقدس صندوق بڑے تزک و احتشام سے وہاں پہنچایا گیا۔ اس کے جلوس میں تمام شہزادے ارغوانی لباس پہنے ہوئے ہمراہ تھے۔ اور بزرگانِ دین نہایت بیش قیمت جُبّوں میں ملبوس اور تین ہزار سپاہ مسلح جلو میں تھی۔ اور خلقت کا تو کچھ شمار نہ تھا ۔ جو لوگ تابوت کے آگے اور اس کے چاروں طرف تھے۔ وہ نفیریاں اور بربط بجا رہے تھے ۔ اور جھانج اور بگل بھی بجتے جاتے تھے ۔ حضرت داؤد خود سب بزرگانِ دین سے آگے آگے بربط نوازی کرتے جاتے تھے۔ ہر قدم پر ایک بیل اور ایک بچھڑا خداوند کے نام پاک پر ذبح ہوتا جاتا تھا ۔

اس کے بعد حضرت داؤد نے بزرگانِ دین کو چوبیس جماعتوں میں تقسیم کیا۔ ہر

جماعت باری باری عبادت الٰہی کے فرائض انجام دیتی تھی + خاندان لاوی میں سے چار سو خوش الحان لوگ منتخب کئے گئے تھے۔ جن کا فرض یہ تھا۔ کہ ہر روز اللہ تعالیٰ کی حمد گائیں۔ اور اس کے ساتھ آلاتِ موسیقی بھی کام میں لائیں +

شہزادہ بغاوت کرتا ہے

تقدیر کی بات حضرت داؤد سے دو بہت بُرے کام ہو گئے۔ ان کا ایک سردار لشکر اُریا نام تھا۔ اُس کی بیوی نہایت حسین تھی۔ اتفاق سے حضرت داؤد نے کہیں اسے دیکھ لیا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد اُریا کو لڑائی میں بھیج دیا۔ جہاں اُس بیچارے نے اپنے آقا کے نام پر جان قربان کر کے سُرخروئی حاصل کی + تب حضرت داؤد نے اس کی بیوہ سے نکاح کر لیا + ایک نیک مرد نے نڈر ہو کر حضرت داؤد کو ان کی اس غلطی پر سخت ملامت کی۔ تب داؤد نے بارگاہ الٰہی میں بہت تضرع اور ابتہال کے ساتھ اپنے قصور کی معافی مانگی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُن کی عاجزی و کمزوری معاف فرمائی۔ لیکن بطور سزا وہ چند ابتلاؤں میں ڈالے گئے +

ان میں سے سب سے سخت ترین ابتلا اپنے پیارے بیٹے کی بغاوت تھی + ابسلوم ان کا بیٹا نہایت خوب صورت نوجوان تھا۔ تمام بنی اسرائیل میں کوئی ایسا سجیلا جوان نہ تھا۔ وہ لوگوں میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ ابسلوم نے طاقت حاصل کر کے سرکشی اختیار کی + چونکہ لوگ اس سے محبت رکھتے تھے۔ بہت آدمی اس کے طرفدار بن گئے + حضرت داؤد گھبرا کر یروشلم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور برہنہ پا و برہنہ سر کوہِ زیتون کو اس پریشانی میں گئے۔ کہ تمام راستے آنکھوں سے آنسو جاری تھے + راہ میں

انہیں طالوت کے خاندان کا ایک آدمی ملا۔ خیال تھا۔ کہ اس مصیبت میں شاید کچھ ہمدردی کرے۔ لیکن اس بے درد نے ان پر پتھر پھینکے۔ اور خونی آدمی کہہ کر ان پر لعنتیں کیں + حضرت داؤد کے ایک ہمراہی نے چاہا۔ کہ اسے قتل کر ڈالے۔ مگر داؤد نے منع کیا۔ اور کہا کیا عجب ہے خدا اس کی لعنت کو میرے حق میں موجب برکت کر دے +

ابسلوم نے دریائے یردن تک اپنے باپ کا تعاقب کیا۔ مگر جب مقابلہ ہوا تو ابسلوم کو شکست ہوئی۔ اور بہت بُرا انجام ہوا۔ یعنی وہ خچر پر سوار ایک درخت کے نیچے سے گزرا جس کی شاخیں بہت نیچے جھکی ہوئی تھیں + بدنصیب جوان کے لمبے لمبے بال درخت کی شاخ میں اُلجھ گئے۔ خچر نیچے سے گزر گیا۔ اور ابسلوم اس درخت میں لٹکتا رہ گیا + جب بادشاہ کے ایک سردار لشکر کو یہ معلوم ہوا۔ تو وہ وہاں بھاگا گیا۔ اور ابسلوم کے کلیجے میں تین برچھیاں بھونک دیں۔ پھر اس کی لاش ایک گہرے غار میں دھکیل کر اس کے اوپر بہت سے پتھر ڈال دیئے +

جب حضرت داؤد کو اپنے بیٹے کی موت کی خبر پہنچی۔ تو ان کو بے انتہا صدمہ ہوا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور کہتے تھے۔ میرے بچے ابسلوم۔ کاش تیرے بدلے میں مر جاتا۔ ہائے ابسلوم۔ میرے بچے ابسلوم! اس واقعہ کے بعد داؤد یروشلم کو واپس آ گئے۔ اور بہت لوگ ان سے ملنے آئے +

حضرت داؤد کے آخری ایّام

حضرت داؤد نے تیس برس کی عمر سے ستّر برس کی عمر تک سلطنت کی۔ اوؔ اب اپنا اخیر وقت دیکھ کر انہوں نے اعیان و سرداران سلطنت و عمایدقوم کو جمع کیا۔ اور اُن سے کہا۔ کہ میرا دلی ارادہ یہ تھا۔ کہ خداوند تعالےٰ کی عبادت کے لئے بجائے خیمے کے ایک ہیکل یعنی بیت المقدّس بناؤں۔ چنانچہ اس کے لئے چاندی سونا۔ لوہا پیتل۔ لکڑی پتھر سب سامان جمع کیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے مجھ ظالم گنہگار کے ہاتھ سے جس نے اس قدر خوں ریزیاں کیں۔ اِس مقدس کام کروانا پسند نہ فرمایا۔ انشاء اللہ میرا بیٹا سلیمان میرے بعد اس نیک کام کو انجام تک پہنچائے گا۔ چنانچہ حضرت داؤد نے اپنے بیٹے کو ہیکل کی تعمیر کے باب میں ذرا ذرا سی بات کی ہدایات دیں۔ اور سمجھایا۔ کہ اس کام کو بہت ضروری جاننا۔ کیونکہ یہ آدمی کے رہنے کا گھر نہیں ہے۔ بلکہ بیت اللہ یعنی خدائے پاک کا گھر ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے سلیمان کو نیکی اور خدا پرستی کے طریق پر استقامت رکھنے کی تاکید فرمائی۔ پھر سنہ ۳۰۰۰ آفرینش میں آپ کا انتقال ہوگیا اور کوہ صیہون پر آپ مدفون ہوئے۔

حضرت داؤد کو منجملہ اَور اوصاف کے اللہ تعالےٰ نے ایسی خوش آوازی عنایت فرمائی تھی۔ کہ جس وقت وہ کلام الٰہی کی تلاوت کرتے تھے۔ تو وحوش وطیور تک پر بھی اس کا اثر ہوتا تھا۔ اور آپ زرہ بنانے کا کام بھی جانتے تھے۔ اور باوجود ثروت سلطنت کے کہ بحر و بر کے مالک تھے اسی کام کی اُجرت سے اپنا

گزارہ کرتے تھے ÷

جس طرح حضرت موسےٰ نے وحی الٰہی کی مدد سے توریت لکھی۔ اسی طرح حضرت داؤدؑ نے اُسی وحی خداوندی کے چشمے سے فیضیاب ہو کر کتاب زبور لکھی۔ یہ کتاب نہایت دلگداز اور مؤثر دعاؤں اور مناجاتوں کا مجموعہ ہے۔ جس کے پڑھنے سے حلاوت ایمان اور رقّت قلب حاصل ہوتی ہے ÷

حضرت سلیمان علیہ السّلام

(۳۰۰۸ - ۳۰۴۸) آفرینش

داؤدؑ کے بعد ان کے بیٹے سلیمان تخت نشین ہوئے۔ انہیں بھی باپ کی طرح سلطنت اور نبوت دونو چیزیں حاصل تھیں ÷ خدا نے انہیں اس قدر وسیع سلطنت اور اتنا اقتدار عطا فرمایا تھا۔ کہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوا ہو ÷ انسان تو جبر۔ محکوم تھے ہی۔ چرند۔ پرند اور تمام جانور یہاں تک کہ ہوا تک کو اُن کا فرمانبردار کیا۔ اسی سبب سے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ آسانی چلے جاتے تھے ÷ لکھا ہے۔ کہ حضرت سلیمان کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس میں خداوند کریم نے یہ طاقت یا معجزہ رکھا تھا۔ کہ اس کے پہننے سے تمام جن اور پریاں اور تمام کائنات کے وحوش و طیور فرمانبردار ہو گئے ÷

بیت المقدس تعمیر کرنے کی تجویز حضرت داؤدؑ کی تھی۔ لیکن اس تجویز کو عمل میں لانے والے حضرت سلیمانؑ تھے۔ آپ نے دوسرے ملکوں سے سنگتراش اور بڑے اعلےٰ درجہ کے صنّاع بلائے۔ اور بڑی عالی شان عمارت بنوائی جس کی

چھت اور دیواروں پر صنوبر کے تختے جڑے گئے۔ اور انہیں آبدار کُندن سے منڈھا تھا۔ اور اُن پر کھجور کے درختوں اور کرّوبی فرشتوں کی تصویریں کندہ تھیں۔ انھوں نے سبز سفید اور زرد پتھروں سے بیت المقدس کی مسجد کی چاردیواری بنائی۔ اور مسجد کی چھت میں چاندی۔ سونا۔ موتی۔ لعل۔ ہیرے۔ یاقوت۔ فیروزے۔ اور اَور طرح طرح کے بیش قیمت جواہرات جڑوائے۔ جن کی چمک سے وہ عبادتخانہ رات میں بھی دن کی طرح روشن اور منوّر رہتا تھا +

حضرت سلیمان کا تخت بھی عجائباتِ عالم میں سے تھا۔ رُوئے زمین پر ایسا تخت کہیں نہ تھا + یہ تمام نہایت خوشنما ہاتھی دانت کا بنا ہوا تھا۔ اس پر خالص کندن سے کام کر کے اسے زرنگار بنایا تھا۔ اس کی تکیہ گاہ اور سامنے کی رو کار گول تھیں۔ دائیں بائیں دونو طرف سہارے کے لئے دو بازو تھے۔ اور دونو طرف ان کے برابر برابر شیر ببر بنا کر کھڑے کئے تھے + اس تخت پر چھ سیڑھیاں چڑھ کر پہنچتے تھے۔ اور ان سیڑھیوں کے دونو طرف چھ چھ شیر کھڑے تھے۔ غرض اس کی صنعت و حکمت دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈالتی تھی +

حضرت سلیمان اپنے نعمت خانے سے کچھ نہ کھاتے تھے۔ خدا کے حکم سے زنبیلیں سیتے تھے۔ اور انہیں بیچ کر اپنے ہاتھ سے جَو کا آٹا پیس کر روٹی پکا کے ہر شام بیت المقدس میں جاتے۔ اور روزہ دار غریب درویشوں کو ساتھ بٹھا کر کھاتے۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے۔ کہ تُو نے مجھے ایسا بنایا۔ کہ بادشاہوں میں بادشاہ ہوں۔ درویشوں میں درویش ہوں اور پیغمبروں میں پیغمبر +

ایک دن حضرت سلیمان کا تخت ایسی جگہ زمین پر اُترا۔ جہاں چیونٹیوں

کی بستی تھی۔ ایک چیونٹی نے کہا۔ کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ۔ کہ سلیمان کا لشکر آتا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ اس کے لشکر کے گھوڑے تم کو کچل ڈالیں۔ سلیمان نے اس سے پُوچھا۔ کہ تم کون ہو۔ اور کیا کہتی ہو؟ اس چیونٹی نے کہا۔ کہ مَیں چیونٹیوں کی ملکہ ہوں۔ اور مَیں چاہتی ہوں۔ کہ میری رعیت آرام سے رہے۔ ان کی غمخواری مجھ پر واجب ہے۔ اس لئے میں نے ان کو کہہ دیا۔ کہ حضرت سلیمان کا لشکر آتا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تم بے خبری میں کُچلی جاؤ۔ اس کے بعد اس چیونٹی نے حضرت سلیمان سے مختلف نصیحت کی باتیں کہیں۔ کہ اپنی رعیت کی نگہبانی کرو۔ عدل و انصاف سے کام لو۔ آپ کو خدا نے نبوّت اور سلطنت دی ہے۔ اس کا شکر بجا لاؤ۔ سلیمان اس کی ان باتوں سے بہت خوش ہوئے اور جب انھوں نے وہاں سے جانا چاہا۔ تو چیونٹی نے بڑی عاجزی سے عرض کی کہ حضرت اپنے لشکر سمیت آج یہیں کھانا کھائیں۔ سلیمان نے ازراہ غریب نوازی منظور کیا۔ چیونٹی بچاری کی کیا بساط؟ ایک ران ٹڈّی کی لاکر سامنے رکھ دی۔ سلیمان مُسکرائے۔ مگر اللہ غریبوں کے مال میں برکت دیتا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ حضرت سلیمان اور اُن کا لشکر اسی ٹڈّی کی ران سے سیر ہوگیا۔

ایک دن فوج کا جائزہ لیتے ہوئے سلیمان نے ہُدہُد کو نہ پایا۔ غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ اتنے میں ہُدہُد بھی آپہنچا۔ اور اس نے عرض کیا۔ کہ مَیں شہر سبا سے آرہا ہوں۔ مَیں نے وہاں کی ملکہ کو دیکھا۔ جس کا نام بلقیس ہے۔ اس کا تخت لعل و جواہر کا ہے۔ وہ اپنے ملک پر بہت دانائی سے حکومت کرتی ہے۔ لیکن اس کا دین درست نہیں۔ وہ سُورج کی پوجا کرتی ہے۔ اور اُس کی

قوم بھی آفتاب پرست ہے۔ اس نے ابھی تک نکاح بھی نہیں کیا +

حضرت سلیمان نے فرمایا۔ کہ مَیں تمہارے اس بیان کی تصدیق کرانا چاہتا ہوں۔ لو۔ مَیں یہ خط لکھتا ہوں۔ تم فوراً جاؤ۔ اور یہ خط اس کو پہنچاؤ۔ اور اس کا جواب لاؤ + یہ کہ کر آپ نے خط لکھا۔ اور لفافے میں بند کیا۔ اور اس پر مُہر لگا کر ہُدہُد کے حوالے کیا + ہُدہُد خط لے کر بلقیس کے شہر میں پہنچا۔ بلقیس نے خط لیکر بڑے شوق سے کھولا۔ اور پڑھا۔ اور جب اُسے سلیمان کی سلطنت اور نبوّت کا حال معلوم ہوا۔ تو اس نے اُن سے رابطۂ اتحاد پیدا کرنا چاہا۔ چنانچہ گراں بہا تحایف اپنے ایلچیوں کے ہاتھ آپ کی خدمت میں بھیجے + جب ملکۂ سبا کے ایلچی حضرت سلیمان کے پایۂ تخت میں پہنچے۔ تو وہاں کی شان و شوکت کے آگے اپنی ملکہ کی سلطنت انہیں ہیچ نظر آئی +

حضرت سلیمان کے پاس بلقیس کے تحایف پہنچے۔ تو جواب میں انھوں نے بھی نہایت نادر اور قیمتی چیزیں ملکۂ بلقیس کو بھیجیں۔ جنہیں دیکھ کر ملکہ نہایت خوش ہوئی۔ اور اس نے ارادہ کیا۔ کہ مَیں خود حضرت سلیمان کے پاس جاؤں۔ چنانچہ سفر کا پورا پورا انتظام کر کے سات سَو کنیزوں کا ایک لشکرِ عظیم بنایا۔ تا کہ اپنے ہمراہ لے جاکر اپنی شوکت کا اظہار کرے +

خبر دینے والوں نے سلیمان کو خبر پہنچائی۔ کہ ملکۂ سبا بلقیس حضرت کے دیدار کے لئے حاضر ہوتی ہے۔ حضرت سلیمان نے اس کی عقل کا امتحان کرنا چاہا۔ انہوں نے اپنی تخت گاہ کے سامنے ایک حوض بنوایا۔ جس میں شفاف پانی بھرا۔ مچھلیاں اور مرغابیاں بنا کر اس میں چھوڑیں۔ اور اس کی سطح کے اوپر ایک مضبوط فرش

شیشے کا ایسا عمدہ اور صاف بنوایا۔ کہ باہر سے پانی ہی نظر آتا تھا۔ شیشے کا فرش معلوم نہ ہوتا تھا +

تھوڑے دنوں میں دار الخلافے میں بلقیس کی آمد کی دھوم دھام ہوئی۔ حضرت سلیمان کے اُمرا و وُزرا نے استقبال کیا۔ اور اسے حضرت سلیمان کے ایوان خاص کی طرف لے چلے۔ جب وہ تخت گاہ کے سامنے آئی۔ اس کی نظر حوض پر پڑی وہ سمجھی کہ یہاں پانی ہے۔ اُس نے اپنے پائنچے اُٹھائے۔ کہ پانی میں چلے۔ سلیمان نے اسے پُکار کر کہا۔ کہ یہ شیشے کا فرش ہے۔ پانی نہیں۔ بلقیس اس طرح دھوکا کھانے پر سخت شرمندہ ہوئی۔ حضرت سلیمان نے اسے نہایت عزت و تکریم سے بٹھایا۔ حضرت سلیمان کے کاریگروں نے بلقیس کو ایک اَور دھوکا دینا چاہا۔ وہ اس کے ڈیرے سے اس کا تخت اُٹھا لائے۔ اور اس میں ایسا ردوبدل کر دیا۔ کہ بالکل اَور ہی قسم کا تخت بن گیا۔ کوئی نہیں کہ سکتا تھا۔ کہ یہ وہ تخت ہے۔ مگر بلقیس دیکھتے ہی بول اُٹھی۔ کہ یہ تو میرا ہی تخت ہے۔ یہ یہاں کس طرح آ گیا +

غرض عقل و دانشمندی کی اس قسم کی آزمایشوں کے بعد حضرت سلیمان ملکۂ بلقیس کو اپنے نکاح میں لائے۔ بلقیس آپ کے معجزات دیکھ کر ایمان لا ہی چکی تھی۔ اب نبی کی بیوی ہونے کا شرف حاصل ہوا + وہ سلیمان کو اس قدر عزیز ہوئی۔ کہ انہوں نے اپنی سات سو بیویوں پر اُسے شرف دیا۔ اور ایک علیٰحدہ مکان عالی شان اس کے رہنے کے لئے بنوایا +

حضرت سلیمان کی انگوٹھی کا قصّہ

سلیمان کا قاعدہ تھا۔ کہ جب قضائے حاجت کو جاتے۔ اپنی انگوٹھی اُتار کر ایک لونڈی کو دے جاتے۔ کہ بے ادبی نہ ہو۔ ایک دن مرضیٔ الٰہی سے کیا ہوا۔ کہ ادھر سلیمان نے انگوٹھی اُتار کر لونڈی کو دی۔ اور خود قضائے حاجت کو گئے۔ اُدھر ایک جن صخرہ نامی لونڈی کے پاس سلیمان کی شکل بن کر آیا۔ اور اس سے انگوٹھی مانگی۔ اس نے بلا چون وچرا حوالے کر دی۔ وہ نافرمان لے کر چل دیا۔ اور حضرت سلیمان کے تخت پر بیٹھ کر اُن کی جگہ حکومت کرنے لگا۔

ادھر حضرت سلیمان نے آکر اس لونڈی سے انگوٹھی مانگی۔ اُس نے کہا۔ جہاں پناہ۔ مَیں تو جناب کو انگوٹھی دے چکی ہوں۔ حضرت نہایت حیران ہوئے ان کا ماتھا ٹھنکا۔ کہ ضرور کسی دیو کی کارستانی ہے۔ جب سلیمان اپنے تخت کے قریب آئے۔ تو دیکھا۔ کہ دربار بدستور لگا ہوا ہے۔ سب اہلکار۔ جن۔ پریاں۔ جانور اپنی اپنی خدمت پر مامور ہیں۔ اور صخرہ دیو انگوٹھی پہنے تخت پر بیٹھا ہے اور حکم کر رہا ہے۔ سلیمان نے آگے بڑھ کر اہلِ دربار سے کہا۔ کہ سلیمان بن داؤد مَیں ہوں۔ کسی نے نہ مانا۔ اور چوبداروں نے دیوانہ سمجھ کر انہیں باہر نکال دیا۔

حضرت سلیمان نہایت پریشان ہو کر نکلے۔ اور بیت المقدس میں جا کر تین دن سجدے میں پڑے روتے رہے۔ اس کے بعد بھوک کی شدت ہوئی۔ آپ شہر میں نوکری کی تلاش میں پھرے۔ کہیں نہ ملی۔ پھر ایک ماہی گیر کے پاس گئے۔

اس نے دو مچھلیاں روزانہ دینے پر انہیں نوکر رکھ لیا + اسی طرح چالیس دن سلیمان نے گزارے۔ مچھلیاں پکڑتے۔ دو مچھلیاں مل جائیں۔ اُن کو تل کے کھا لیتے۔ اور خدا کی عبادت بجا لاکر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے +

آصف بن برخیا وزیر اعظم نے صخرہ کے طور و طریق سے معلوم کیا۔ کہ یہ سلیمان نہیں۔ یہ ضرور کوئی دیو ہے۔ اس کی بیخ کنی کس طرح کی جائے۔ اور حضرت کا بھی پتہ نہیں۔ کہ کہاں ہیں + یہ سوچ کر اس نے چند توریت خوانوں کو بلا کر تخت گاہ کے پاس بٹھایا۔ اور حکم دیا۔ کہ توریت پڑھنا شروع کرو + جب وہ توریت پڑھنے لگے۔ تو صخرہ دیو کلام الٰہی سُن کر تخت پر نہ ٹھیر سکا۔ وہاں سے بھاگا۔ اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی دریا میں پھینک کر چلا گیا +

سلیمان ایک دن مچھلی پکڑنے گئے۔ تو انہیں دو مچھلیاں مزدوری کی ملیں۔ اُنہوں نے صاف کرنے کو ایک مچھلی کا پیٹ چاک کیا۔ تو اس میں سے وہ انگوٹھی نکل آئی + جب صخرہ اسے دریا میں پھینک گیا تھا۔ تو ایک مچھلی اُسے نگل گئی تھی۔ خدا کے فضل سے اب وہی مچھلی حضرت سلیمان کے حصے میں آئی + یہ دیکھ کر حضرت سلیمان کی آنکھیں کُھل گئیں۔ اور سجدۂ شکر بجا لائے + انگوٹھی پہن لی۔ پھر از سرِ نو اقتدار حاصل ہوا۔ مُرغان ہوا آکر سر پر سایہ افگن ہوئے۔ تخت اُڑا۔ اور محل میں پہنچے۔ خوشیاں منائی گئیں + اصل میں یہ مصیبت آپ پر اس وجہ سے آئی تھی۔ کہ آپ کی بیوی اپنے باپ کی مورت کو پوجتی تھی۔ اس کے افعال کے باعث ان پر یہ وبال آیا۔ آپ نے اس مشرک عورت کو قتل کر دیا۔ اور اُس کی مورتی وغیرہ سب کو توڑ پھوڑ کر فنا کر دیا +

حضرت سلیمان کے فہم و فراست کی بہت سی حکائتیں مشہور ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے :۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ سلیمان کے پاس دو عورتیں آئیں۔ ایک عورت نے فریاد کی۔ حضور! ہم دونو ایک ہی مکان میں رہتی ہیں۔ اتفاقاً ہم دونو کے ایک ہی رات بچے پیدا ہوئے تھے۔ چند روز بعد اس عورت کا بچہ مرگیا۔ رات کا وقت تھا۔ میں سوئی ہوئی تھی۔ اس نے جیتا جاگتا بچہ میری چار پائی پر سے اُٹھا لیا۔ اور مُردہ بچہ میرے ساتھ لٹا دیا۔ صبح کے وقت جب میں اُٹھی۔ میں نے بہت غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ یہ میرا بیٹا نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ وہ زندہ بچہ میرا ہے۔ اور مُردہ تیرا۔ اس نے مجھے ہزار ہزار بے نُقط سنائیں۔ کہ بچہ تو مرگیا ہے اپنا۔ اور دوسروں کے بچوں کی نسبت خواہ مخواہ بُرے لفظ مُنہ سے نکالتی ہے۔ میں اس لئے دربار میں حاضر ہوئی ہوں۔ کہ حضور داد رسی فرمائیں۔ اور مجھ مظلوم کا انصاف کریں۔

سلیمان نے غور کیا۔ اور سوچنے کے بعد حکم دیا۔ کہ اس زندہ بچے کو بیچ میں سے چیر کر برابر دو ٹکڑے کر دو۔ ایک حصّہ ایک عورت لے جائے۔ اور دوسرا دوسری کو دے دیا جائے۔

اس حکم کے سُننے سے دربار میں سنّاٹا چھا گیا۔ امیر وزیر حیران تھے۔ کہ یہ کیا انصاف ہے۔ اتنے میں وہ عورت جس کا بچہ تھا۔ چلّا اُٹھی۔ حضور! اسے قتل نہ کیجیے۔ اور اسی عورت کو دے دیجیے۔ میں اس کی دعویدار نہیں ہوں۔

یہ سُن کر سلیمان نے بچہ لے کر اس عورت کے حوالے کیا۔ جو چلّائی تھی۔

اور کہا۔ کہ بچہ تیرا ہے۔ تو اسے لے جا۔ اگر تیرا نہ ہوتا۔ تو تو اس کے قتل ہونے کے حکم پر اس درد سے نہ چلاتی +

اسی طرح ایک دفعہ دو شخص آپس میں جھگڑتے ہوئے آپ کے والد ماجد یعنی حضرت داؤدؑ کی خدمت میں آئے + ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ اس شخص کی بکریوں نے میرا تمام کھیت چر لیا + بکری والے کے پاس سوائے بکریوں کے اَور کچھ نہ تھا جس سے کھیت کا نقصان پورا کرتا۔ اور کھیت کا نقصان بکریوں کی قیمت سے زیادہ تھا۔ اس لئے حضرت داؤدؑ نے یہ حکم دیا۔ کہ بکری والے کی تمام بکریاں کھیت والے کو دیدی جائیں + بیچارہ بکریوں والا روتا ہوا آپ کی عدالت سے باہر نکلا + حضرت سلیمان اس زمانے میں ابھی بچے ہی تھے۔ آپ نے اس سے رونے کا سبب پوچھا۔ اور جب سب حال سن لیا۔ تو والد بزرگوار کی خدمت میں آکر عرض کی۔ کہ آپ نے ٹھیک انصاف نہیں کیا۔ اس غریب بکریوں والے پر ظلم ہوا ہے +

حضرت داؤدؑ نے پوچھا۔ تمہاری رائے میں اس کا انصاف کس طرح ہونا چاہئے تھا؟ آپ نے فرمایا۔ کہ بکریاں بے شک کھیت والے کے حوالے کی جائیں۔ اور وہ ان کا دودھ لیتا رہے۔ بکریوں والے کو حکم دیا جائے۔ کہ وہ کھیت کو پانی دے دے کر اسے پھر پہلی طرح سرسبز کر دے + جب کھیت پہلی حالت پر آجائے۔ تو وہ کھیت کھیت والے کو دیدیا جائے۔ اور بکریاں بکری والے کو واپس کر دی جائیں + حضرت داؤدؑ نے اس فیصلے کو پسند فرمایا۔ اور اپنا حکم منسوخ کر کے اسی طرح حکم صادر فرمایا + حضرت سلیمانؑ نے چالیس سال کی بے نظیر سلطنت کے بعد ۹۵۲ قبل از مسیح انتقال کیا۔

اور اپنے والد ماجد کی قبر کے پاس جا سوئے +

بنی اسرائیل منتفرق ہو گئے

(۳۰۴۸ --- ۳۳۰۰) آفرینش

حضرت سلیمان کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت ملک شام میں منفرق ہو گئی۔ حضرت سلیمان کے بیٹے کے ماتحت بنی اسرائیل کی بارہ قوموں میں سے صرف دو قومیں یہودا اور بنیامین رہ گئیں۔ جو سلطنت یہودا کے نام سے یروشلم سے وابستہ رہیں۔ باقی دس قوموں نے ایک جدا سلطنت اسرائیل کے نام سے قائم کی۔ اور سامرہ اس کا دار الخلافہ قرار پایا + ڈھائی سو سال تک یہ لوگ حکمران رہے۔ اس زمانے میں لوگوں نے توریت کے احکام پر عمل کرنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اور سخت گمراہی میں اور بت پرستی میں ڈوب گئے تھے۔ ان لوگوں کو سزا دینے کے لئے اور نیز ان کی ہدایت و اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً ان میں انبیاء مبعوث کئے۔ جن میں سب سے اول حضرت الیاس ہیں +

حضرت الیاس علیہ السّلام

۳۱۰۴ - آفرینش

جب حضرت الیاس نبی ہو کر آئے۔ اس وقت اسرائیل پر اخاب حکمران تھا اس بادشاہ نے نالائقیوں اور بدکرداریوں میں اپنے ملک کے سب بادشاہوں کو مات کر دیا تھا۔ اس نے ایک بت پرست عورت سے نکاح کیا۔ اور شہر سامرہ میں حاکم

بعل بُت کو پُوجا۔ اور اس کے آگے سجدہ کیا۔ اور اپنی بیوی کے کہنے سے اس کے لئے ایک عالیشان بُت خانہ بنوایا۔ تاکہ لوگ بیت المقدس کی بجائے سامرہ میں بعل کی عبادت کے لئے جایا کریں۔ اس عبادت خانے میں ساڑھے چار سو پُجاری دن رات بعل کی پوجا میں مشغول رہتے تھے۔ اسی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ اس نے خدا پرستوں کو چُن چُن کر قتل کروایا۔ جب بادشاہ کا یہ حال ہو تو رعیت کا تو کیا ٹھکانہ ہے؟ تمام ملک میں گُناہ اور بدکاری کا بازار گرم تھا۔ حضرت الیاس نے جا بجا پھر خدائے واحد کی عبادت کے لئے وعظ و تلقین کرنا شروع کیا۔ مگر لوگوں یا بادشاہوں پر ان کی وعظ و نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جب احاب نے اپنی بدکرداریوں سے خدا کو اس قدر ناخوش کیا۔ تو حضرت الیاس کو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا۔ کہ احاب کو جا کر سمجھائیے کہ تمہارے گُناہوں کے سبب تم پر خشک سالی کا عذاب نازل کیا جاوے گا۔ اور جب تک تم توبہ نہ کرو گے۔ بارش نہ ہوگی۔

احاب حضرت الیاس کی اس بات سے بہت ناراض ہوا۔ اور چاہا۔ کہ ان کو قتل کر دے۔ مگر خدا تعالیٰ نے انہیں اس کے ارادے سے خبردار کر دیا اور وہ پہاڑوں میں چلے گئے۔ اور ایک نالے کے کنارے چھپے رہے۔ جہاں خدا کی قدرت سے کوّے انہیں روٹی لا کر کھلاتے تھے۔

کچھ عرصے کے بعد حضرت الیاس ایک اور شہر میں چلے گئے۔ اور ایک بڑھیا کے پاس جا کر رہے۔ اس بڑھیا نے انہیں کھانے کو دیا۔ اس سے اس کے گھر میں باوجود قحط سالی کے بہت برکت اور خوشحالی ہوئی۔

ساڑھے تین سال تک اس بدکار قوم پر پانی کی ایک بُوند تک نہ پڑی۔

پھر بھی وہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے۔ تب خدا کے حکم سے حضرت الیاس اخاب کے پاس پھر گئے۔ اور کہا۔ کہ اے بادشاہ تُو اپنے ساڑھے چار سَو پجاریوں کو جو بعل کی پوجا میں لگے رہتے ہیں بُلا۔ وہ اور سب بنی اسرائیل کارمل پہاڑ پر جمع ہوں۔ اور قدرت حق کا تماشا دیکھیں یعنی دو بیل منگائے جائیں۔ ان میں سے ایک بیل کو وہ پجاری پسند کریں۔ اور ایک میرے لئے رہنے دیں۔ وہ اپنے بیل کو ذبح کر کے بعل کے لئے قربانی چڑھانے کے واسطے لکڑیاں چنیں۔ مگر ان کے نیچے آگ نہ رکھی جائے۔ مَیں بھی اسی طرح لکڑیاں چن کر اپنا بیل ذبح کروں گا۔ اور اس کا گوشت خدائے واحد کے نام پر قربانی چڑھانے کو لکڑیوں پر رکھوں گا۔ اس کے نیچے بھی آگ نہ ہوگی۔ جب یہ سب تیار ہو جائے۔ تو یہ اپنے معبود بعل سے التجا کریں۔ اور مَیں اپنے خدائے واحد برحق سے دُعا کروں گا۔ جس کا معبود آگ سے جواب دے۔ وہی سچا۔

تمام بنی اسرائیل نے اس بات کو خوشی سے پسند کیا۔ اور جس طرح حضرت الیاس نے کہا تھا۔ دونوں طرف لکڑیاں چُنی گئیں۔ اور اپنے اپنے مذبح پر قربانیاں چڑھائی گئیں۔ صبح سے دوپہر تک وہ سب پجاری بڑی التجاؤں کے ساتھ بعل کو بلاتے رہے۔ مگر وہ گونگا۔ بہرا۔ اندھا بُت بھلا کیا جواب دیتا۔ حضرت الیاس ہنستے تھے۔ اور کہتے تھے چیخ چیخ کر بلاؤ بعل صاحب شاید سوتے ہونگے۔ وہ بہت چلائے۔ مگر ان کا بعل نہ جاگا۔

اب حضرت الیاسؑ کی باری آئی۔ انہوں نے اپنے مذبح کے گرد ایک نالی کھود دی۔ اسے پانی سے بھر دیا۔ اور پانی کے کئی گھڑے لکڑیوں پر بھی ڈالے پھر

اللہ سے التجا کی - کہ اے خدائے برحق ان گمراہوں کو اپنی قدرت کا کرشمہ دکھا۔ حضرت الیاس بڑے تضرّع سے جناب باری تعالےٰ کے آگے دست بدعا تھے - کہ آسمان سے آگ اُتری - جو قربانی اور لکڑیوں کو بھسم کر گئی - نالی کے پانی تک کا نشان باقی نہ چھوڑا - تب تو وہ لوگ خدا کے آگے سربسجود ہوئے اور بے اختیار پکار اُٹھے - خدا ہی معبود برحق ہے - وُہی سچّا خدا ہے ۔

بعل کے بدبخت پجاری پھر بھی ایمان نہ لائے - آخر وہ قتل کئے گئے ۔ ان کا قتل ہونا اور لوگوں کا ایمان لانا تھا - کہ بادل آیا - اور بارانِ رحمت موسلا دھار برسنا شروع ہوا - اتنا برسا - کہ جل تھل بھر گئے ۔

مگر بادشاہ کی ملکہ نہایت خبیث سیاہ باطن عورت تھی - وہ بادشاہ کو کسی طرح سیدھے رستے پر نہ چلنے دیتی تھی - چنانچہ اس نے ایک اور بڑا بھاری گناہ کیا - بادشاہ کے محل کے پاس ایک غریب ہمسایے کا باغ تھا - بادشاہ کو گوارا نہ تھا - کہ اس شخص کا باغ بادشاہ کے محل سے ملا ہوا ہو - بادشاہ نے اسے خریدنا چاہا - مگر اس ہمسایے نے اپنے باپ دادا کی جائداد کو چھوڑنا پسند نہ کیا - اس سے بادشاہ بہت غمگین ہوا - جب ملکہ کو یہ حال معلوم ہوا - تو اس شریر عورت نے چند جھوٹے گواہ بنوا کر اس بے گناہ ہمسایہ پر کفر اور بغاوت کا الزام لگوایا - اور ان جرموں میں اس بے گناہ کو قتل کروا دیا ۔ تب اللہ کے حکم سے الیاس بادشاہ کے پاس گئے - اور کہا - کہ اے بادشاہ تُو نے جو بے انصافی اور بدی کا کام کیا ہے - اس کا بدلہ تجھے یہ ملے گا - کہ کتّے تیرا خون چاٹیں گے - اور کتّے ہی تیری ملکہ کا گوشت کھاویں گے ۔ حضرت الیاس کا فرمودہ لفظ لفظ پورا ہوا - اخاب کو لڑائی میں مہلک

زخم لگا۔ اور اس کا خون زمین پر گرا۔ اور جب اسے اُٹھا کر لے گئے۔ تو اس خون کو کُتّوں نے چاٹا۔ بادشاہ اس زخم سے جان بر نہ ہوا۔ اور تھوڑے عرصے کے بعد ملکہ دوسرے بادشاہ کے حکم سے محل کے اوپر سے گرائی گئی۔ اور گھوڑوں کے پاؤں میں روندی گئی۔ اور جب لوگ اس کی لاش لینے آئے۔ تو دیکھا۔ کہ کُتّوں نے اُسے چیر پھاڑ کر برابر کر دیا تھا۔ صرف کھوپری اور ہتھیلیاں پڑی تھیں +

حضرت الیاس ایک روز کھیت میں سے گزرے۔ جہاں ایک شخص اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا۔ اس شخص کا نام الیسع تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور آپ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ نے فرمایا۔ تُو جا میرے ساتھ کیوں آتا ہے؟ وُہ اُلٹا ہٹا۔ مگر کس لئے۔ اس لئے۔ کہ وہ اپنا بیل لایا۔ اور اسے ذبح کیا۔ اور اپنا ہل جلا کر اس کا گوشت پکایا اور خدا کی راہ میں لوگوں کو کھلایا + حضرت الیاس اس کی خلوص نیت اور حق پرستی سے بہت خوش ہوئے۔ پھر وہ آپ کا خادم بن کر آپ کے ساتھ رہا۔ اور برکاتِ نبوّت سے ہمیشہ فیضیاب ہوتا رہا +

جب حضرت الیاس کے دُنیا سے اُٹھنے کا وقت قریب آیا۔ تو وہ چاہتے تھے۔ کہ الیسع کو پہلے ہی رخصت کر دیں۔ مگر وہ ایک دم کو علیحدہ نہ ہوتے تھے۔ آخر وہ دونو چلتے چلتے دریائے یردن کے کنارے پہنچے + حضرت الیاس نے اپنی چادر لے کر دریا پر ماری۔ دریا پھٹ گیا۔ اور خشک راستہ نکل آیا۔ اور حضرت الیاس اور الیسع اُس خشک راستے سے عبور کر گئے + پار جا کر حضرت الیاس نے اپنے رفیق سے کہا۔ کہ میرے رخصت ہونے کا وقت آگیا ہے۔ میرے رخصت ہونے سے پہلے مجھے بتا۔ کہ تُو کیا مانگتا ہے۔ جو مانگنا ہو مانگ لے + الیسع نے کہا۔ کہ میں یہ چاہتا ہوں۔

کہ جس رُوح پاک کی تجھ پر برکت ہے۔ اس کی مجھ پر بھی ہو جائے۔ اور تجھ سے دُگنی ہو۔ حضرت الیاس نے کہا۔ کہ تُو نے بڑا بھاری سوال کیا۔ اگر تُو رُخصت ہوتے وقت مجھے دیکھ لے گا۔ تو یہ تیرا سوال پورا ہوگا۔ اور اگر نہ دیکھ سکا۔ تو نہ ہوگا۔

وہ دونو اسی طرح باتیں کرتے آگے بڑھے چلے جاتے تھے۔ کہ اچانک آسمان سے ایک آتشی رتھ جس میں آتشی گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ ان دونو کے بیچ میں اُتری اور وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اسی وقت ایک بگولا اُٹھا۔ اور وہ رتھ اس میں غایب ہو کر آسمان کو چلی۔ الیسع دیکھ کر چلّائے۔ اے میرے باپ۔ میرے باپ مگر پھر اُسے کچھ نہ دکھائی دیا۔ الیسع کی خوش قسمتی سے حضرت الیاس کی چادر گر پڑی اُنہوں نے اُسے جلدی سے اُٹھا لیا۔ اور اُلٹے ہٹ آئے۔ وہ یردن کے کنارے پھر آئے۔ اور اس چادر کو پانی پر مارا۔ چادر کے مارتے ہی پانی پھٹ کر اِدھر اُدھر ہو گیا۔ اور الیسع پار ہو گئے۔ اس وقت سے خدا کی رُوح اُن کے ساتھ رہی۔ اور وہ لوگوں کو ہدایت کرتے وقت بہت سے معجزے اور خدا کی قدرت کے نشان دکھاتے رہے۔ وہ یریحو میں گئے۔ تو وہاں کے لوگ ان سے ملنے آئے۔ انہوں نے الیسع سے کہا۔ کہ دیکھئے یہ شہر کیسے اچھے موقع پر ہے۔ پر افسوس اس کا پانی ناکارہ اور زمین بنجر ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ تم ایک کورا پیالہ لاؤ۔ اور اس میں نمک ڈالو۔ سو وہ لائے۔ حضرت الیسع نے چشموں پر جا کر وہ پیالہ نمک کا اُن پر اُلٹ دیا۔ اسی وقت چشموں کا پانی اچھا ہو گیا۔ اور آج تک اچھا ہے۔

ایک دفعہ حضرت الیسع کہیں جا رہے تھے۔ ان کے سر پہ بال نہ تھے۔ لڑکوں نے جو انہیں دیکھا۔ وہ چلّا کر بولے۔ اے گنجے سر والے۔ اے گنجے سر والے۔ اسی وقت

دوز پچھنیاں جنگل سے نکلیں۔ اور بیالیس لڑکوں کو پھاڑ کر کھا گئیں *

حضرت یُونس علیہ السّلام

(۳۱۹۰-۳۲۱۰) - آفرینش

الیسع نبی کے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے حضرت یُونس ابن متی بھیجے گئے۔ اور اُنھوں نے اپنے زمانے کے بادشاہ کو نیکوکاری اختیار کرنے کے لئے ہدایت فرمائی۔ اس کے بعد انہیں حق تعالےٰ کی طرف سے یہ کام سپرد ہوا۔ کہ وہ نینوہ کو جاویں۔ اور وہاں کے لوگوں کو راہِ حق دکھائیں۔ یہ شہر سلطنت اسیریا کا پایۂ تخت تھا۔ اور اس زمانے میں بڑا مشہور شہر تھا۔ یہ شہر اتنا بڑا تھا۔ کہ اس کے گرد آدمی تین دن میں مشکل سے چکّر لگا سکتا تھا۔ یہاں کے لوگوں میں بُت پرستی اور ہر قسم کی بدکاریوں کا بے انتہا زور تھا۔ وہاں کے لوگ خداوند حقیقی کو بالکل بھول گئے تھے۔ اور سخت گمراہی اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ حضرت یونس کو ان لوگوں کے درستی پر آنے کی مطلق امید نہ تھی۔ اس لئے ان کا دل نہیں چاہتا تھا۔ کہ ان کی ہدایت کے لئے جائیں۔ بلکہ وہ یہ چاہتے تھے۔ کہ ان پر عذابِ الٰہی نازل ہو۔ اور وہ اپنے کیے کی سزا پائیں۔ اسی لئے جب حق تعالےٰ نے انہیں حکم دیا۔ کہ تُو نینوہ کو جا۔ اور وہاں کے شریر اور بدکار لوگوں کو راہِ حق دکھا۔ تو حضرت یونس بجائے نینوہ جانے کے جہاز میں سوار ہو کر ترسیس کو روانہ ہو گئے *

حضرت یونس کا یہ فعل اللہ تعالےٰ کی ناخوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے اسی وقت

سمندر پر بڑی سخت آندھی بھیجی۔ اور طوفان نے سمندر میں وہ شدت اختیار کی۔ کہ جہاز کے بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی۔ تب مسافر اور ملاح سب بہت ڈرے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں گریہ وزاری کرنے لگے۔ اور جہاز پر سے بوجھل مال اسباب سمندر میں پھینکنے لگے۔ تاکہ جہاز ہلکا ہو جائے ؛

جہاز کے اوپر مسافروں میں تو یہ کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ اور حضرت یونس نیچے کے درجے بے ہوش اور بے خبر پڑے سوتے تھے ؛ تب ناخدا اُن کے پاس گیا اور انہیں اُٹھایا۔ اور کہا۔ کہ نادان۔ یہ وقت سونے کا ہے یا رونے کا ؟ اُٹھ اور اللہ کو یاد کر۔ شاید کسی بندۂ خدا کی دُعا قبول ہو۔ اور ہم سب ہلاکت سے بچ رہیں ؛ حضرت یونس اُٹھے۔ اور لوگوں میں جا بیٹھے۔ اور شریک دُعا ہوئے۔ مگر طوفان کسی طرح نہ تھما ؛ اب سب کو یہ خیال ہوا۔ کہ ہم میں ضرور کوئی ایسا گنہگار بندہ ہے جس کی وجہ سے ہم سب پر یہ مصیبت آئی ہے۔ آؤ ہم قرعہ ڈالیں۔ اور دیکھیں کس کا نام نکلتا ہے ؛ یہ سوچ کر انہوں نے سب کے نام لکھے۔ اور قرعہ ڈالا۔ تو حضرت یونس کا نام نکلا ؛ تب انہوں نے اس سے پوچھا۔ کہ تُو نے ایسا کیا کام کیا ہے۔ کہ ہم پر یہ بلا آئی ؟ تُو کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ اور تیرا کیا پیشہ ہے ؟

حضرت یونس نے جواب دیا۔ کہ مَیں عبرانی ہوں۔ اور مجھ سے حق تعالےٰ کی نافرمانی ہو گئی ہے۔ اور مَیں اس کے حضور سے بھاگا ہوں۔ تم مجھے اُٹھا کر سمندر میں ڈال دو۔ تو یقین ہے۔ کہ یہ شدید طوفان تھم جائے گا۔ مَیں جانتا ہوں۔ کہ یہ سخت آندھی میرے ہی سبب سے تم پر نازل ہوئی ہے ؛ اس پر بھی ملاحوں نے اسے سمندر میں نہ پھینکا۔ بلکہ کشتی کے کھینے میں زور لگاتے رہے۔ کہ کسی طرح کنارہ

پکڑیں۔ لیکن ان کا مقصد پورا نہ ہوا۔ سمندر اَور بھی زیادہ زور شور سے لہریں مارنے لگا۔ تب وہ خدا کی جناب میں زیادہ رو رو کر بہت عاجزی سے دُعائیں مانگنے لگے۔ کہ اے پاک پروردگار۔ اے عاجزوں کے فریادرس تُو ہم بے کسوں کی فریاد کو پہنچ۔ اور ہماری گردن پر خون ناحق کا وبال نہ ڈال۔ تُو نے جو چاہا۔ سو ہی کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یُونسؑ کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ ان کے پھینکتے ہی سمندر کا تلاطم موقوف ہو گیا۔ تب سب نے اپنی اپنی مانی ہوئی نذریں گزرانیں۔

سمندر کا طوفان تو تھم گیا۔ لیکن یونس نبی پر بڑی آفت آئی۔ یعنی جوں ہی وہ پانی میں گرے۔ ایک بڑی مچھلی نے انہیں نگل لیا۔ حضرت یونسؑ نے اس مصیبت میں اللہ کے آگے گریہ وزاری کی۔ اور اپنے گُناہ کا اقرار کیا۔ اور کہا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ یعنی اے میرے اللہ تیرے سوا اَور کوئی سچّا معبود نہیں۔ تُو پاک ذات ہے۔ مجھ سے بے شک گُناہ ہوا۔ اللہ نے جو ہمیشہ عاجز بندوں کی فریاد کو سُنتا ہے۔ ان کی دُعا قبول فرمائی۔ اور مچھلی کو حکم دیا۔ کہ یُونسؑ کو اُگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے انہیں خشک زمین پر اُگل دیا۔ یہ واقعہ پیدائش حضرت مسیح سے تقریبًا ۸۴۰ برس پہلے گزرا۔

حق تعالےٰ نے یونسؑ کو اب دوبارہ حکم دیا۔ کہ وہ نینوہ کو جائے۔ اور لوگوں کو وعظ وتلقین کرے۔ تب حضرت یونسؑ وہاں سے نینوہ کو گئے۔ اور آبادی کے ایک کنارے پر ٹھیر کر لوگوں کو وعظ کیا۔ اور وعظ میں یہ بھی کہا۔ کہ تم پر چالیس دن میں اللہ تعالےٰ عذاب بھیجنے والا ہے۔ بس اتنے دن اَور چَین کر لو۔

نینوہ کے لوگ عذاب کے خوف سے خدا پر یقین لے آئے۔ سب نے اپنی
زیب و زینت چھوڑ کر ٹاٹ کا لباس پہن لیا۔ اور شہر میں منادی کرا دی۔ کہ
سب لوگ روزہ رکھیں۔ اور خدا کے حضور میں دُعا مانگیں۔ اور گناہوں سے
توبہ کریں + چنانچہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور سب نے اپنے سر ننگے کرکے
سجدے میں گر کے خدا کی درگاہ میں گڑگڑا کے دُعا مانگی۔ کہ اے الہ العالمین ہم
اب تیرے حکم میں آئے۔ آیندہ نافرمانی نہیں کریں گے۔ تیرے پیغمبر کی بات
مانیں گے۔ ہم نے اپنے گناہوں اور تمام بُرے کاموں سے توبہ کی۔ اگرچہ ہم اس
عذاب کے مستحق ہیں۔ پر تُو ارحم الراحمین ہے۔ تو ہمیں اس بلا سے نجات دے۔
تُو ہم پر اور ہمارے بے زبان مویشی پر رحم فرما + جب انہوں نے اس طرح کی عاجز
و زاری کی۔ تو حق تعالےٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور عذاب سے نجات دی +
حضرت یونسؑ وعظ کر کے شہر سے کہیں دور جا کر بیٹھ گئے۔ اور ایک چھپر ڈال
لیا۔ تاکہ شہر پر عذاب آئے۔ تو وہ اس سے بچے رہیں + جو آدمی شہر سے آتا تھا۔
یہ اس سے پُوچھتے تھے۔ کہ سناؤ شہر والوں کا کیا حال ہے؟ وہ جواب دیتے۔ کہ
اچھا حال ہے۔ سب مزے میں ہیں + غرض جب حضرت یونسؑ کی بتائی ہُوئی
میعاد گزر گئی۔ اور عذاب نہ آیا۔ تو حضرت یونسؑ کو بہت رنج ہوا۔ کہ مَیں لوگوں
کے سامنے جھُوٹا ٹھیرا۔ اور خفیف ہوا + انہوں نے خدا کی خدمت میں عرض کی۔
کہ بارِ الہا۔ مَیں پہلے ہی جانتا تھا۔ کہ تُو نہایت رحیم و کریم ہے۔ اور عذاب بھیجنے
میں بہت دھیما ہے۔ اسی واسطے مَیں پہلی مرتبہ یہاں نہیں آیا تھا۔ اور ترسیس
کو چلا گیا تھا۔ اب میرا مر جانا میرے جینے سے بہتر ہے۔ تُو میری جان لے لے +

خدا تعالےٰ نے ان کے چھپر کے پاس کدو کی ایک بیل اُگائی۔ اور اس چھپر پر چڑھا دی۔ حضرت یونسؑ کا دل اس سرسبز بیل سے بہت خوش ہوئے۔ تب اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت سے ایک کیڑا پیدا ہوگیا۔ جو رات کو اس بیل کی جڑ کو کھا گیا۔ اور وہ سوکھ کر بالکل جل گئی۔ حضرت یونسؑ دوسرے روز اس بیل کو سوکھی ہوئی پا کر بہت رنجیدہ ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت یونسؑ سے فرمایا۔ کہ یونسؑ دیکھ اس بیل کو نہ تو نے اُگایا۔ نہ اس پر کچھ محنت کی۔ پھر بھی تجھے اس کے مرجانے پر اس قدر صدمہ ہوا۔ تو کیا مجھے لازم نہ تھا۔ کہ نینوہ کے لوگوں پر جو تعداد میں ایک لاکھ بیس ہزار ہیں۔ اور سب میرے پیدا کئے ہوئے بندے اور میری مخلوق ہیں۔ رحم نہ کروں۔ اور انہیں ہلاک کر ڈالوں؟

بنی اسرائیل کے آخری ایام و اسیری بابل

اللہ تعالےٰ کی قدرت کے کارخانے اور اس کی حکمت کے عجائبات کو کون سمجھ سکتا ہے۔ غور اور عبرت کا مقام ہے۔ کہ نینوہ جو بُت پرستوں کا شہر تھا۔ گُناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی رحمت اور فضل کا مستحق ٹھیرا۔ مگر وہ قوم جس نے خدائے واحد کے لئے بیت المقدس بنایا تھا۔ شرک و شرارت میں روز بروز ترقی کرتی گئی۔ وہ لوگ خدائے تعالےٰ کو بالکل بھول گئے۔ اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کو حقیر جاننے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی بدیوں کا پیالہ لبریز ہوگیا۔ اور غیرت الٰہی جوش میں آئی۔ شال مناسر شاہ اسیریا کی زبردست فوج اچانک ۳۲۷۸ آفرینش میں ان پر چڑھ آئی۔ اور سامریہ کا محاصرہ کر لیا۔ ہفتے دو ہفتے

یا مہینے دو مہینے نہیں پورے تین برس تک برابر یہ بلا انہیں گھیرے رہی۔ اور اتنے عرصے کے بعد دشمن نے دارالخلافہ کو فتح کرلیا۔ اور شہر کے باشندوں کے بہت بڑے حصے کو اسیر کرکے اسیریا میں لے گئے۔ اور وہ ایسی گھڑی گھر سے نکلے۔ کہ پھر وطن کا مُنہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ تھوڑے سے باشندے جو گرفتار ہونے سے بچ گئے تھے۔ آس پاس کی متفرق اقوام میں مل کر "ہر چہ در کانِ نمک رفت نمک شُد" کا مصداق بن گئے۔ غرض یہ دس اقوام جن سے سلطنت اسرائیل بنی قائم تھی۔ رُوئے زمین اور صفحۂ تاریخ سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہوگئیں۔ آج دُنیا میں ان دس قوموں کی نسل سے ایک فردِ بشر بھی موجود نہیں ؛

سلطنت اسرائیل کا تو یہ حال ہوا۔ اب سلطنت یہودا کا حال سنو جس کا مرکز شہر یروشلم اور جن کی عبادت گاہ بیت المقدّس تھا، اس سلطنت میں حضرت سلیمان کے انتقال سے ۵۸۸ قبل از مسیح تک خاندان داؤد سے اُنّیس بادشاہ تخت سلیمان پر متمکن ہوئے۔ ان میں سے بعض نہایت ہوشمند اور خدا ترس ہوئے۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو رسول ان کی طرف آئے۔ ان کی باتوں کو دل سے سنا۔ لیکن زیادہ تر نہایت شریر و بدکار تھے۔ جنھوں نے آپ بھی بُت پرستی کی۔ اور خلقت کو بھی گمراہ کیا۔ حق تعالےٰ کے پاک شہر اور اس کے بیت المقدس کے اِردگرد بُتوں کی پرستش ہو۔ کوئی بات اس سے زیادہ حق تعالےٰ کی ناخوشی کی ہوسکتی ہے۔ اور خداوند تعالےٰ کی غیرت اُسے برداشت کرسکتی ہے؟ منتقمِ حقیقی نے ان بدیوں کا بدلہ لینے کے لیئے بابل کی فوج کو بھیجا۔

سنہ ۶۰۶ قبل مسیح یعنی ۳۳۹۴ آفرینش میں بخت نصر نے چڑھائی کر کے یروشلم کو فتح کر لیا یہ تمہید تھی اس مصیبت عظیم کی۔ جو اسیری بابل کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ بخت نصر تین سال بعد پھر یروشلم پر طوفان کی طرح آیا۔ اور وہاں کی رعایا کو خوب لوٹا۔ اور بادشاہ یہودا اور بڑے بڑے اُمراء دولت کو قید کر کے لے گیا۔ اور رہی سہی سلطنت کے انتظام کے لئے اپنے ایک حاکم صدیقیا کو چھوڑ گیا۔ یہودا کی شامتِ اعمال سے صدیقیا نے عَلم بغاوت بلند کیا۔ اور اس کی سرکوبی کے لئے بخت نصر تیسری مرتبہ سنہ ۵۸۸ میں آندھی و طوفان کی طرح گرجتا اور برستا یہودا پر چڑھ آیا۔ اور یروشلم کو ایسا تاخت و تاراج کیا۔ کہ اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس کا نام و نشان مٹا دیا۔ حضرت سلیمان کے بنائے ہوئے عالیشان خوبصورت بیت المقدس کو جلا ڈالا۔ اس کے بے نظیر و بیش بہا سامان کو نہایت بے رحمی سے لوٹا اور تمام قوم بنی اسرائیل کو قید کر کے اپنے ہمراہ بابل لے گیا۔ تابوت سکینہ اور توریت کا نسخہ جو دُنیا میں ایک ہی نسخہ تھا۔ وہ بھی اس بربادی اور آتشزدگی کی نذر ہوا۔ باغی صدیقیا کو بغاوت کی یہ سزا دی۔ کہ اس کی آنکھیں نکالی گئیں۔ اور پابجولان بابل کو بھیجا گیا۔

اس زمانے میں یرمیا نبی موجود تھے۔ اور انہوں نے اس بربادی یروشلم کی خبر پہلے سے دی تھی۔ وہ اس آنے والی تباہی کے خوف سے مدتوں پہلے ہی رویا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو سمجھاتے۔ مگر لوگ ان دردمند نبی کے کہنے کا ذرا دھیان نہ کرتے۔ یرمیا نبی اپنے دردناک نوحہ میں جس کا ایک ایک لفظ دل کو چیرتا ہے۔ اپنا دردِ دل یوں ظاہر کرتے ہیں:۔

"وہ راستے جو یروشلم کے کوہِ صیہون کو جاتے ہیں۔ کیسے سنسان اور ماتم زدہ ہیں۔ ان راستوں پر اب کوئی چلتا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ یہاں کی عیدیں ختم ہوگئیں۔ اس شہر کے سب پھاٹک اُجڑے پڑے ہیں۔ اس کے کاہن ٹھنڈی سانسیں لے لے کر رو رہے ہیں۔ اس کی کنواریاں غمگین ہیں۔ ان کا زیور اُترا ہوا ہے۔ اے راہ چلنے والو تم ہی کہو۔ کہ میری مصیبت کی مانند کسی کی مصیبت ہے؟ آہ یہی ہے وہ شاندار شہر۔ بے نظیر خوب صورت شہر جو دلھن کی طرح سجا ہوا تھا"۔

یہودی قوم نے اسیری کی مصیبت میں پڑ کر اپنے گناہوں کی بہت تلافی کی۔ وہ اللہ تعالےٰ کے آگے رو رو کر اپنے گناہوں کا اقرار اور معافی کے لئے توبہ و استغفار کرتے تھے۔ ہر چند بخت نصر اُن پر مہربانی کرتا۔ مگر یہ لوگ ہر وقت یادِ وطن میں روتے اور آہیں بھرتے۔ وہ بابل کے دریاؤں کے کنارے پھرتے۔ تو یردن کے نظارے یاد کرتے۔ بابل کے پہاڑ دیکھتے۔ تو مقدس کوہِ زیتون کے رُوح افزا مناظر آنکھوں کے آگے پھر جاتے۔ انہوں نے اپنی بربطیں صحرائے بابل میں بید مجنوں کے درختوں پر ٹانگ دیں۔ ان کے دل بالکل ہی بُجھ گئے۔ اب وہ ولولے بھی نہ رہے۔ کہ کوہ صیہون کی یاد تڑپاتی اور یادِ وطن کے گیت گواتی۔

دانیال اور اس کے تین دوست

اسیری بابل میں جو لوگ قید ہوئے۔ ان میں کئی جوان خاندانِ شاہی سے

بھی تھے۔ مثلاً دانیال اور ان کے تین رفیق۔ یہ۔ جیسے صورت میں وجیہ اور خوش رُو تھے۔ ایسے ہی ذہانت و لطافت میں یکتا تھے۔ بخت نصر کی ان پر بہت نظر توجہ تھی۔ اور حکم دیا۔ کہ انہیں خاصہ شاہی سے کھانا ملا کرے۔ مگر پرہیزگار خدا پرستوں کے لئے یہ انعامِ شاہی بھی ایک مصیبت تھی۔ شریعتِ موسوی کی رُو سے ان کے لئے کئی قسم کا گوشت ممنوع تھا۔ اس لئے انہیں اندیشہ ہوا۔ کہ کہیں خاصۂ شاہی میں یہ ممنوع کھانے نہ ہوں۔ وہ خواجہ سرا شاہی کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا۔ آپ کا بڑا احسان ہوگا اگر مجھے دس دن کھانے کے لئے صرف دال روٹی اور پینے کے لئے پانی دیا جائے۔ اگر دس دن کے بعد ہم زیادہ تیار اور ہمارے چہرے زیادہ رونق دار نظر نہ آئیں تو تمہیں اختیار ہے کہ تمہارا جو جی چاہے۔ ہمیں وہی کھلاؤ۔ خواجہ سرا نے منظور کیا۔ اور دس دن انہیں کھانے کے لئے دال روٹی اور پینے کے لئے پانی کے سوا کچھ نہ دیا۔ حقیقت میں جو انہوں نے کہا تھا۔ وہی ہوا۔ ان کے چہرے خاصہ شاہی تناول کرنے والوں سے زیادہ رونق دار نظر آئے۔ تب سے انہیں اجازت مل گئی۔ کہ وہ دال روٹی ہی ہمیشہ کھایا کریں۔

یہ لوگ چونکہ معمول سے زیادہ ہوشمند و دانشور بھی تھے بخت نصر نے انہیں اپنی خدمت میں حاضر رہنے کے لئے چُن لیا۔

بخت نصر نے ایک سونے کا بُت بنا کر اپنے شہر میں نصب کیا تھا۔ اور اپنے سب اُمرا و اعیانِ سلطنت کو اس کی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا۔ ہر شخص نے حکم شاہی کی تعمیل کی۔ مگر دانیال نبی کے تین رفیقوں نے اس بُت کی عبادت

کرنے سے انکار کیا۔ خود دانیال اس وقت موجود نہ تھے۔ لیکن اگر ہوتے تو وہ بھی اس حکم کے بجالانے سے انکار کرتے + اہل بابل نے بادشاہ کو اس امر کی اطلاع دی + بخت نصر نے جب یہ دیکھا۔ کہ یہ لوگ میرے حکم کی بھی کچھ پروا نہیں کرتے۔ تو مارے غصّے کے آگ بگولا ہو گیا۔ اور اس نے ایک بہت بڑی بھٹّی آگ کی تیار کروائی۔ جس میں معمول سے سات گُنا تیز آگ تیار کی گئی۔ اور حکم دیا۔ کہ وہ تینوں آدمی اس میں ڈال دئیے جائیں۔ چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل کی گئی + آگ کی تیزی کا اس سے قیاس کر لینا چاہئے۔ کہ جن لوگوں نے ان بے گناہوں کو آگ میں ڈالا تھا اس کی دور کی ہی آنچ سے ہلاک ہو گئے۔ لیکن ان تینوں آدمیوں کو ذرا بھی گزند نہ پہنچا۔ خدا کا ایک فرشتہ فوراً اُترا۔ اور نہایت خوش گوار شبنم آلود ہوا اپنے ساتھ لایا۔ جس نے بھٹّی کو گلزار بنا دیا۔ ان تینوں آدمیوں میں سے کسی کا ایک بال نہ جلا۔ نہ اُن کے کپڑوں پر آگ نے کچھ اثر کیا +

جب بادشاہ نے یہ عجیب وغریب ماجرا سُنا۔ تو وہ خود بھٹّی دیکھنے آیا۔ اس نے آکر دریافت کیا۔ کہ کیا تینوں آدمی اس کے اندر ڈال دئیے گئے تھے + وہ یہ کہہ ہی رہا تھا۔ کہ اُسے دور سے آگ میں چار آدمی بالکل صحیح سلامت نظر آئے۔ تین تو دانیال کے دوست تھے۔ اور چوتھا خدا کا فرشتہ تھا۔ بادشاہ نے انہیں کہا۔ کہ اے خدا کے بندو۔ باہر چلے آؤ۔ وہ فوراً باہر نکل آئے۔ اور جب بادشاہ نے ان پر کوئی نشان آگ کا نہ پایا۔ تو وہ بھی شکر حق بجالایا کہ خدا نے اپنے ان نیک بندوں کو جنہوں نے گناہ کرنے سے آگ میں جل مرنا

بہتر سمجھا۔ اپنے فضل سے یوں بچایا۔ تب بخت نصر نے ایک فرمان شاہی اس مضمون کا شایع کیا۔ کہ اس کی مملکت میں کوئی شخص یہودیوں کے خدا تعالےٰ کی نسبت کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالے۔ اور اس نے ان تینوں آدمیوں کو بڑے منصب عطا کئے +

دانیال نبی اور شاہ بلشزار

بخت نصر کے بعد اس کا پوتا بلشزار تختِ بابل پر بیٹھا۔ اور اپنی تخت نشینی کے جشن میں اپنے تمام امرا و وزرا اور اکابرِ سلطنت کو مدعو کیا + کھانے کے بعد جب سب شراب میں مخمور تھے۔ تو بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ اس کا دادا بخت نصر جو ظروف طلائی یروشلم کے بیت المقدس میں سے لُوٹ کر لایا تھا۔ وہ مہمانوں کے آگے لاکر رکھے جائیں۔ اور ان میں انہیں شراب پلائی جائے +

جب ان لوگوں نے خدائے واحد کے ظروف مقدس کو یوں بے حرمت کرنا شروع کیا۔ تو قدرتِ خدا سے اسی وقت قصرِ ضیافت کی دیوار پر ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے جلی خط میں چند حروف لکھ دئے۔ بادشاہ اور اس کے مہمان اس ہاتھ کو نکلتا اور لکھتا دیکھ کر مارے خوف کے کانپنے لگے۔ اور فوراً حکیموں نجومیوں اور معبّروں کو طلب کیا۔ کوئی شخص ان حرفوں کے معنی نہ بتا سکا + آخر دانیال بھی طلب کئے گئے + انہوں نے ان الفاظ کو پڑھا۔ وہ الفاظ یہ تھے۔ "مِنی۔ تیقل۔ افراسینی" جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ تیرے راج کے دن گنے گئے اور وہ ختم ہو گئے۔ تو ترازو میں تولا گیا اور کم پایا گیا۔ تیری سلطنت ٹکڑے کر دی گئی اور ایرانیوں کو مل گئی" + اس پیشین گوئی کے پورا ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں

لگی۔ اسی رات ایرانیوں کا ٹڈی دل لشکر دریائے فرات کو عبور کر کے آندھی اور طوفان کی طرح بابل پر چڑھ آیا۔ شاہِ بابل مقتول ہوا۔ اور دارائے ایران بابل کا بادشاہ ہو گیا ٭

دانیال بُت شکن اور بُت طلائی

سائرس شاہِ ایران تختِ بابل پر بیٹھا۔ تو وہ دانیال نبی پر اَور بھی زیادہ مہربان ہوا۔ وہ ان کو اکثر شریک طعام کیا کرتا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے دانیال سے پُوچھا۔ کہ تم اہل بابل کے بُت کی پرستش کیوں نہیں کرتے ہو۔ دانیال نے جواب دیا۔ کہ ہم صرف ایک خدائے واحد قیوم کی عبادت کرتے ہیں۔ جس نے سب کو پیدا کیا ٭

بادشاہ نے کہا۔ کہ ہمارا معبود بھی تو زندہ خدا ہے۔ وہ ہر روز کئی سیر میدہ چار بھیڑیں کھاتا اور چھ شیشے شراب کے پیتا ہے۔ حضرت دانیال یہ سُن کر ہنس پڑے اور کہا۔ بادشاہ کو اس طرح دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ مٹی اور تانبا بھلا کسی چیز کو کیا کھائیں گے ٭

بادشاہ نے اسی وقت اپنے بُت کے پُجاریوں کو بُلایا۔ اور جو دانیال نے کہا تھا۔ انہیں سُنایا۔ پُجاریوں نے کہا۔ کہ حضور کو ضرور اس کا اطمینان کرنا چاہیئے۔ بادشاہ سلامت خود یہ سب چڑھاوا بُت کے آگے رکھیں۔ اور مندر کا دروازہ بند کر کے قفل پر اپنی مُہر کر دیں۔ اور اگر صبح کو وہ سب نذرانہ کھایا ہوا نہ پایا جائے۔ تو ہم لوگوں کو سزائے موت دی جائے۔ بادشاہ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ جب بادشاہ

نے پجاریوں کو مندر سے باہر نکال کر کھانے کی چیزیں بُت کے آگے رکھیں۔ تو دانیال نبی نے بُت کے اردگرد مندر کے تمام فرش پر راکھ چھنوا دی۔ اس کے بعد دروازہ بند کردیا گیا۔ اور قفل پر مُہر لگادی گئی۔ اصل بات یہ تھی۔ کہ سرنگ کے ذریعے سے اس مندر کو ایک خفیہ راستہ جاتا تھا۔ اور اس راستے سے پجاری داخل ہو کر سب چڑھاوا اُٹھا لاتے تھے۔ چنانچہ اگلی صبح کو جب بادشاہ مندر میں آئے۔ دروازہ دیکھا۔ تو مُہر صحیح و سالم پائی گئی۔ مگر جب قفل کُھلوا کر اندر داخل ہوئے۔ تو کھانے پینے کی چیزوں کا نام ونشان نہ پایا۔ بادشاہ بولا۔ واقعی ہمارا معبود سچا معبود ہے۔ اس میں کوئی دھوکے کی بات نہیں۔ دانیال نے اسی وقت بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضور دیکھتے ہیں۔ چاروں طرف راکھ پر پاؤں کے نشان نمودار ہیں۔ تب بادشاہ بہت حیران ہوا اور چاروں طرف مندر کا کونا کونا دیکھا گیا۔ آخر کھانے کی میز کے نیچے ایک چور دروازہ ملا۔ اور اسے کھولا۔ تو سرنگ کا راستہ پایا گیا۔ فوراً دغاباز پجاری پکڑے گئے۔ اور دانیال نے خود اپنے ہاتھ سے سونے کے بُت کو توڑا۔ اور اس کے مندر کو جلایا۔

دانیال اور شیروں کا پنجرہ

اس طلائی بُت کے علاوہ اہل بابل ایک اژدہا کی بھی پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن بادشاہ نے دانیال سے کہا۔ کہ تم اس کا تو انکار نہیں کرو گے۔ کہ یہ زندہ خدا نہیں ہے۔ دانیال نے بغیر زیادہ قیل وقال کے کہا۔ کہ میں اس اژدہا کو بے تلوار بلکہ بغیر کسی ہتھیار کے جان سے مار سکتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ

اچھا۔ مار کے دکھاؤ۔ دانیال نبی نے بہت سی رال اور چربی ملا کر پکوائی اور اس میں کچھ بال ملائے۔ اس کی چند گولیاں بنائیں۔ اور وہ گولیاں جونہی اژدہا کے مُنہ میں گئیں۔ وہ مصنوعی معبود پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا +

جب بابل کے لوگوں کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو انہیں بہت غصہ آیا۔ اور وہ سب بڑی جمعیت کے ساتھ قصرِ شاہی پر چڑھ آئے۔ اور کہا۔ کہ دانیال ہمارے حوالے کیا جائے۔ پہلے بادشاہ نے انکار کیا۔ لیکن لوگوں کے غیظ و غضب کو دیکھ کر انہوں نے دانیال نبی کو ان کے حوالے کر دیا + لوگوں نے دانیال کو پکڑ کر فوراً شیروں کے پنجرے میں ڈال دیا + یہ شیر قصداً کئی دن سے بھوکے رکھے گئے تھے۔ تاکہ دانیال کے کھا لینے میں کچھ بھی دیر نہ ہو۔ لیکن جسے خدا رکھے۔ اُسے کون چکھے۔ شیروں نے اس شیرِ خدا کو ذرا نہ چھُوا۔ چھ دن تک دانیال اس پنجرے میں رہا۔ اس عرصے میں بھُوک سے دانیال کا بُرا حال ہو گیا + اس زمانے میں کھنڈراتِ یروشلم میں حبقوق نبی رہتے تھے۔ انہوں نے کچھ کھانا پکایا۔ اور کھیتی والوں کے لئے جنگل میں کھانا لے جا رہے تھے۔ کہ راہ میں انہیں ایک فرشتہ ملا۔ اس نے کہا۔ کہ یہ کھانا دانیال نبی کو پہنچاؤ۔ جو شیروں کے پنجرے میں بند ہے + حبقوق نے جواب دیا۔ کہ مَیں کبھی بابل میں نہیں گیا۔ نہ شیروں کا پنجرا دیکھا + تب فرشتے نے اس آدمی کے سر کے بال اپنی چٹکی میں پکڑے اور بجلی کی تیزی سے اسے بابل پہنچا دیا۔ اور شیروں کے پنجروں کے سامنے جہاں دانیال قید تھا۔ کھڑا کر دیا + دانیال عؑ نے یہ خدا کا بھیجا ہوا کھانا کھایا۔ اور شکرِ حق بجا لائے۔ کہ حق تعالیٰ مجھے اس مصیبت میں بھی نہیں بھُولا۔ اس کے بعد فرشتے نے حبقوق کو اسی جنگل

میں پہنچا دیا۔ جہاں سے لایا تھا +

ساتویں دن بادشاہ شیروں کے پنجروں پر آیا۔ اور دانیال کو ان وحشی درندوں میں مزے سے بے فکر بیٹھے پا کر بہت ہی حیرت زدہ ہوا۔ تب دانیال فوراً باہر نکلوائے گئے۔ اور جن لوگوں نے ان پر الزام لگائے تھے۔ اب ان کی بجائے وہ اندر ڈلوائے گئے۔ وہ پنجرے کی زمین تک پہنچنے بھی نہیں پائے تھے۔ کہ شیروں نے انہیں فوراً لپک لیا۔ اور دم بھر میں ان کی تکا بوٹی کر لی۔ تب بادشاہ نے اپنی مملکت میں ایک فرمان جاری کیا۔ کہ سب کو لازم ہے۔ کہ دانیال نبی کے خدا کی عزت کریں۔ اور اس سے ڈریں۔ دانیال دنیا میں معجزات دکھانے اور خلقت کو ہلاکت سے بچانے کے لئے آیا ہے +

حضرت حزقیل علیہ السلام

۳۴۱۳۔ آفرینش

جب بخت نصر بیت المقدس کو آگ لگا کر اور شہر یروشلم کو اُجاڑ کر بنی اسرائیل کو پکڑ کر لے جانے لگا۔ تو ان قیدیوں میں علاوہ دانیال نبی کے حضرت حزقیل اور حضرت عُزیر بھی تھے + یروشلم سے جاتے وقت جب حزقیل نبی بیت المقدس کے کھنڈرات پر سے گزرے۔ تو ظاہر حال پر نظر کر کے انہیں بہت نا اُمیدی ہوئی۔ وہ سوچتے تھے۔ کہ ایسے اُجڑے کبھی بھی بستے ہیں؟ یہی خیال انہیں رات دن بابل میں جا کر رہا۔ وہ اپنی قید کے زمانے میں دریا کے کنارے جنگلوں میں پھرا کرتے۔ اور بیت المقدس کی بربادی کا غم کیا کرتے + ان کی نا اُمیدی دور کرنے

کے لئے ایک دفعہ جبکہ وہ گدھے پر سوار کسی جنگل میں جا رہے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ یعنی جب وہ راہ میں کہیں ٹھیرے۔ اور سو گئے۔ تو خواب میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی اُجاڑ جنگل ہے۔ اور وہ ہڈیوں سے بھرا پڑا ہے۔ ہڈیاں بھی بہت پُرانی سوکھی کسی زمانہ دراز کی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت حزقیل سے پوچھا۔ کہ تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا ایسی ہڈیاں بھی جی سکتی ہیں؟ انہوں نے کہا۔ کہ اے خداوند کریم تو ہی بہتر جانتا ہے۔

اِتنے میں حضرت حزقیل کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شور سا ہوا۔ اور ہڈیوں میں کچھ جنبش سی نظر آئی یعنی وہ اپنی اپنی جگہ سے سرکنے اور ایک دوسرے سے ملنے لگیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھنے لگا۔ پھر ان میں نسیں بھی تن گئیں پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ان پر چمڑے کی پوشش ہو گئی۔ اور تھوڑی دیر بعد ان میں رُوح بھی پڑ گئی۔ اور وہ لوگ زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اور چلنے پھرنے لگے

تب اللہ تعالےٰ نے حضرت حزقیل سے کہا۔ کہ یہ ہڈیاں بنی اسرائیل ہیں تم کہتے ہو۔ کہ یہ سُوکھ گئیں۔ اور سب امید زندگی جاتی رہی۔ اور ہم بالکل فنا ہو گئے۔ مگر دیکھ مَیں ان کو پھر اس طرح زندہ کروں گا۔ اور تم کو پھر تمہاری زمین میں بساؤں گا۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کا یہ عجیب نظّارہ دکھا کر انہیں اٹھا دیا۔ اور وہ اپنے گدھے کو اسی جگہ کھڑا پا کر اور اپنا توشۂ راہ بھی اسی طرح رکھا دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ انہیں خواب میں یہ زمانہ ایسا لمبا معلوم ہوا تھا۔ گویا سو برس گزر چکے ہیں۔ وہ اس خواب سے بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ یہ خواب

بیت المقدس کی آبادی کی پیشین گوئی تھی +

اسیری بابل ختم ہوتی ہے

جب زمانہ اسیری کے ستر سال ختم ہو گئے۔ جیسا کہ نبیوں نے پہلے سے کہا تھا۔ تو خدا تعالےٰ نے شاہِ ایران کے دل میں رحم ڈالا۔ اور اس نے یہودی جلاوطنوں پر ترس کھایا۔ ۳۴۶۸۔ آفرینش میں بادشاہ نے شاہی فرمان نافذ کیا۔ کہ یہودی چاہیں تو یروشلم کو واپس جا سکتے اور اپنے خداوند کا بیت المقدس دوبارہ بنا سکتے ہیں۔ اس اعلان کے شائع ہوتے ہی چالیس ہزار جلاوطن یہودی اس وقت اپنے ملک کو واپس گئے۔ شاہ ایران نے اُن پر بہت مہربانی کی۔ انہیں نہ صرف زادِراہ دیا۔ بلکہ جو سامان بخت نصر نے لوٹا تھا۔ وہ سب اُن کو واپس دیا +

انہوں نے یروشلم میں پہنچ کر سب سے پہلے ایک مذبح بنایا۔ اور پھر بیت المقدس بنانا شروع کیا۔ اکیس برس کی لگاتار محنت سے انہوں نے از سرِ نو بیت المقدس تیار کیا۔ لیکن جس دن اس کی تعمیر ختم ہوئی۔ اور اکابر ملک اسے دیکھنے آئے۔ تو یہ کوئی خوشی کا نظارہ نہیں تھا۔ بلکہ سب لوگ عمارت کو دیکھ دیکھ کر اور ہیکل سلیمانی کو یاد کر کے اشکبار ہو رہے تھے۔ بیس برس کے بعد یہودیوں کا ایک کاہن باقی یہودیوں کو بھی جو بابل میں رہ گئے تھے وہاں جا کر یروشلم میں واپس لے آیا۔ اور نحمیاہ نبی کی کوشش سے انہیں دین موسوی کی جسے وہ بھول گئے تھے تعلیم دی۔ اور جو نفرتی کام انہوں نے مشرکوں میں رہ کر سیکھ لئے تھے

ان سے ان کو پاک کیا۔ نحمیاہ نبی کے کہنے سے ہی سب لوگوں نے مل کر شہر یروشلم کو جو اَب تک کھنڈر پڑا تھا۔ از سرِ نو بنایا۔ اور آباد کیا۔

ذو القرنین

ذو القرنین کسی زمانے میں کوئی بڑا بادشاہ ہو گزرا ہے۔ پر یہ معلوم نہیں۔ کہ کب اور کس ملک میں تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ ذو القرنین سکندر اعظم کا لقب تھا۔ بہر حال جو بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد میں بڑی بڑی فتوحات کیں اور وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا۔ پہلے اس نے سفر مغرب اختیار کیا۔ اور اس سمت میں جہاں تک انسانی آبادی تھی۔ وہاں تک گیا۔ وہاں ایک قوم آباد تھی۔ ذو القرنین نے ان لوگوں سے کہا۔ کہ اگر تم میری اطاعت قبول نہ کرو گے۔ اور سرکشی کرو گے۔ تو سخت سزا پاؤ گے۔ اور اگر بھلے مانسی اختیار کرو گے۔ تو اس کا ویسا ہی نیک بدلہ پاؤ گے۔ غرض اس ملک کو سر کر کے اس نے مشرق کی طرف رُخ کیا۔ اس سمت میں بھی اس زمانے میں جہاں تک آبادی تھی۔ وہاں تک پہنچا۔

اس ملک مشرق میں پہاڑ کی گھاٹی میں ایک تنگ درہ تھا جس کے پرلی طرف قوم یاجوج ماجوج رہتی تھی۔ یہ بڑے فسادی اور شریر لوگ تھے۔ جو درہ کی راہ سے آکر لوٹ مار کر جایا کرتے اور فساد مچاتے رہتے تھے۔ یہاں کے لوگوں نے ذو القرنین سے درخواست کی۔ کہ اگر حضور از راہِ غربا پروری کسی طرح اس درہ کو بند کر دیں۔ تو ہمارے حال پر بڑی مہربانی ہو گی۔ ہم سب مل کر آپس کے چندے

سے اس کام کے لئے روپیہ جمع کر دیں گے +

ذوالقرنین نے جواب دیا۔ کہ اللہ کا دیا میرے پاس بہت کافی ووافی ہے۔ تمہارے چندے ونڈے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہاتھ پاؤں کے زور اور کوشش کی البتہ ضرورت ہے۔ سو تم اس باب میں اگر میری مدد کرو۔ تو میں دیوار کھینچ کر اس درہ کو بند کر دوں گا + اس کام کے لئے بہت سے لوہے اور تانبے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے تم لوہے کی سلیں لا کر دو۔ جن سے یہ درہ پاٹ کر برابر کر دیا جائے +

ذوالقرنین کے حکم کے بموجب ان لوگوں نے فوراً بہت سا لوہا جمع کر دیا۔ اور وہ درہ اس سے پاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد بہت سی آگ دھونکی گئی۔ جس سے وہ تمام لوہا گرم ہو کر لال انگارا ہو گیا۔ پھر کثرت سے تانبا پگھلا کر اس لوہے پر انڈیل دیا گیا۔ غرض اسی طرح ایک ایسی اونچی اور سخت مضبوط دیوار بن گئی۔ کہ یاجوج ماجوج نہ اس پر چڑھ سکتے تھے۔ نہ اسے کسی طرح توڑ سکتے تھے +

تب ذوالقرنین نے ان سے کہا۔ کہ لو جیسی دیوار تم چاہتے تھے۔ اللہ کی عنایت سے ویسی ہی بن گئی ہے۔ اب یاجوج ماجوج کا کوئی خطرہ تمہیں نہیں رہا۔ وہ اسے کبھی نہ توڑ سکیں گے۔ اور یوں تو فنا سب چیزوں پر ایک روز آئی ہے۔ اس دیوار کی بھی کیا حقیقت ہے۔ قیامت کو یہ بھی ٹوٹ پھوٹ کے برابر ہو گی۔ اور سب قومیں گڈمڈ ہو جاویں گی +

جس قدر قصہ ہم نے اوپر لکھا۔ اُس قدر تو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ لیکن ہمارے قصہ گویوں نے اس میں اپنی طرف سے بھی کچھ اضافہ کیا ہے۔ نہ یہ کہ اس دیوار کو جو ذوالقرنین نے بنائی تھی۔ یاجوج ماجوج روز چاٹتے رہتے ہیں۔ اور چاٹتے چاٹتے وہ

پتلی کاغذ سی رہ جاتی ہے۔ تب شام کو وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ کل کو ضرور ٹوٹ جائے گی۔ بے وقوف یوں نہیں کہتے۔ کہ انشاء اللہ کل کو ٹوٹ جائے گی + اس انشاء اللہ نہ کہنے کی ان کو یہ سزا ملتی ہے۔ کہ اگلے دن آتے ہیں۔ تو قدرت خدا سے دیوار کو ویسی ہی موٹی پاتی ہیں جیسی پہلے تھی + وہ اسے پھر چاٹنا شروع کرتے ہیں۔ اور پہلی طرح پھر وہی بات پیش آتی ہے + غرض وہ ہمیشہ یوں ہی کرتے رہیں گے + قیامت کے نزدیک انہیں اتنی عقل آئے گی۔ کہ انشاء اللہ کہیں گے + جب وہ شام کو انشاء اللہ کہہ کر جاویں گے تب وہ صبح کو دیوار ویسی ہی پتلی کاغذ سی پاویں گے جیسی وہ چھوڑ گئے تھے + پس وہ اس دن اُسے چاٹ کر ختم کر ڈالیں گے۔ اور یاجوج ماجوج کی قوم اس راہ سے اِدھر آ جائے گی اور فساد و خون ریزی کر کے لوٹ مار کرے گی + اس کے بعد قیامت آ جاوے گی +

زکریّا و یحییٰ علیہما السّلام

زکریا نبی حضرت داؤد کی اولاد میں سے تھے۔ اور کوہستان یہودیہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے + اس زمانے میں سلطنت روم کا بادشاہ ہیرودیس تھا + خدا کے برگزیدہ بندے عبادتِ الٰہی اور خدمتِ خلق کے کام میں جس طرح خوش رہتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی خوش حال تھے۔ لیکن انہیں اولاد کی بہت تمنّا تھی۔ اور یہ رنج رہتا تھا۔ کہ ان کی بیوی جس کا نام الیشباع تھا بانجھ تھیں + حضرت زکریا بہت عاجزی سے اللہ سے دُعا مانگا کرتے تھے۔ کہ اے میرے پاک پروردگار میں بڈھا ضعیف ہو گیا ہوں۔ اور سر کے بال بھی سفید ہو گئے۔ مگر اولاد کی طرف سے بے نصیب رہا +

ایک روز جبکہ وہ عبادت خانے میں بخور جلا رہے تھے۔ تو انہیں خدا کا فرشتہ

نظر آیا۔ زکریا اس سے ڈرے + فرشتے نے کہا۔ زکریا ڈر مت۔ تیری دُعا اللہ نے سُن لی۔ تیری بیوی الیشباع کے ہاں بیٹا ہوگا۔ تو اس کا نام یحیےٰ رکھیو + زکریا بولے لڑکا مجھے کہاں سے ہوگا۔ اول تو میری بیوی بانجھ۔ دوم میں بڈھا ضعیف ہوں + فرشتے نے کہا۔ کہ یوں ہی ہوگا۔ خدا کے لئے کوئی بات مشکل نہیں۔ اور اگر تو اطمینان کے لئے کوئی نشانی چاہتا ہے۔ تو دیکھ۔ تو تین دن تین رات گونگا رہے گا بول نہ سکے گا +

فرشتہ یہ کہکر غایب ہو گیا۔ اور زکریا اسی وقت سے گونگے ہو گئے۔ اور عبادت خانے سے نکلے تو اشاروں سے باتیں کرتے تھے + خیر مدت مقررہ کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ اور جیسا فرشتے نے کہا تھا یحیےٰ اس کا نام رکھا گیا + حضرت زکریا بیٹے کے پیدا ہونے سے بہت خوش ہوئے۔ اور شکر حق تعالےٰ بجا لائے + بچے میں اچھے اچھے اوصاف اور کھیل کود سے نفرت اور اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ دیکھکر آپ بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ ہمیشہ بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت کرنے میں مصروف رہتے تھے + قوم بنی اسرائیل ہمیشہ گمراہی اور بے دینی کی طرف جُھکنے کی عادی تھی۔ ان کے زمانے میں بھی انہوں نے بعض ناشایستہ حرکتیں کیں۔ اور جب حضرت زکریا نے انہیں اُن بُرے افعال سے روکا۔ تو وہ ان کے قتل کے درپے ہوئے۔ آپ ایک درخت کی طرف دوڑے۔ اور جب آگے کہیں راہ نہ ملی تو قدرت خدا سے وہ درخت شق ہوا۔ اور یہ اس کے اندر گُھس گئے۔ اور درخت پھر اسی طرح مل کر بے معلوم ہو گیا + اتنے میں لوگ آپہنچے۔ اور انہیں ڈھونڈھنے لگے۔ مگر کہیں پتہ نہ ملا + اتنے میں شیطان نے آکر انہیں بتا دیا۔ کہ زکریا اس درخت

کے اندر رہے۔ تب ان مردودوں نے آرہ لاکر اس درخت کو سر سے پاؤں تک چیر ڈالا۔ آپ نے سر پر آرہ لگنے سے اُف تک نہ کیا۔ اور راہِ خدا میں نہایت صبر و استقلال سے جان بحق تسلیم کی۔ جب یہ خبر ان کے بیٹے یحییٰ کو پہنچی۔ اُن بیچاروں نے بھی آہ بھری۔ اور زبان سے نکلا تو صرف اتنا نکلا۔ کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

"یحییٰ علیہ السلام بچپن سے ہی تنہائی اور عبادتِ الٰہی کے دلدادہ تھے۔ ان کے بس دو کام تھے۔ یا خداوند تعالےٰ کی عبادت میں مصروف رہتے۔ یا لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے۔ اور راہِ حق بتاتے۔ یہاں تک کہ وحی الٰہی سے فیضیاب ہو کر باقاعدہ منصب نبوت پر مبعوث ہوئے۔ اور بنی اسرائیل کو وعظ و تلقین فرمانے اور پیغام خداوندی پہنچانے لگے۔ آپ کی وضع نہایت ہی سادہ تھی۔ اُونٹوں کے بالوں کی پوشاک پہنتے تھے۔ اور ایک چمڑے کا پٹکہ کمر میں باندھے رکھتے تھے۔ اور ٹڈی اور شہد ان کی خوراک تھی۔ دریائے یردن کے کنارے اکثر لوگوں کا مجمع ہوتا تھا۔ اس لئے یہ اسی جگہ وعظ کرنے چلے جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے کلام کو بہت اثر دیا تھا۔ لوگ دُور دُور سے خود بخود کھچے چلے آتے تھے۔ اور ان کا کلام سُن کر فوراً ان کے ہاتھ پر ایمان لاتے تھے۔ وہ دریائے یردن کے کنارے یہ صدا لگاتے پھرا کرتے تھے۔ کہ "لوگو توبہ کرو۔ خدا کی بادشاہت قریب ہے"!

حضرت یحییٰ کے زمانے میں جلیل کے بادشاہ نے اپنی بھاوج سے نکاح کر لیا تھا۔ اس پر اور اسی قسم کے اور کئی ناجائز باتوں پر یحییٰ نے اعتراض کیا۔

ہرچند بادشاہ کو ان کا اعتراض کرنا بُرا لگا۔ پھر بھی بادشاہ کے دل میں یحیےٰ
کا بہت ادب و احترام تھا + باوجود اس کے تقدیر میں یہ لکھا تھا۔ کہ یحیےٰ کی
موت ہیرودیس کے حکم سے ہو + وہ اس طرح ہوئی۔ کہ ان دنوں بادشاہ کی سالگرہ
کا جشن تھا۔ اور اس میں بڑے بڑے اُمرا و وزرا شریک تھے۔ اس جلسے میں
بادشاہ کی بھتیجی نے جس کی ماں سے بادشاہ نے نکاح کیا تھا۔ اپنے رقص و
سرود سے بادشاہ کو بہت محظوظ کیا + بادشاہ نے خوش ہو کر اس سے کہا۔ کہ
جو منہ سے مانگے گی۔ وہی ملے گا + اس لڑکی کی شریر ماں نے اس سے کہا۔ کہ بادشاہ سے
یحیےٰ کا سر کٹوا۔ اور یہ کہ وہ تھال میں رکھ کر میرے روبرو لایا جائے۔ چنانچہ اُس نے
ایسا ہی کیا + بادشاہ یہ درخواست سُن کر بہت غمگین ہوا۔ مگر درخواست قبول
کرنے کی قسم کھا چکا تھا۔ منظور کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا + اسی وقت بادشاہی
حکم صادر ہوا۔ اور جلّادوں نے فوراً بے گناہ یحیےٰ کا سر کاٹ تن سے جدا کیا۔
اور ایک تھال میں رکھ کر اس بدکردار لڑکی کے سامنے پیش کیا + وہ بہت
خوشی سے اپنی نابکار و بدباطن ماں کی خدمت میں یہ خونی ہدیہ لے کر گئی۔ اور
اللہ تعالےٰ کے سامنے دین و دُنیا میں رُوسیاہ ہوئی ؞

حضرت عیسےٰ علیہ السلام

حضرت مریم جلیل کے ایک شہر ناصرہ کے رہنے والی تھیں۔ اُنہی شہر کے ایک
شخص سے جس کا نام یوسف تھا۔ ان کی منگنی ہوئی تھی۔ یوسف بڑھئی کا کام
کرتے تھے + مریم اور یوسف اگرچہ بہت غریب آدمی تھے۔ مگر دونو حضرت داؤد کی

نسل سے ہونے کا شرف رکھتے تھے + مریم بچپن سے عبادتِ الہی کا بے حد شوق وذوق رکھتی تھیں + ایک روز جبکہ وہ تنہا نماز پڑھنے میں مشغول تھیں۔ تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل آپ کی طرف آئے۔ اور کہا " سلام ہو تجھ پر جس پر فضل ہوا ہے۔ اور تیرا پروردگار تیرے ساتھ ہے " +

حضرت مریم یہ کلام سُن کر گھبرائیں اور سوچنے لگیں۔ کہ یہ کون ہے اور یہ کیسا سلام؟ جبرئیل نے کہا۔ کہ مَیں خدا کا فرشتہ ہوں۔ تُو خوف نہ کر۔ مَیں تجھے پاکیزہ بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دینے آیا ہوں + تب وہ اَور بھی گھبرا کر بولیں۔ کہ ہیں۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ جبکہ مَیں کنواری ہوں۔ اور شوہر کو نہیں جانتی + فرشتے نے کہا۔ کہ اللہ کی قدرت سے ایسا ہوگا۔ اس کے آگے کچھ مشکل نہیں۔ یہ کہ کر فرشتہ غایب ہوگیا +

زکریا نبی کی بیوی کو حاملہ ہوئے چھ ماہ ہوئے تھے۔ کہ کنواری مریم بھی خدا کی قدرت سے حاملہ ہوگئیں + جب یوسف کو اس حال کی خبر ہوئی۔ تو اس کے دل میں طرح طرح کے وہم اُٹھے۔ اور اس نے اپنی بیوی (ہونے والی) کو چُپ چاپ چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ مگر فرشتے نے خواب میں آکر یوسف سے کہا۔ کہ یوسف۔ تُو اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آنے سے مت ڈر۔ کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے۔ وہ رُوح القدس کی برکت سے ہے۔ چنانچہ جب یوسف جاگا۔ وہ مریم کو اپنے گھر لے آیا +

انہیں دنوں میں روم کے بادشاہ نے ملکِ شام میں مردم شماری کا حکم دیا تھا۔ اور دیہات قصبات کے لوگوں کو اپنے اپنے شہر میں جا کر نام لکھوانا تھا

یوسف بھی مریم کو اپنے ساتھ لے کر بیت لحم میں گیا + وہ وہاں پہنچے ہی تھے۔ کہ مریم کے وضع حمل کا وقت آپہنچا۔ ان مسافروں کو کوئی پناہ کی جگہ نہ ملی کوئی سرائے بھی پاس نہ تھی۔ شہر کے دروازے کے پاس کسی اصطبل کا ایک اُجاڑ سا احاطہ تھا۔ اس میں ایک کھجور کے درخت کے نیچے بسیرا کیا۔ اور وہیں وہ جلیل القدر نبی پیدا ہوا۔ جس کے پیرو آج دُنیا میں سب سے زیادہ طاقت اور عزت رکھتے ہیں + غریب سے غریب بچوں کے لئے بھی ایسے وقت میں نرم بچھونے اور گدیلے بنائے جاتے ہیں۔ مگر آہ مریم کو اپنے بچے کے لٹانے کے لئے اصطبل کی کھرلی کے سوا اَور کوئی جگہ میسر نہ آئی +

جب بچہ آٹھ دن کا ہوا۔ تو اس کا ختنہ کیا گیا اور عیسےٰ نام رکھا گیا + آپ کو مسیح بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ شریعت موسوی کی رُو سے بادشاہ اور پیغمبروں پر اپنے منصب پر قائم ہونے کے وقت تیل سے مسح کرنے کی رسم ادا کی جاتی تھی۔ اور توریت کی بشارت میں ان کا نام مسیح ہی بیان کیا گیا ہے + حضرت موسےٰ ؑ کی شریعت میں حکم تھا۔ کہ پہلوٹے بچے کی پیدائش پر قمریوں کا ایک جوڑا نذر گزرانا جائے۔ چنانچہ حضرت مریم چلہ نہا کر بچے کو مع قُمریوں کے جوڑے کے یروشلم کے بیت المقدس میں لے گئیں اور نذر چڑھا کر حکم شریعت کو پورا کیا + انہیں ایام میں چند مجوسی یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے۔ کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے۔ وہ کہاں ہے؟ ہم اس کا ستارہ دیکھ کر آئے ہیں + یہ سُن کر ہیرودیس بادشاہ بہت گھبرایا۔ اور اس نے مجوسیوں کو چپکے سے بُلا کر سمجھایا۔ کہ وہ اس بچے کا صحیح صحیح پتہ دریافت کر کے بتا دیں۔ کہ وہ کون ہے اور کہاں پیدا ہوا

ہے۔ مجوسی تلاش کرتے کرتے مریم کے پاس جا پہنچے۔ اور اس ننھے بچے کو سجدہ کیا۔ اور نذر چڑھائی۔ رات کو فرشتہ نے خواب میں ظاہر ہو کر مجوسیوں سے کہا۔ کہ دیکھو تم ہیرودیس کے پاس واپس مت جانا۔ کہ وہ اس بچے کا دشمن ہے۔ اسی طرح فرشتہ یوسف کو بھی خواب میں دکھائی دیا۔ اور کہا۔ کہ بادشاہ اس بچے کی تلاش میں ہے۔ اور اسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ تو اُٹھ۔ اور اسے لے کر مصر کو چلا جا۔

جب مجوسی بادشاہ کے پاس واپس نہ گئے۔ تو اسے بہت غصہ آیا۔ اور اس نے حکم دیا۔ کہ بیت لحم اور اس کے آس پاس کی بستیوں کے سب بچے قتل کئے جائیں۔ مگر اس عرصے میں یوسف اپنی بیوی اور بچے کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ اور جب تک ہیرودیس زندہ رہا۔ یوسف مصر میں ہی ٹھیرا رہا۔ جب اس کے مرنے کی خبر آئی۔ تو وہ پھر اپنے وطن ناصرہ میں چلا آیا۔

بچہ روز بروز بڑھتا گیا۔ وہ معمول سے زیادہ ہشیار و ذہین تھا۔ اور اس پر خدا کا خاص فضل معلوم ہوتا تھا۔ اس کے ماں باپ ہر سال عید فسح پر اسے یروشلم لے جایا کرتے تھے۔ جب وہ بارہ برس کا ہوا۔ تو وہ یروشلم کے عالموں اور فقیہوں سے سوال و جواب کرتا تھا۔ اور لوگ اس کی باتیں سُن کر دنگ ہوتے تھے۔ بس اسی طرح خدائی طاقت سے روز بروز وہ علم لدنی میں ترقی کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ تیس سال کی عمر ہو گئی۔ اور خدا نے انہیں وحی کی عزت عطا فرمائی۔ اسی زمانے میں حضرت یحیےٰ جو حضرت مریم کے خالہ زاد بھائی بھی ہوتے تھے۔ یردن کے کنارے وعظ فرماتے پھرتے تھے۔ وہیں حضرت عیسےٰ بھی وعظ فرمانے لگے۔

وحی کا دروازہ کھلتے ہی آپ پر انجیل نازل ہونی شروع ہوئی + آپ نے اپنی نبوت کی تصدیق میں بہت سے معجزے بھی دکھائے۔ مثلاً مٹی کے پرندے بناکر ان کو اُڑایا۔ اندھوں۔ گونگوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشی۔ پانی پر چلے۔ آپ کے فیض برکت سے بہت بیمار تندرست ہوئے۔ اور بہت سے گمراہ راہ پر آئے + جو لوگ سب سے اول آپ پر ایمان لائے اور آپ کے رفیق و مددگار کہلائے۔ وہ حواری کہلاتے تھے۔ یہ اکثر اُن کے ساتھ اور ہر وقت ان کی صحبت میں رہتے تھے +

حضرت عیسٰے علیہ السلام کے زمانے میں علماء یہود دین کی طرف سے بہت غافل ہو گئے تھے۔ اور ان میں جس قدر دین باقی تھا وہ بھی ظاہر داری اور ریاکاری کے سوا اَوْر کچھ نہ تھا + حضرت عیسٰے علیہ السلام ریاکاری کے سخت دشمن تھے۔ اس لئے وہ اپنے وعظ میں علماء فقہاء یہود کے طریق عمل پر بہت سخت نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ جس سے وہ ان کے سخت مخالف بن گئے۔ لیکن آپ کا کلام کلام ربّانی تھا۔ وہ ایسا مؤثر ہوتا تھا۔ کہ دل میں کھُب جاتا تھا۔ اور جو دل دے کے سُنتا تھا۔ وہ انہیں کا ہو جاتا تھا۔ اس لئے وہ کوئی ایسی بات نہ پاتے تھے جس پر خاطر خواہ گرفت ہو سکے + جب کوئی بات پکڑنے کی نہ ملی۔ تو انہوں نے ایسے فقروں پر گرفت کی جن میں حضرت عیسٰے ع نے حق تعالیٰ کی شفقت و محبّت میں محو ہو کر اللہ تعالیٰ کو باپ کہا تھا۔ اور اسی طرح بعض اَوْر تمثیلی عبادتوں کا مطلب کچھ کا کچھ بنا کر علماء یہود نے ان پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ جس کی سزا ان کی شریعت میں موت تھی + مگر اس زمانے میں ان کے ملک پر رُومی حکومت تھی۔ اور سزائے موت کا حکم حکام وقت کے سوا اَوْر کوئی صادر

نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے علماء فقہاء یہود نے حکام وقت کے کان بھرنے شروع کئے۔ چونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنی تقریروں میں اکثر آسمانی بادشاہت کا ذکر کرتے تھے۔ اس لئے ان کے دشمنوں کو اچھا موقع ہاتھ آیا۔ اور انہوں نے بات کو ذرا بدل کر اُن پر بغاوت کا جرم لگایا۔ اور خفیہ مخبری کر کے ان کو پکڑوانا چاہا۔ کیسے افسوس کی بات ہے۔ کہ خود آپ کے حواری جنہیں آپ پر جان نثار کرنی لازم تھی۔ آپ کے مخبر بنے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے جس کا نام یہودا اسقریوطی تھا۔ دشمنوں سے تیس روپے لیکر آپ کو رومی سپاہیوں کے ہاتھ پکڑوا دیا۔ پطرس نے بھی جو مشہور حواری ہیں۔ بغاوت کے الزام سے بچنے کے لئے حکام کے روبرو حضرت عیسےٰ سے اپنی بے تعلقی ظاہر کی۔ غرض حضرت مسیح گرفتار کر لئے گئے۔ اور رومی حاکم نے تحقیقات مقدمہ کے بعد ان پر سزائے موت کا حکم صادر کیا۔

اُس زمانے میں سزائے موت کا یہ طریق نہ تھا۔ کہ گلے میں رسی ڈال کر پھانسی دی جائے۔ بلکہ صلیب کے ذریعے سزائے موت دی جاتی تھی۔ صلیب لکڑی کا ایک لمبا تختہ ہوتا تھا جس کے اوپر کے حصے میں ایک دوسرا آڑا تختہ لگا ہوتا تھا۔ اور اس کی صورت یوں ہوتی تھی۔ اس پر مجرم کو یوں ٹانگتے تھے۔ کہ مجرم کی پشت اس مقام پر آجاتی تھی۔ جہاں دونو تختے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اور دونو ہاتھ آڑے تختے پر دونوں طرف پھیلا دئے جاتے تھے۔ اور ہتھیلیوں میں میخیں ٹھوک کر انہیں تختوں کے ساتھ جڑ دیتے تھے۔ بعضوں کے ٹخنوں میں بھی میخیں ٹھونکتے تھے۔ اسی حالت میں وہ کئی دن تک صلیب پر

دن رات ٹنگا رہتا تھا۔ اور بھوک پیاس۔ دھوپ۔ زخم ان سب تکلیفوں سے سسک سسک کر مر جاتا تھا + جس روز حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا۔ اس سے اگلے دن یہودیوں کی کوئی عید تھی۔ اور ان کی شریعت میں عید کے روز کسی مجرم کا صلیب پر ٹنگے رہنا جائز نہ تھا + آپ دوپہر کے وقت صلیب پر ٹانگے گئے۔ اور صرف ہاتھوں میں میخیں ٹھوکی گئیں ٹخنوں میں نہیں ٹھوکی گئی تھیں لیکن حضرت مسیح ایسے نحیف الجسم آدمی تھے۔ کہ اتنی ہی تکلیف سے بیہوش ہو گئے اور جب ان کے قاتلوں نے عید کی وجہ سے شام کو صلیب سے اُتارا۔ تو وہ مُردہ سمجھے گئے۔ چنانچہ وہ قبرستان میں بھیج دئے اور دفن کر دئے گئے۔ اللہ کا اُنہیں بچانا منظور تھا۔ کوئی دردمند خدا کا بندہ انہیں وہاں سے لے آیا۔ اور اگلی صبح کو قبر کھلی پائی گئی۔ جب وہ ہوش میں آئے۔ تو کہیں غائب ہو گئے۔ جس کا صحیح صحیح علم آج تک کسی کو نہیں + قرآن مجید میں ان کی موت کے باب میں صرف اتنا لکھا ہے۔ کہ نہ وہ قتل ہوئے نہ صلیب پر مرے بلکہ مرنے کی سی شبیہ بن گئی۔ اور بعد میں اللہ تعالےٰ نے کسی وقت انہیں دُنیا سے اُٹھا لیا۔

انجیل خالص خُدا کا کلام نہیں

قرآن مجید میں لکھا ہے۔ کہ ہم نے حضرت عیسےٰ پر انجیل نازل کی۔ لیکن اس زمانے کے عیسائیوں کے پاس۔ جو عہد نامہ جدید کے نام سے ایک مجموعہ موجود ہے۔ اس میں ایک کی بجائے کئی انجیلیں موجود ہیں + ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے جو وحی کا کلام نکلا۔ اس کو

کسی نے حفاظت سے قرآن مجید کی طرح علیحدہ جمع نہیں کیا۔ اور اگر کیا تھا۔تو وہ اب موجود نہیں رہا + جو انجیلیں اب موجود ہیں۔ وہ خالص خدا کا کلام نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کی سوانح عمریاں ہیں جو چار حواریوں نے آپ کے انتقال کے سو برس بعد مختلف مقامات میں قلمبند کیں۔ انہیں مصنفوں کے کلام میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کے اقوال بھی ملے ہوئے ہیں + چاروں انجیلوں کا تقریباً ایک ہی مضمون ہے۔ لیکن یہ طبعی امر ہے۔ کہ اگر چار آدمی ایک ہی شخص کے حالات لکھیں۔ تو کمی بیشی حافظہ اور اختلاف مذاق وغیرہ وجوہات سے ان میں ضرور کچھ نہ کچھ اختلاف ہو جائے گا۔ اسی طرح ان چاروں انجیلوں میں بہت سے اختلافات ہیں۔ جن میں تطبیق دینے کے لئے علماء مسیحی طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں +

موجودہ انجیل میں بھی روزہ۔ نماز۔ ختنہ وغیرہ احکام توریت کی بہت تاکید ہے چنانچہ انجیل متی کے باب ۵۔ آیت ۱۷ میں لکھا ہے " تم یہ نہ سمجھو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے +

اصحاب کہف

۲۵۰ سنہ ع

تقریباً ۲۵۰ سنہ ع کے قریب سلطنت روما پر ایک بادشاہ حکمران تھا۔

جس کا نام دُقیانوس تھا + وہ بُت پرست تھا۔ اور اپنے مذہب کا ایسا متعصب تھا۔ کہ رعایا کو بُت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ اور جو لوگ عیسائی ہو جاتے تھے۔ ان پر سخت ظلم کرتا تھا۔ اور اگر وہ عیسائی مذہب کو چھوڑ کر اپنے آبائی مذہب میں نہیں آتے تھے۔ تو انہیں نہایت بے دردی سے قتل کروا تا تھا +

ایفی سس میں جو بحر ایجین کے کنارے ایک شہر تھا۔ چھ جوانوں نے مسیحی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اس ظالم بادشاہ کو ان کے تبدیل مذہب کی خبر ہوئی۔ تو اُس نے اُنہیں اپنے حضور میں بلوایا۔ اور مذہب عیسوی چھوڑنے اور دوبارہ بُت پرستی اختیار کرنے کو کہا۔ مگر ان بہادر حق پرستوں نے بُت پرستی اختیار کرنے سے صاف انکار کیا + یہ زمانہ عیسائی مذہب کا ابتدائی زمانہ تھا۔ اور اس وقت بہت سے عیسائی حضرت مسیح کی خالص سچّی تعلیم کے پیرو تھے۔ یعنی وہ نہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔ اور نہ تثلیث مانتے تھے + یہ چھ جوان بھی اسی قسم کے حق پرست سچے موحد عیسائی تھے + دُقیانوس نے قتل کی دھمکی دے کر انہیں کچھ مہلت دی + اس مہلت میں وہ جوان اس ظالم کے ظلم سے بچنے کے لئے شہر سے بھاگ نکلے + راہ میں انہیں ایک ایسا ہی حق پرست چرواہا مل گیا۔ جس کے ساتھ ایک کُتّا بھی تھا۔ وہ بھی ساتھ ہو لیا + یہ ساتوں جوان اور وہ کُتّا جس کا نام قطمیر تھا۔ شہر ایفی سس سے کچھ فاصلے پر جا کر ایک پہاڑ کی کھوہ میں چھپ رہے۔ اور وہیں سو گئے +

دُقیانوس نے مہلت گزر جانے کے بعد اُن کو طلب کیا۔ تو وہ نہ ملے لیکن اس کو کسی طرح ان کا پتہ مل گیا + اس نے حکم دیا۔ کہ اس کھوہ کے مُنہ پر ایک

بہت بڑا بھاری پتھر رکھ دیا جائے۔ تاکہ اندر ہی اندر ان کا کام تمام ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس واقعہ کو عرصہ ہو گیا۔ اور بات گئی گزری ہو گئی۔ اور لوگ اسے بھول بھال گئے۔ مگر وہ جوان خدا کی قدرت سے زندہ رہے۔ اور اس عرصہ دراز تک برابر سوتے رہے۔ تقریباً دو سو برس بعد شاہ تھیودوسیس دوم کے عہد میں کوئی گڈریا اپنے مویشی کے لیئے پہاڑ میں کوئی جگہ ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ اسے اس پہاڑ میں وہ غار مل گیا۔ وہ غار کھولا گیا۔ اور وہ جوان جگائے گئے۔ ان میں سے ایک نے آپس میں پوچھا۔ کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ دوسرے نے کہا۔ کہ ہم ایک دن یا شاید دن بھر سے کچھ کم سوئے ہوں گے۔ مگر ان کو بھوک پیاس بہت شدت سے معلوم ہوئی۔ انہوں نے اپنے رفیقوں میں سے ایک شخص کو کچھ درہم دے کر شہر میں بھیجا۔ کہ وہ کچھ کھانا خرید کر لائے۔ اور تاکید کی۔ کہ دیکھو چھپ کر جانا۔ تمہارے آنے کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ ایسا نہ ہو کہ تم پکڑے جاؤ اور سنگسار کیئے جاؤ۔ غرض ان نوجوانوں میں سے ایک شخص اپنے ساتھی چرواہے کے کپڑے پہن کر شہر میں گیا۔ مگر شہر کو بالکل بدلا ہوا اور نئے مکانات اور لوگوں کا نئی قسم کا لباس دیکھ کر حیران ہوتا تھا۔ کہ آیا میں بیداری میں ہوں یا خواب میں۔ بہتیری جگہ بت خانوں کی جگہ گرجے بنے ہوئے تھے۔ خیر اسی حیرانگی کی حالت میں وہ ایک نانبائی کی دکان پر پہنچا۔ اور کھانا خریدنے کے لئے اسے کچھ درہم دئے۔ اس سکے کے درہم اس زمانے میں نہیں چلتے تھے۔ نانبائی نے شبہ کیا۔ کہ ضرور اسے پرانے زمانے کا گڑا ہوا کوئی خزانہ ملا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ دوست اس خزانے میں سے مجھے

بھی کچھ دو۔ ورنہ میں حکّام کو خبر کرتا ہوں + غرض شدہ شدہ نوبت بادشاہ تک پہنچی + وہ جوان بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ اور اس نے اپنا سارا قصہ بیان کیا + بادشاہ نے کہا۔ کہ جب تو اپنے تئیں اس شہر کا باشندہ بتلاتا ہے۔ تو تیرا گھر بھی ضرور یہاں ہوگا + اس نے کہا۔ بےشک میرا گھر یہاں ہے اس پر معتمدان شاہی اس کے ساتھ گئے۔ اور وہ انہیں ایک حویلی کے پاس لے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ میرا مکان ہے + چنانچہ دروازہ پر دستک دی گئی + ناگاہ ایک بہت بوڑھا بزرگ سن رسیدہ کہ اس کی پلکیں بھی سفید ہو گئی تھیں باہر نکلا۔ اور معتمدان شاہی نے سب حال اس پر ظاہر کیا۔ اور کہا۔ کہ یہ شخص اس مکان کو اپنا گھر بیان کرتا ہے۔ اس جوان نے اپنا اور اپنے بزرگوں کا نام اور پتہ بتلایا۔ تو وہ بوڑھا بے ساختہ اس کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہا۔ کہ یہ میرا دادا ہے۔ اور قسم کھائی۔ کہ دقیانوس کے زمانے میں چند نوجوان اس کے ظلم سے بھاگ کر غار میں چھپ گئے تھے۔ یہ انہیں میں سے ہے + غرض بادشاہ کو سب حال کی خبر دی گئی۔ بادشاہ اس بیان کی تصدیق کے لئے اس جوان کے ساتھ خود غار پر گیا + غار کے قریب پہنچ کر اس جوان نے بادشاہ سے کہا۔ کہ آپ یہاں ٹھیریں۔ میں کھوہ کے اندر جاؤں اور سب حال اپنے رفیقوں سے بیان کروں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو دیکھ کر یک بیک گھبرا جائیں + بادشاہ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور وہ غار کے باہر ٹھیر گیا + اس جوان نے غار کے اندر جا کر سب حال بیان کیا۔ اور بادشاہ کے آنے کا ذکر کیا + اس کے دوستوں نے کہا۔ کہ ہم دنیا میں انگشت نما ہونا

نہیں ہونا چاہتے۔ پھر سب نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے۔ اور جناب باری میں عرض کی۔ کہ خدایا ہم تجھ سے اَور کچھ نہیں چاہتے۔ صرف یہی چاہتے ہیں۔ کہ تُو ہماری رُوحیں قبض کرلے۔ اور کسی کو ہمارے حال سے آگاہ نہ کر + خدا تعالےٰ نے ان کی دُعا قبول فرمائی۔ اور اُن کی رُوحیں خدا کے حکم سے اسی وقت قبض کرلی گئیں۔ اور غار کا دروازہ بند ہوگیا + بادشاہ دیر تک انتظار کرتا رہا۔ آخر گھبرا کر خود غار کے قریب گیا۔ اور اس کے گرد پھرا۔ مگر کوئی راستہ نہ ملا + جو لوگ ساتھ تھے۔ وہ بھی حیران رہ گئے۔ تب لوگوں نے اس مقام پر ایک عبادت گاہ بطور یادگار کے بنادی۔ اور ایک کتبے پر ان کا سب حال کندہ کرکے لگا دیا +

ان جوانوں کو قرآن مجید میں اصحاب کہف والرقیم کہا گیا ہے۔ کہف عربی میں غار کو اور رقیم کتبہ کو کہتے ہیں۔ یعنی "غار اور کتبہ والے لوگ" +

تمت